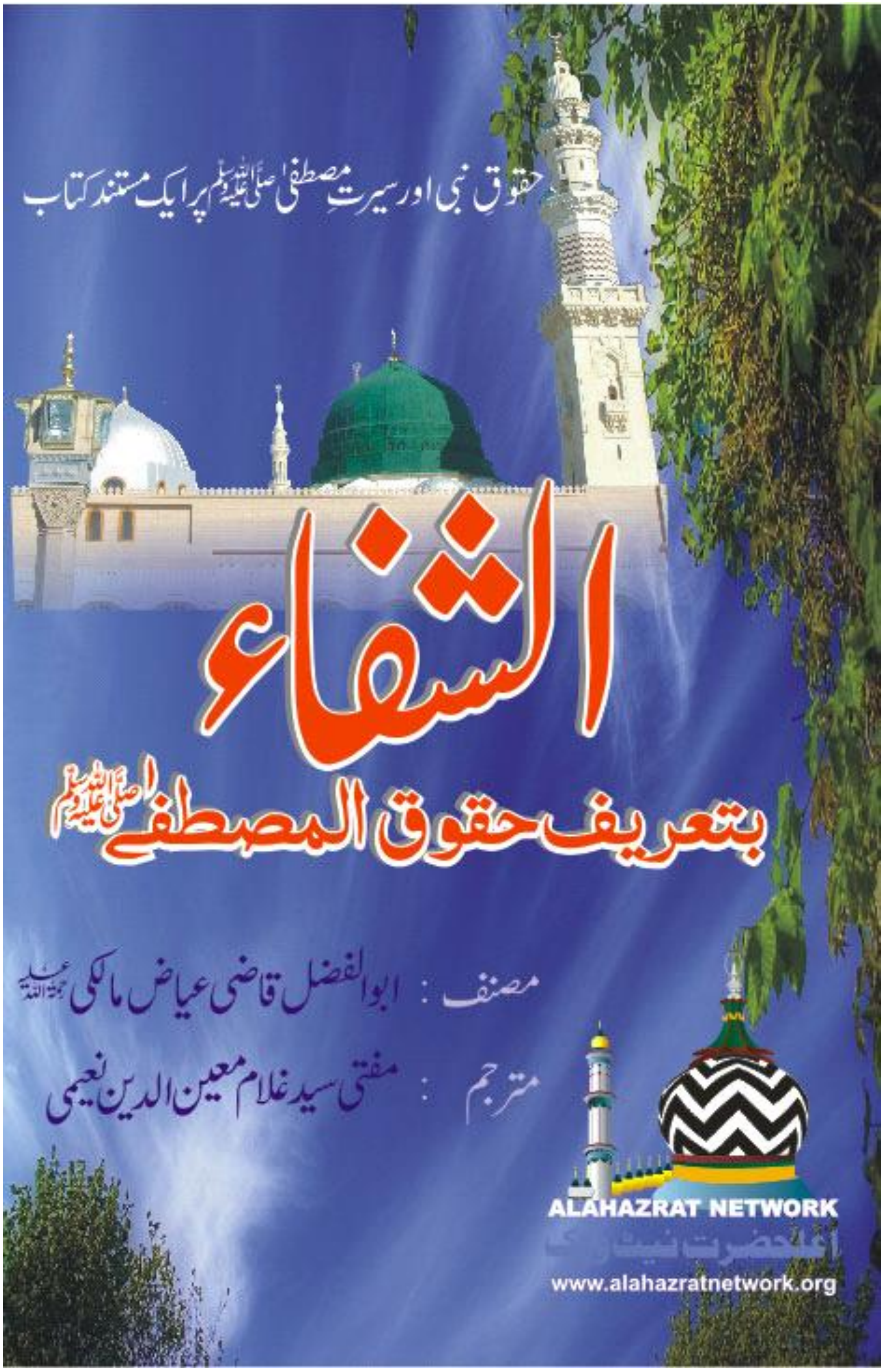
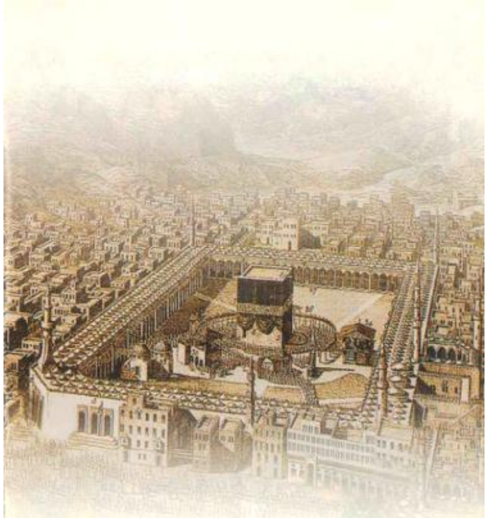


حقوقِ نبی اور سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مستند کتاب
الشفاء
بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف : ابوالفضل قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم : مفتی سید غلام معین الدین نعیمی
ALAHAZRAT NETWORK
www.alahazratnetwork.org



لکڑی کے ٹکڑے پر کندہ کعبۃ اللہ شریف کی تقریباً ایک ہزار سال پرانی تصویر کا عکس

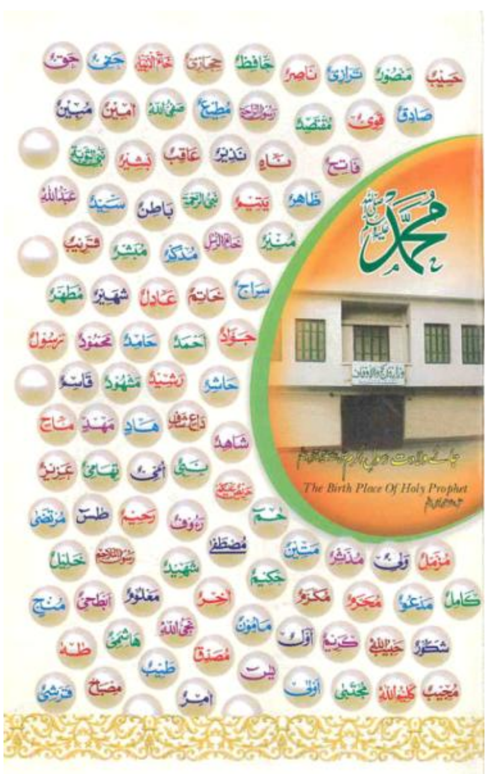
Kåbatullah's almost 1000 years Old Picture,
Engraved on Wooden Piece.



1 ریاض الجنۃ 2 عمامہ شریف منسوب بہ رسول اللہ

- 1 *Riaz-ul-Jannah*
- 2 *Imama Sharif Attributed to the Holy Prophet*
- 3 *Picture of Jannat-ul-Baqee Exposed by Polaroid Camera in 1806, which has been Coloured on computer in 2000*


Hujrah-e-Ayesha Siddiqa
حجرہ عائشہ صدیقہ


The Birth Place Of Holy Prophet





میدانِ اُحد ۱ جبلِ رماۃ ۲ جائے شہادت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ۳ اُحد پہاڑ ۴ وہ مقام جہاں رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے
۵ شہدائے اُحد کی قبریں ۶ میدانِ جنگ اُحد ۷ غرس کا کنواں جس سے رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا، وضو فرمایا اور اس میں لعاب دہن ڈالا۔

The Battlefield of Uhud: (1) Archer's hill. (2) The place where Hazrat Hamza (RA) was killed. (3) The Mountain of Uhud. (4) The place where the Prophet's ﷺ broken tooth fell. (5) The graves of the Martyrs. (6) The battlefield. (7) The Well of Gharz: From which the Prophet ﷺ drank and his ablution. He also spat in it once.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست الشفاء جلد اوّل

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

جلد اوّل ختم شد

پہلے اسے پڑھیے

ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا کہ ہمارے ادارے نے سیرت رسول کریم ﷺ پر ایک ہر دلعزیز کتاب "الخصائص الکبریٰ" اپنے قارئین کی نذر کی۔ اس سلسلے میں آپ تمام احباب نے جس طرح ہماری حوصلہ افزائی فرمائی وہ نا قابل بیان ہے یہ آپ کی بڑھائی ہوئی ہمتوں ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنے ادارے کی طرف سے آپ کی بارگاہ میں ایک ایسی کتاب پیش کر رہے ہیں کہ جو آج سے تقریباً 1000 سال قبل کی تصنیف ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے فرمائیں کہ سیرت کی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس کا زمانہ تصنیف اس کتاب کے بعد ہوا اور اُس میں اس کتاب سے حوالہ جات کوڈ نہ کئے گئے ہوں۔ اس کتاب سے ہماری مراد "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ" ہے۔

اس کتاب کے نام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب حقوق نبی ﷺ کے بیان میں ہے کیونکہ جس طرح حقوق العباد، حقوق اللہ ﷻ اور دیگر حقوق ہیں اسی طرح نبی ﷺ کے بھی حقوق ہیں ان کا جاننا اور ان کو ادا کرنا ایک اُمتی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ لہٰذا حقوق نبی ﷺ کے حوالے سے اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھنا ضروری ہے۔

ہم نے اس کتاب کو اپنے باذوق قارئین کے ذوق کے مطابق بنانے کے لئے اس کی طباعت کرتے وقت مندرجہ ذیل امور پر خصوصی توجہ دی۔

1. چھوٹے سائز کی دو جلدوں کو بڑے سائز کی ایک جلد میں جمع کر دیا تا کہ قاری کے لئے سہولت رہے۔
2. کمپوزنگ کا سائز بڑا رکھا تا کہ بآسانی مطالعہ کیا جا سکے۔
3. قارئین کی سہولت کے پیش نظر پیراگرف بنائے اس کے علاوہ پروف ریڈنگ، ٹائٹل اور بائنڈنگ پر خصوصی توجہ دی گئی۔
4. قرآن پاک کی آیات کے مکمل حوالہ جات لگائے گئے نیز ان کا ترجمہ کنز الایمان سے دیا گیا۔
5. تخریج احادیث چونکہ اس دور میں ایک اہم ضرورت ہے اسی لئے اپنے ایک محسن مفتی صاحب کے توجہ دلوانے پر ہم نے امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث شفاء کی تخریج پر مبنی تصنیف "مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء" کو اسی کتاب میں احادیث کے بعد نقل کر دیا ہے۔

اس سے ترجمہ کرتے ہوئے مصنف نے جو احادیث کی اسناد کا ذکر عوام کی سہولت کے پیش نظر ترک کیا تھا اُس کی کمی بھی پوری ہو گئی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں صرف کتب احادیث کے نام تحریر فرمائے جبکہ اس کتاب پر "الشیخ سمیر القاضی" نامی ایک محقق نے تحقیق کر کے کتب احادیث کے مکمل حوالہ جات بمع مطبوعہ نیچے حاشیے میں لکھے تھے

ہم نے دونوں سے استفادہ کرتے ہوئے دونوں کو یکجا کر کے نقل کر دیا ہے اور کتب احادیث کے مطبوعات کا حوالہ کتاب کے آخر میں دے دیا ہے۔

کئی مقامات پر محقق کو وہ احادیث کسی سبب سے نہ مل سکیں تو ہم نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج پر اعتماد کرتے ہوئے ''مناہل الصفاء'' کا حوالہ درج کر دیا ہے۔ بعض احادیث کی تخریج امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ فرمائی تو ہم نے بھی ویسا ہی چھوڑ دیا۔ ہمیں خوشی ہوگی کہ اگر کوئی صاحب اس کے مکمل حوالہ جات کو تخریج کر کے دیں۔

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ تخریج کرتے ہوئے ہم نے دو انداز اپنائے ہیں بعض مقامات پر تو اوپر احادیث کے ختم ہونے کے بعد اس کا حوالہ لکھ دیا ہے جبکہ بعض جگہ اوپر حوالہ لکھنے سے قاری کے تسلسل میں فرق پڑتا تھا تو اس جگہ حوالہ نیچے فٹ نوٹ میں دے دیا ہے۔

6. عقیدت ومحبت کے اظہار کے لئے کوشش کی گئی ہے کہ ہر بزرگ کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' اور صحابی کے نام ساتھ ''رضی اللہ عنہ''، انبیاء کے ناموں کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور نبی کریم کے نام کے آگے ''ﷺ'' اور جہاں کسی نے آپ کو مخاطب فرمایا وہاں ''صلی اللہ علیک وسلم'' جبکہ اللہ کے نام کے ساتھ ''عزوجل'' کا اضافہ کیا گیا اور پھر ان کو بڑے خوبصورت انداز میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

7. نیز اس کے حسن وتزئین کے کو چار چاند لگانے کے لئے اس کتاب کی ابتداء میں کچھ رنگین صفحات جن میں انتہائی خوبصورت کعبۃ اللہ شریف، جنت البقیع، ریاض الجنۃ، عمامہ جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے اور حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔

8. مصنف کتاب کا تعارف اور مترجم کا تذکرہ جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہم نے تحریر کر دیا ہے۔
اگرچہ ہم سے قبل بھی مختلف مکاتب فکر کے مختلف مکتبوں نے اس کتاب کو شائع کیا لیکن انشاء اللہ عزوجل آپ کو وہ خوبصورتی جو ہمارے ادارے کی طرف سے شائع ہوتے وقت اس کو دی گئی ہے شاید ہی کہیں مل سکے۔

آخر میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ہم نے حتی الوسع اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی خامی آپ محسوس فرمائیں یا کوئی مشورہ عطا فرمانا چاہیں تو ہمیں ضرور یاد فرمائیں۔ انشاء اللہ عزوجل اس معاملے میں آپ لوگ ہمارے دل کے دروازے ہمیشہ کھلے پائیں گے۔ ہمیں اللہ عزوجل کی ذات پاک سے قوی امید ہے کہ آپ کو ہماری یہ کاوش ضرور پسند آئے گی۔ ہماری اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ تمام امت مسلمہ کو اس کتاب سے فیض یاب فرمائے۔

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل

۲۰ ذوالحجہ بروز جمعرات ۱۴۲۴ھ بمطابق 12 فروری 2004ء

تذکرۂ مصنف

نام:

عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت:

ابوالفضل

سن ولادت:

476ھ بمطابق 1083ء

مقام ولادت:

سبتہ

آباؤ اجداد:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ "اندلس" کے رہنے والے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا مرحوم وہاں سے نقل مکانی کر کے "فاس" آ گئے پھر وہاں سے "سبتہ" تشریف لے گئے۔

تعلیم و تربیت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن اور جوانی کا ابتدائی حصہ "سبتہ" ہی میں گزرا اور یہاں کے اکابر علماء و مشائخ رحمہم اللہ سے علم حاصل کیا۔ بیس سال کی عمر میں حافظ الحدیث ابوعلی غسانی صدفی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روایتِ حدیث کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت ابوعلی غسانی صدفی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ "اندلس" تشریف لے گئے۔

رسالہ "نگار"، لکھنؤ کے علماء نمبر میں ہے کہ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ "قرطبہ" تشریف لے گئے وہاں سینکڑوں اساتذہ سے علوم فنون حاصل فرمائے۔

ابوالقاسم بن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الصلہ" میں فرماتے ہیں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ طلب علم کے لیے "اندلس" تشریف لے گئے تو انہوں نے "قرطبہ" میں علماء کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا اور حدیث کا بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ حدیث شریف کی طرف ان کی توجہ

زیادہ تھی اور وہ اس کے جمع کرنے میں بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ درجے کی ذہانت وفطانت اور بلند فہم وفراست کے مالک تھے۔ مسائل فقہیہ میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اس مذہب مالکی کے اساطین میں ہوتا ہے۔

عہدہ قضا:

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کافی عرصہ "سبتہ" میں قضا کا کام کیا اور اپنے حسن سیرت سے لوگوں کے دلوں کو گرویدہ کرلیا پھر وہاں سے "غرناطہ" چلے گئے وہاں بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قضاء کا کام سپرد کیا گیا لیکن آپ رحمتہ اللہ علیہ نے "غرناطہ" میں زیادہ دیر قیام نہ فرمایا اور واپس "قرطبہ" آ گئے جہاں **531**ھ بمطابق **1132**ء میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کو "قرطبہ" میں عہد قضاء سپرد کیا گیا۔

محمد بن حماد سبتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ **21** سال کی عمر میں مناظرہ کرنے لگے اور **35** سال کی عمر میں عہد قضاء پر فائز ہوئے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اساتذہ اور تلامذہ:

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا جن کے نام درجنوں تک پہنچتے ہیں جب کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے فیض یاب ہونے والے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ کی بھی ایک بڑی تعداد ہے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں بھی بڑے بڑے علماء شامل ہیں۔

خصوصیات:

آپ رحمتہ اللہ علیہ حدیث، علوم حدیث، لغت، نحو، کلام عرب اور ان کے ایام وانساب میں اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ شاعری بھی فرمایا کرتے تھے اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔

حضرت محمد بن حماد سبتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں سبتہ میں ان سے زیادہ کوئی کثیر التصانیف نہ تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شہر میں وہ بلندی اور برتری حاصل کی کہ جہاں تک ان کے شہر والوں میں سے کوئی بھی نہ پہنچا مگر علم وفضیلت نے ان میں تواضع اور خوف الٰہی ﷻ ہی کو زیادہ کیا۔

شفاءشریف:

یوں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تعداد تقریباً 22 کے قریب ہے اور وہ تمام کی تمام علوم کا بیش بہا خزانہ ہیں اور تمام علماء ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

امام علامہ محی الدین بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "شرح مسلم" میں جگہ جگہ ان کا حوالہ دیتے ہیں۔ امام بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ "عمدۃ القاری" میں اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں جا بجا ان سے فوائد و نکات احادیث میں خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں۔ شارحین حدیث میں جہاں "قال القاضی" کہتے ہیں وہاں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہی مراد ہوتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف میں سے سب سے زیادہ مقبولیت الشفاء بعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ کے حصہ میں آئی بلکہ دیگر تصانیف اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی بقاء کا سبب بھی یہی کتاب ہے۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں الشفاء کی مقبولیت:

تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواب میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سونے کے تخت پر تشریف فرما ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر اس پر ہیبت طاری ہوگئی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے بھتیجے "کتاب الشفاء" کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اسے اپنے لئے دلیل راہ بناؤ۔

گویا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا کہ جو آج میرا یہ مقام تم دیکھ رہے ہو یہ "الشفاء" تحریر کرنے کے سبب سے ہے۔

الشفاء کا مقام:

بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبولیت پانے کے بعد ہر زمانے کے علماء و صلحا کی نظر میں یہ کتاب ایک خصوصی مقام کی حامل ہوگئی اور انہوں نے نظم و نثر میں اس کی تعریف فرمائی ہے اُن میں کچھ اشعار ہم نے کتاب کے ٹائٹل پیج کے دوسری طرف بمعہ ترجمہ نقل کیے ہیں۔

اس کتاب کی آج تک تقریباً 26 کے قریب شروحات و تلخیصات ہوچکیں تھیں جن میں "شرح ملاعلی قاری" اور "نسیم الریاض" حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقبول ہیں۔

الشفاء پڑھنے کی فضیلت:

حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "شفاء شریف" کا اسم اس کے مسمیٰ کے موافق ہے کیونکہ سلف صالحین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا پڑھنا بیماریوں سے شفاء اور مشکلات کے حل کے لئے بہترین اور مجرب عمل ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کی برکت سے اس کتاب کے پڑھنے سے ڈوبنے، جلنے اور طاعون کی بیماریوں سے نجات رہتی ہے۔

غالباً اسی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو وہاں جادو اثر نہ کرے گا۔

وصال:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 9 جمادی الثانی 544ھ بمطابق 1145ء شب جمعہ کو وصال فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ مراکش میں مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر مبارک تقریباً 69 برس تھی۔

تذکرۂ مترجم

ولادت:

23دسمبر1923ء بمطابق10ربیع الثانی1342ھ

جائے ولادت:

محلہ شہری سرائے، مرادآباد، انڈیا۔

اسم گرامی:

غلام معین الدین

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام:

صابر اللہ شاہ چشتی صابری اشرفی نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان:

گھرانہ سادات

بیعت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ مولانا حکیم سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔

تعلیم و تربیت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کے زیر سایہ شروع ہوئی پھر 1932ء میں مرادآباد انڈیا کی مشہور دینی درسگاہ "جامعہ نعیمیہ" میں تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی اور صدرالفاضل نعیم الدین مرادآبادی رحمہما اللہ کے زیر سایہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ جب کہ اسی دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فن طب بھی پڑھا اور 1943ء کو وباجیہ کالج لکھنؤ سے "الحکیم الفاضل" کی سند حاصل کی اور اس کے ساتھ ہی علوم دینیہ کی تمام درسی کتب بھی اساتذہ سے پڑھ لیں۔

پھر ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ شدید بیمار ہو گئے اور بیماری کا یہ سلسلہ ایسا دراز ہوا کہ سات مرتبہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے موتی جھاوہ نکلی بعد میں فالج گرا جس کا حملہ شدید تھا۔ مرض کی شدت اور

دیرینہ علالت کے بعد کیفیت یہ تھی کہ کھال کے لفافے میں ہڈیوں کے سواء کچھ نظر نہ آتا تھا مگر زندگی باقی تھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ شفایاب ہوئے۔ اس طرح دو سال کے وقفے کے بعد 1945ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی ہوئی۔

صدر الافاضل کی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر عنایات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد مکرم آپ رحمۃ اللہ علیہ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دینی خدمات میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ 1940ء میں جب صدر الافاضل نے اپنی تفسیر "خزائن العرفان" کو دوبارہ پرنٹ کرانے کا ارادہ فرمایا تو ترجمہ وتفسیر کے مسودات کی تصحیح کے کام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا شریک بنایا۔

پھر 1941ء میں جب "صدر الافاضل" کو دوسری دفعہ حبس بول کا مرض لاحق ہوا تو دو تین دن سعی کرنے کے بعد جب تمام اطباء مایوس ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شدت مرض کے دوران مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بڑے صاحبزادے حکیم سید ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ قرآن پاک کی طباعت کا کام مکمل نہیں ہوا۔ تصحیح کا کام شاہ جی (آپ رحمۃ اللہ علیہ مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو پیار سے اس نام سے مخاطب فرماتے) سے کرانا اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے مفتی احمد یار خان (رحمۃ اللہ علیہ) کو بلا لینا۔ یہ دونوں طباعت کی تصحیح کریں۔

دوران تعلیم آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر نشر واشاعت کا کام کیا۔

مزید عنایت وشفقت ملاحظہ فرمائیے کہ جب صدر الافاضل کا وصال ہونے لگا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد وشیخ کے سر کو دبا رہے تھے اور ان کا سر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں تھا کہ اسی اثناء میں صدر الافاضل نے فرمایا شاہ جی میرے کمرے میں سے سب کو باہر جانے کے لئے کہہ دیجئے سوائے آپ کے میرے نزدیک کوئی نہ بیٹھے۔ یہاں تک کہ اپنے بیٹوں کو بھی باہر جانے کے لئے کہہ دیا پھر کچھ لمحوں کے بعد آپ کا وصال ہوا تو غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موصوف کی وصیت کے مطابق ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے بعد ان کے بیٹوں اور عزیز واقارب کو اندر بلا لیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر صدر الافاضل کی شفقتیں بعد از وصال بھی جاری رہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب "الشفاء" کا ترجمہ فرما رہے تھے تو صدر الافاضل مسکراتے ہوئے آپ کے خواب میں تشریف لائے۔ یقیناً یہ آپ کے کام سے خوش ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تحریک پاکستان میں کردار:

1945ء میں "تحریک پاکستان" زوروں پر تھی چونکہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے بانی اور "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے روح رواں تھے جب انہوں نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں اپنی کوششوں کو تیز کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے مرکزی دفتر کا منصرم مقرر فرمایا تو تمام تر مراسلات، مواصلات، تحصیل وترسیل وغیرہ کا نظام آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سپرد تھا۔ پھر جب مولانا صدرالافاضل قیام پاکستان کے لئے دورے پر تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔

بنارس کانفرنس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات:

1946ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس کو "تحریک پاکستان" میں وہی اہمیت حاصل ہے جو قرارداد لاہور 1940ء کو حاصل ہے۔ 1946ء میں متحدہ ہندوستان میں جو جنرل الیکشن ہو رہے تھے اس میں مسلم لیگ کی مخالفت پر کانگریس کی حلیف جماعتیں جمعیت علمائے اسلام (ہند) جمعیت احرار، جمعیت خاکسار، خدائی خدمت گار اور نیشنلسٹ علماء جن کو خاص گاندھی کی آشیرباد حاصل تھی مسلم لیگ کے مقابلہ پر آ گئیں۔ اگر خدانخواستہ اس الیکشن میں مسلم لیگ کو بھاری اکثریت حاصل نہ ہوتی تو پاکستان کے قیام میں مزید پانچ سال تاخیر ہو جاتی۔

بنارس کانفرنس میں برصغیر پاک وہند کے پانچ سو مشائخ سات ہزار علمائے حق اہل سنت و جماعت اور دو لاکھ سے زائد عام حاضرین نے حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں برصغیر پاک وہند کے کونے کونے سے اسلامیان پاکستان کے نمائندے شامل ہوئے۔ جنہوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب، حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضرت سید محمد محدث جیلانی کچھوچھوی اور پیر صاحب مانکی شریف رحمہم اللہ کی شرکت سے یہ کانفرنس بے حد مقبول ہوئی۔

افسوس کہ پاکستان کے قیام کے بعد مسلمانوں کی تحریک پاکستان کے حق میں اس قسم کی گراں قدر قربانیوں کو صفحۂ تاریخ پر جگہ نہ دی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس ان تحریکوں کو ہماری نصابی کتب میں شامل کیا جا رہا ہے جنہوں نے دل کھول کر پاکستان کی مخالفت کی۔

اس کانفرنس کی کامیابی میں حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مثالی کردار روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کانفرنس کے نائب

ناظم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک میں علماء ومشائخ کے دوش بدوش کام کیا۔ جس نے مسلمانوں کو تحریک آزادی کی صف میں لا کھڑا کیا۔ بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسلامیان برصغیر کی مذہبی، سیاسی، ثقافتی، ادبی اور تعلیمی مشکلات کا حل تھے اور مسلمانوں کو جادہ حق پر گامزن کرنے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں کردار ادا فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کانفرنس کی مکمل روداد بعنوان "خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ" مرتب کر کے شائع کروائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیشتر کارہائے نمایاں میں سے یہ کارنامہ بھی ہمیشہ روز روشن کی طرح عیاں رہے گا۔

مرشد واستاد کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت:

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور مرشد بھی تھے اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا اندازہ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ صدر الافاضل کا وصال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت خدمت شیخ پر معمور تھے۔ یعنی اپنے مرشد کے سر کو دبا کر فیض یاب ہو رہے تھے کہ حضرت صدر الافاضل کی روح پرواز کر گئی۔

پاکستان میں آمد:

تقسیم ملک کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ 1950ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں آنے کے بعد دوست احباب واقارب اثاثہ، بیت ودیگر ضروریات زندگی کا فقدان ہونے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ دل برداشتہ نہیں ہوئے بلکہ اپنے مشائخ کے مشن کو جاری رکھنے اور اُسے کامیاب بنانے کے لئے کوشاں رہے۔

مرکزی جمعیت علماء پاکستان کے لئے خدمات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان آنے کے بعد غازی کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیت کا نائب ناظم اعلیٰ مقرر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 1956-57 تک جمعیت کا ترجمان رسالہ "ہفت روزہ جمعیت" نکالا اور اس کے لئے بڑی محنت اور جدوجہد فرمائی پھر بعض وجوہات کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت سے استعفیٰ دے دیا۔

رسالہ سوادِ اعظم کا اجراء:

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ واستاد حضرت صدر الافاضل کی یاد میں ہفتہ وار "سوادِ اعظم"، لال کھوہ اندرون موچی دروازہ لاہور سے نکالا اور بڑی استقامت کے ساتھ جب تک زندہ رہے اس

کو شائع کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی مولانا غلام قطب الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرادارت جاری رہا اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بند ہوا۔ اس رسالے کی خصوصیات یہ تھیں کہ مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے حتی الامکان کوشش فرماتے اور اسی کے ذریعے مخالفین کی فتنہ سازیوں کا سختی سے نوٹس لیتے۔

تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً 45 کے قریب تصانیف و تالیفات اور عربی کتب کا ترجمہ انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں فرمایا اور اکثر کتابیں ایسی تھیں کہ اپنے علم و موضوع کے اعتبار سے وہ انتہائی اہم تھیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ اس خوش اسلوبی سے فرماتے کہ بجائے ترجمہ کے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے اصل کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ فنِ ترجمہ کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ایک زبان کو دوسری زبان کا جامہ پہنانا کس قدر مشکل امر ہے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے استاد تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے جو فہرست میسر ہو سکی وہ ذیل میں درج کی جا رہی ہے:

1. مدارج النبوت 2 جلد — شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
2. الخصائص الکبریٰ 2 جلد — امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
3. الشفاء 2 جلد — قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
4. ماثبت من السنۃ — شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
5. کشف المحجوب — حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
6. بشریٰ الکئب بلقاء الحبیب — امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
7. اردو ترجمہ بنام دیدار حبیب
8. الدرر المنتثرہ فی احادیث المشتہرہ — امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
9. الصواعق الالٰہیہ الرد علی الوہابیہ — علامہ الشیخ محمد سلمان رحمۃ اللہ علیہ
10. نعیم العرفان (اردو ترجمہ بنام تکمیل الایمان) — حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
11. نعیمِ رسالت — مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
12. فتاویٰ صدرالافاضل — مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
13. نعیم البیان پہلا پارہ (تفسیر قرآن پاک) — مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
14. احقاق حق — مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

15. حیاتِ صدر الفاضل	مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
16. فتوح الغیب (ترجمہ بنام شروح الغیب)	شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
17. مسالک الحنفاء (ترجمہ بنام والدین مصطفیٰ ﷺ)	امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
18. مناقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
19. قرۃ العیون (ترجمہ بنام سرور خاطر)	فقیہہ ابو لیث سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ
20. مواعظ حسنہ	حضرت علامہ امام صفوری رحمۃ اللہ علیہ
21. المیلاد نبوی ﷺ	امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
22. شواہد النبوۃ	حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ
23. اصول السماع (ترجمہ بنام مسئلۃ السماع)	حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
24. العقائد (ترجمہ فقہ اکبر)	
25. ترجمہ وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	
26. ترجمہ قصیدہ بدء الامالی	

وصال:

انتقال سے چار ماہ قبل آپ رحمۃ اللہ علیہ پر سحر کا حملہ ہوا بس اس وقت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ دن بدن علیل سے علیل تر ہوتے گئے۔ اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق کوئی دوا موثر ثابت نہ ہوئی۔ بڑے بڑے نامور معالج آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علاج کے لئے آئے ہر کسی نے یہی کہا کہ مرض کا کچھ پتہ نہیں چلتا بالآخر 13 اگست کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میو ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے دن 14 اگست 1971ء کو اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ آخری وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر یہ شعر تھا۔

چل دیئے باغ سے چمن پیرا
گل و گلزار کا خدا حافظ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ مفتی اعجاز ولی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں میانی صاحب کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

مقدمہ کتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ

فقیہہ قاضی امام حافظ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْفَرِدِ بِاسْمِهِ الْاَسْمٰى ○ اَلْمُخْتَصِّ بِالْمُلْكِ الْاَعَزِّ الْاَحْمٰى ○ اَلَّذِىْ لَيْسَ دُوْنَهٗ مُنْتَهٰى وَلَا وَرَاءَهٗ مَرْمٰى ○ اَلظَّاهِرُ يَقِيْنًا لَا تَخَيُّلًا وَلَا وَهْمًا ○ اَلْبَاطِنُ تَقَدُّسًا لَا عَدَمًا ○ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَّعِلْمًا ○ وَاَسْبَغَ عَلٰى اَوْلِيَآئِهٖ نِعَمًا عُمًّا ○ وَبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ عَرَبًا وَّعَجَمًا ○ وَاَزْكَاهُمْ مَحْتِدًا وَمَنْمًى ○ وَاَرْجَحَهُمْ عَقْلًا وَّحِلْمًا ○ وَاَوْفَرَاهُمْ عِلْمًا وَّفَهْمًا وَاَقْوَاهُمْ يَقِيْنًا وَّعَزْمًا ○ وَاَشَدَّهُمْ بِهِمْ رَاْفَةً وَّرَحْمًا زَكَّا دُرُوْحًا وَّجِسْمًا ○ وَحَاشَاهُ عَيْبًا وَّوَصْمًا ○ وَاٰتَاهُ حِكْمَةً وَّحُكْمًا ○ وَفَتَحَ بِهٖ اَعْيُنًا عُمْيًا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا وَّاٰذَانًا صُمًّا ○ فَاٰمَنَ بِهٖ وَعَزَّرَهٗ وَنَصَرَهٗ مَنْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ فِىْ مَغْنَمِ السَّعَادَةِ قِسْمًا ○ وَكَذَّبَ بِهٖ وَصَدَفَ عَنْ اٰيَاتِهٖ مَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الشَّقَاءُ حَتْمًا ○ وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ○ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً تَنْمُوْ وَ تَنْمٰى ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ تَسْلِيْمًا۔

(ترجمہ) اللہ ﷻ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں جو اپنے بلند نام میں یکتا' جو بلند نام کے ساتھ مخصوص ہے' وہی ہے جس کے سوا اور کوئی منتہی نہیں اور اس کے سوا کوئی مطلوب نہیں وہ حقیقتاً ظاہر ہے' وہمی وخیالی نہیں۔ وہ باطن ہے تقدس کے اعتبار سے' معدوم ہونے کے اعتبار سے نہیں۔ رحمت وعلم سے تمام کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اپنے محبوبوں کو غایت کرم سے اپنی وافر نعمتوں سے نوازا۔

اس نے انہیں میں سے ان کی جانب ایسا بہترین رسول بھیجا' جو عرب وعجم میں بے مثل اور اصل ونسل' حسب ونسب اور اصالت میں ان میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ عقل وفراست ودانائی اور بردباری میں ان سے فزوں تر' علم وبصیرت میں ان سے زیادہ یقین محکم اور عزم راسخ میں ان سے

قوی تر رحم وکرم میں ان پر سب سے زیادہ رحیم وشفیق۔ (اللہ ﷻ نے ہر قسم کی بشری آلودگیوں سے) ان کے روح وجسم کو مُصَفّٰی اور عیب ونقص سے ان کو منزہ رکھا۔ ایسی حکمت ودانائی سے ان کو نوازا کہ جس نے اندھی آنکھوں، غافل دلوں اور بہرے کانوں کو کھول دیا۔

وہی شخص آپ پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی عزت ونصرت کرتا ہے جس کے نصیب میں اللہ ﷻ نے نیک بختی رکھی ہے اور وہی آپ کی تکذیب اور آپ کے معجزات سے روگردانی کرتا ہے کہ جس پر اللہ ﷻ نے بدبختی لازم کردی ہے کیونکہ جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔ اللہ ﷻ کا ان پر صلوٰۃ وسلام ہو اور ایسی رحمتیں ہوں جو ہمیشہ بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہیں اور ان کے آل واصحاب پر بھی پورا سلام ہو۔

اما بعد! اللہ ﷻ نورِ یقین کے ساتھ میرے اور تمہارے دل کو منور کرے اور میرے اور تمہارے اوپر ایسی مہربانی کرے جیسی اپنے ان برگزیدہ محبوبوں پر فرماتا ہے جن کو اس نے اپنی مقدس مہمانی سے مشرف فرمایا اور اپنی محبت میں ایسا وارفتہ کیا کہ وہ مخلوق سے بیزار ہوگئے اور اپنی معرفت، ملکوت کے عجائب اور اپنی قدرت کے آثار کے مشاہدہ کے لئے ان کو مخصوص کردیا۔ ان کے قلوب صافیہ کو مسرور کیا، ان کی عقلوں کو اپنی عظمت شان سے حیرت زدہ کردیا۔ پس ان محبوبوں نے صرف ایک غم ہی لازم کیا ہے، وہ تیری ذات ہے۔ اور دین ودنیا میں تیرے جلووں کے نظارے کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھا۔ صرف اسی کے جمال وجلال کے مشاہدہ میں مگن ہیں۔ اسی کے آثار قدرت، عجائب عظمت میں سرگرداں ہیں۔ اسی (ذات) سے لَو اور اسی پر توکل کرنے میں معزز ہیں۔ اس کے اس سچے ارشاد کے شیدا ہیں۔

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ.   اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں انہیں کھیلتا
(پ۷۔ الانعام ۹۱)   (ترجمہ کنز الایمان)

پس تم نے مجھ سے بار بار یہ سوال کیا ہے کہ میں ایک ایسا مجموعہ مرتب کردوں جو حضور سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے حقوق اور آپ کی عزت وتکریم کے وجوب پر مشتمل ہو اور ان لوگوں کے حکم میں جو (بسبب غفلت کے) اس واجب التعظیم مرتبت کی معرفت سے غافل یا آپ کے منصب جلیل کے حقوق کی ادائیگی میں تراشۂ ناخن کے برابر قاصر ہیں۔

اور یہ کہ اس مجموعہ میں اپنے بزرگوں اور اماموں کے اقوال جمع کرکے ان کو صورتوں اور مثالوں میں بیان کروں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو (اللہ ﷻ تمہیں محبوب بنائے) کہ جو کام میرے سپرد کیا ہے سخت

مشکل کام ہے اور دشوار تر ہے وہ ایسی خطرناک مرتفع گھاٹی (بلند) ہے کہ میرا دل اس سے (انجام برآری میں) خوف زدہ ہے کیونکہ مقتضائے کلام مُستدعی ہے کہ اصولی گفتگو ہو اور اندازِ بیان جامع مانع ہو جس میں حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے متعلق علم الحقائق کے رموز و کنایات اور اس کے غوامض و دقائق واضح طریقہ پر بیان کئے گئے ہوں خواہ وہ آپ کی طرف منسوب کرنا جائز ہو یا اس کی نسبت شرعاً ممنوع ہو۔ (واضح کرنا ضروری ہے) اور یہ کہ نبی رسول رسالت نبوت محبت خلت (دوستی) اور اس مرتبہ عالیہ کی خصوصیات کیا ہیں ان کی معرفت بھی کرادی جائے۔ یہ وہ دشوار گزار وادی ہے کہ قطا جیسا پرندہ جو نہایت تیز بین اور سبک رفتار ہے وہ بھی پرواز سے متحیر ہے قدم ڈگمگاتے ہیں۔ وہ عقلیں پراگندہ و گمراہ ہوتی ہیں جو نشانِ علم اور درست فکر و نظر سے راہ یاب نہ ہوں۔ یہاں وہ مزاج الاقام ہیں کہ اگر توفیق و تائید الٰہی پر اعتماد و بھروسہ نہ ہو تو قدم پھسل جائیں۔

لیکن میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ ﷻ سے بخشش و ثواب کا امیدوار ہوں کیونکہ یہ مقام مدحِ حضور ﷺ اور ان کے رتبۂ عالی کے بیان اور خُلقِ عظیم کی تعریف گاہ ہے۔ اس میں حضور ﷺ کی ان خصوصیات و حقوق کا بیان ہے جو اس سے پہلے کسی مخلوق میں جمع نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کے حقوق کی معرفت اللہ ﷻ کی ایسی اطاعت ہے جو تمام حقوق سے بلند تر ہے تاکہ اہل کتاب بھی یقین کریں اور اس کو لوگوں میں واضح طور پر بیان کر کے کتمانِ حق نہ کریں (جیسا کہ ان سے یوم الست روزِ میثاق عہد لیا گیا تھا)۔

اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے بالاسناد مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص سے کوئی علمی بات پوچھی گئی اور اس نے اس کو چھپایا تو اللہ ﷻ قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالے گا۔ (سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۲۳، سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۹۸)

پس میں نے (بخوف وعید حدیث بالا کے) ایسے نکات کی جلدی کی جو مطلب و مقصد کے لئے ضروری ہیں اور اس لئے بھی تعجیل کی کہ مرد اپنے ان گھریلو معاملات سے جو اس پر لازم کئے گئے ہیں کبھی بھی اپنے دل و دماغ کو فارغ نہیں پاتا۔ ہمیشہ ان کی انجام دہی میں سرگرداں رہتا ہے۔ اسی میں وہ اپنے فرض و نفل سے اکثر غافل رہتا ہے جس کے نتیجہ میں احسن تقویم سے بے پرواہ ہو کر ادنیٰ درجہ میں گر پڑتا ہے۔

اگر اللہ ﷻ انسان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ ﷻ اس کے تمام شغل اور غم پورے (ختم) کر دیتا ہے اور کل قیامت کے دن ایسوں کی تعریف کی جائے گی اور ان کو کوئی برائی نہ پہنچے گی جبکہ وہاں سوائے جنت کی تر و تازگی یا عذاب دوزخ کے کچھ نہ ہوگا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنے نفس کا بچاؤ

کرے اس کو برائی سے محفوظ رکھے اور عمل صالح کر کے اس کا درجہ بڑھائے۔ وہی علم کارآمد ہے جس کے ذریعہ خود بھی منتفع ہو اور دوسروں کو بھی نفع پہنچے۔

اللہ ﷻ ہمارے دلوں کی شکستگی دور کرے کبیرہ گناہوں کو بخشے ہماری تمام کدو کاوش کو آخرت میں ہمارا عمدہ توشہ بنائے ہمارے مشاغل کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے قرب خاص سے ہم کو نوازے اور اپنے رحم و کرم کے پردے میں ہمیں ڈھانپ لے۔ (آمین)

جب میں نے اس مجموعہ کو مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے بابوں کی ترتیب دی اصولوں کو مقرر کیا اور تفصیلات معین کیں اور اس کے حصر و تحصیل کی طرف مشغول ہوا تو میں نے اس مجموعہ کا نام ''اَلشِّفَاءُ بِتَعْرِيْفِ حُقُوْقِ الْمُصْطَفٰی ﷺ'' رکھا۔

اس کو میں نے چار قسموں پر منحصر کیا ہے۔

قسم اول: ان ارشادات الٰہیہ کے بیان میں جن میں خود اللہ ﷻ نے اپنے قول و فعل میں اپنے نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر کی ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔

باب اول: اس میں بیان ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی تعریف کی ہے اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت جو اس کی بارگاہ میں ہے اس کا اظہار کیا ہے۔ اس میں دس فصلیں ہیں۔

باب دوم: اس میں بیان ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی پیدائش اور اخلاق کے بارے میں مناقب بیان کئے ہیں اور آپ ﷺ میں تمام دینی و دنیاوی فضائل جمع کر دیئے ہیں۔ اس میں چھبیس فصلیں ہیں۔

باب سوم: اس میں وہ صحیح اور مشہور حدیثیں ہیں جن میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت جو بارگاہ الٰہی میں پائی جاتی ہے کا ذکر ہے اور آپ ﷺ کو دارین کے فضائل میں جو خصوصیات مرحمت فرمائیں ان کا بیان ہے۔ اس میں پندرہ فصلیں ہیں۔

باب چہارم: اس میں کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے ہاتھ سے جو معجزات اور نشانیاں ظاہر فرمائیں اور وہ کہ جو آپ ﷺ کو خاص طور پر بزرگیاں عنایت فرمائیں ان کا بیان ہے۔ اس میں انتیس فصلیں ہیں۔

قسم دوم: اس میں حضور ﷺ کے ان حقوق کا بیان ہے جن کی بجا آوری ہر ایک پر واجب کی گئی ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔

باب اول: اس میں بیان ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ

کی سنت کا اتباع لازم ہے۔اس میں چار فصلیں ہیں۔

باب دوم: اس میں بیان ہے کہ آپ ﷺ کی محبت لازم ہے اور آپ ﷺ سے عقیدت ضروری ہے۔اس میں پانچ فصلیں ہیں۔

باب سوم: اس میں بیان ہے کہ آپ ﷺ کے حکم کی عظمت کی جائے اور آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور خیر خواہی لازم ہے۔اس میں چھ فصلیں ہیں۔

باب چہارم: اس میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اور درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے، کے بارے میں بیان ہے۔اس میں نو فصلیں ہیں۔

قسم سوم: اس میں ان امور کا بیان ہے کہ جو حضور ﷺ کے حق میں محال ہیں اور وہ امور جو حضور ﷺ کے لئے جائز ہیں اور وہ امور جو حضور ﷺ پر ممنوع ہیں اور وہ امور بشریہ جن کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرنا صحیح ہے۔

اور یہ "قسم سوم" اللہ ﷻ تمہیں عزت دے اس کتاب کا راز اور ان تمام ابواب کے پھلوں کا مغز ہے اور اس سے پہلے کی دونوں قسمیں دراصل ان (امور) کے لئے تمہید ودلائل کے مرتبہ میں ہیں جو ہم اس قسم میں واضح وروشن نکات بیان کریں گے اور یہی قسم مابعد کے لئے بھی حاکم ہوگی اور اس کتاب کی تالیف وتصنیف کا اصل سبب ووعدہ بھی یہی قسم ہے۔جب ہم اس وعدہ کو پورا کریں گے تو ملعون دشمنوں کے سینے تنگ ہوں گے اور مومن مخلص کا دل یقین وعرفان سے روشن ہوگا اور فضائے صدر اس سے گنجینۂ انوار بنے گا اور ہوشمند دانا حضور سید عالم ﷺ کی قدر ومنزلت کما حقہٗ بجالائے گا۔اس میں دو باب ہیں۔

باب اول: اس میں بیان ہے جو امور دینیہ میں مخصوص ہیں۔اور جس میں عصمت رسول ﷺ کو خوب ثابت کیا جائے گا۔اس کی سولہ فصلیں ہیں۔

باب دوم: اس میں حضور ﷺ کے دنیوی حالات کا بیان ہے یعنی بشریت کی کیفیت کی بناء پر جو امور آپ ﷺ پر واقع ہوتے رہے۔اس میں آٹھ فصلیں ہیں۔

قسم چہارم: اس میں ان احکام کی وجوہات کا بیان ہے جو (معاذ اللہ) سبّ وتنقیص کر کے شان ارفع و اعلیٰ کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس میں تین باب ہیں۔

باب اول: اس میں وہ امور ہیں جن کی نسبت (اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کی طرف کردی جائے تو وہ) سبّ ونقص ہیں، خواہ وہ اشارتاً ہوں یا صراحتاً (نعوذ باللہ)۔اس میں نو فصلیں ہیں۔

باب دوم: اس میں آپ ﷺ کے شاتم (گالی دینے والا) موذی اور تنقیص کرنے والے کی سزا کا حکم ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے، نماز جنازہ پڑھنے اور اس کی وراثت کے بارے میں بیان ہے۔ اس میں نو فصلیں ہیں۔

باب سوم:

ہم نے اس کتاب کو باب سوم پر ختم کیا ہے۔ جس کو ہم نے اس مسئلہ کا ضمیمہ اور تکملہ قرار دیا ہے۔ جو اس کے پہلے دو بابوں میں ذکر ہے۔ یعنی اس شخص کے بارے میں حکم لگایا ہے جو کہ اللہ ﷻ اور اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور حضور سید عالم ﷺ کی آل و اصحاب کو (معاذ اللہ) برا بھلا کہتا ہے۔ ان امور کو اختصار کے ساتھ نو فصلوں میں بیان کیا ہے۔ اس پر کتاب کے ابواب و اقسام کا خاتمہ ہے جو اہل ایمان کی پیشانی کو ایمان سے پر انوار کر کے تراجم کے تاج پر چمکتا دُرِ شہسوار بنے گا اور ہر قسم کے شکوک و اوہام، تخمین و تخیل کو دور کر کے مومنین کے سینہ کو شفاء اور حق کو ظاہر کرے گا۔ بے وقوف ہٹ دھرم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں اللہ ﷻ ہی سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ابو الفضل محمد عیاض مالکی غفرلہ

قسم اوّل

آیاتِ قرآنیہ' ارشاداتِ الٰہیہ سے حضور ﷺ کی قدر و منزلت اور عظمت و شان کا ثبوت

فقیہہ قاضی امام ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ اس کو توفیق عطا فرمائے اور سیدھے راستہ پر گامزن رکھے۔ اس شخص پر کچھ پوشیدہ نہیں جس کو اللہ ﷻ نے تھوڑا سا بھی علم دیا ہے یا تھوڑی سی سمجھ بوجھ دی ہے کہ اللہ ﷻ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو بڑی قدر و منزلت فرمائی ہے اور آپ ﷺ کو ایسے فضائل و محاسن اور مناقب کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں اور آپ کے مرتبۂ جلیلہ کو اتنا بڑھایا ہے کہ لوگوں کی زبان و قلم تھکتے ہیں۔

ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کی تصریح اللہ ﷻ نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں فرمادی اور آپ کے مراتب عالیہ پر لوگوں کو خبردار کیا اور انہیں آپ کے اخلاق و آداب کی تعلیم دی اور بندوں کو ان پر اعتصام والتزام کے وجوب کی تلقین کی ہے۔ بلاشبہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر بے حد و غایت فضل و کرم فرمایا اور آپ ﷺ کو طیب و طاہر کیا اور آپ ﷺ کی مدح و ثناء کی پھر اس پر پوری پوری آپ کو جزا دی۔ شروع و انجام میں اسی کی برتری ہے اور اللہ ﷻ کی اول و آخر میں تعریف و تحمید ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنی مخلوق میں عَلٰی وَجْہِ اَلْکَمَالْ جاہ و جلال کے ساتھ ظاہر فرمایا اور محاسن جمیلہ' اخلاق حمیدہ' مناصب کریمہ' فضائل حمیدہ سے ممتاز فرمایا اور براہین واضحہ' معجزات باہرہ اور ان کرامات بیّنہ سے تائید کی جن کو معاصرین نے مشاہدہ کیا جس نے آپ ﷺ کی زیارت کی اس نے دیکھا اور بعد والوں کے لئے ان کا علم علم الیقین ہے۔ یہاں تک کہ حقیقت واقعیہ کا علم ہم کو حاصل ہوا۔ ہم پر آپ کے انوار کی بارش ہوئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا۔

حضرت انس ؓ سے بالاسناد مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت عالی میں شب اسرٰی (شب معراج) براق پیش کیا گیا کہ جو لگام اور زین سے مزین تھا۔ براق نے حضور ﷺ کو سوار کرنے میں پس و پیش کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو (احمد مجتبیٰ) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے حضور شوخی کرتا ہے (خبردار) تجھ پر حضور ﷺ سے بڑھ کر مکرم ذات کوئی سوار نہیں ہوئی۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر براق شرم وندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور گردن جھکا دی۔

(سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۳۶۳، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۸۲، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۱۲۸، جلد ۲ صفحہ ۲۰۸_۲۰۷)

پہلا باب

حضور ﷺ کی ثناء بزبان باری تعالیٰ

جان لو! کہ کتاب مجید میں بے شمار ایسی آیتیں ہیں جو حضور سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکر جمیل کو بیان کرتی ہیں اور آپ کی خوبیوں کا شمار کراتی ہیں۔ آپ کے حکم کی تعظیم بیان کرتی ہیں، آپ کی عزت کو بلند کرتی ہیں۔ ہم نے یہاں صرف انہیں آیات کو بیان کرنے پر اکتفا کیا جن کے معانی ظاہر و باہر ہیں اور ان کی مراد و مفہوم واضح ہے۔ ہم نے ان کو دس فصلوں میں بیان کیا ہے۔

پہلی فصل

حضور ﷺ کی شان میں نازل شدہ آیات قرآنی کا بیان

اس فصل میں ان آیتوں کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کی مدح وثناء اور خوبیوں میں وارد ہیں۔ جیسے کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ. (پ ۱۱ التوبہ ۱۲۸) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (ترجمہ کنزالایمان)

(حضرت فقیہ ابو اللیث) سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت بالا میں لفظ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کو فتح (زبر) فا کے ساتھ بعض قراء نے پڑھا ہے (یعنی مِنْ اَنْفَسِکُمْ تم میں سب سے زیادہ نفیس ذات) لیکن جمہور قراء نے ضم (پیش) فا سے پڑھا ہے۔ (مستدرک جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

فقیہ قاضی ابو الفضل فرماتے ہیں: اس کو اللہ ﷻ توفیق دے۔

جانو! کہ اللہ ﷻ نے مومنین کو یا تمام عرب کو یا اہل مکہ کو یا تمام لوگوں کو باختلاف مفسرین آیت بالا میں خطاب فرما کر آگاہ کیا ہے کہ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. (پ ۴ ال عمران ۱۶۴) ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ جس کو وہ اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اس کے مرتبہ و مقام صدق

وامانت کوخوب جانتے ہیں اور (کسی حال میں بھی) کذب وعدم خیر خواہی سے متہم نہیں کر سکتے۔ عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس میں حضور ﷺ کی قرابت اور رشتہ داری نہ ہو۔ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اللہ ﷻ کے اس ارشاد اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ''مگر قرابت کی محبت'' کے معنی ہی یہ ہیں (کہ سارا عرب حضور ﷺ کو خوب اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے)

(صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۰۷، طبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۵۔۳۱۶)

اور فتح فاء کی قرأت کی بناء پر معنی یہ ہیں کہ آپ ان میں سب سے زیادہ اشرف، ارفع اور افضل ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی انتہائی مدح وتعریف ہے۔ اس کے بعد اللہ ﷻ نے حضور کو دیگر اوصاف حمیدہ اور محامد کثیرہ سے یاد فرمایا اور ان (لوگوں) کے اسلام لانے، ہدایت پانے میں حضور ﷺ کے حرص و خواہش میں مبالغہ کی تعریف کی اور جو دنیا میں ان کو تکالیف پہنچتی ہیں یا آخرت میں پہنچیں گی اس پر حضور ﷺ کا دل تنگ ہونا ظاہر فرمایا ہے اور مومنین صادقین کے لئے حضور ﷺ کی مہربانی، کرم نوازی اور عزت افزائی فرمانا، اللہ ﷻ نے اس کی ثناء کی ہے۔

بعض علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو اپنے ناموں سے دونام رؤف، رحیم خاص طور پر عنایت فرمائے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیتوں میں حضور ﷺ کا ذکر ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. (پ۴ ال عمران ۱۶۴) بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ. (پ۲۸ الجمعہ ۲) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے مِنْ اَنْفُسِهِمْ کے بارے میں دریافت کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَّ حَسَبًا لَيْسَ فِيْ اٰبَائِيْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سَفَاحٌ ''كُلُّهَا نِكَاحٌ'' یعنی تمہارے حسب ونسب اور سسرال میں مبعوث فرمانا مراد ہے، میرے آباؤ اجداد میں آدم ؑ سے لے کر اب تک زنا نہیں ہوا بلکہ سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے۔ (ابن ابی عمر ؓ فی مسندہ کما فی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۳۱)

ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پانچ سو امہات (کے حسب ونسب) کے حالات لکھے ہیں لیکن ان میں میں نے نہ زنا پایا اور نہ زمانہ جاہلیت کی رسمیں دیکھیں۔

حضرت ابن عباس ﷺ فرمان الٰہی تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (پ۱۹ الشعراء۲۱۹) "نمازیوں میں تمہارے دورے کو" (ترجمہ کنزالایمان) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مِنْ نَبِیٍّ اِلٰی نَبِیٍّ حَتّٰی اَخْرَجْتُکَ نَبِیًّا۔ نبی سے نبی تک یہاں تک کہ میں نے اے محبوب تم کو نبی پیدا کیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۵، مسند بزار جلد ۳ صفحہ ۱۱۰، دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۵۸)

حضرت جعفر بن محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنی مخلوق کو اس کی اطاعت میں عاجز ہونا جان لیا پھر ان کو اس کی معرفت کرائی تا کہ وہ جان لیں کہ وہ اس کی خدمت وعبادت صفائی قلب کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ بس اللہ ﷻ نے اپنے اور ان کے درمیان صورتاً مماثلت کر کے ان کی جنس میں سے ایک ایسی مخلوق (انبیاء کرام علیہم السلام) پیدا فرمائی کہ جن کا وصف ہی یہ ہے کہ وہ ان پر لطف وکرم کریں اور اس مخلوق (انبیاء کرام علیہم السلام) کو ان لوگوں کے لئے سفیر وواسطہ اور پیامبر بنایا اور ان کی فرمانبرداری کو اپنی اطاعت اور ان کی پیروی کو اپنی موافقت کہا۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ۵ النساء ۸۰) (ترجمہ کنزالایمان)

اور ارشاد ہوا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ (پ۱۷ الانبیاء ۱۰۷) (ترجمہ کنزالایمان)

ابوبکر محمد بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اللہ ﷻ نے "رحمت" کے ساتھ مزین کیا۔ آپ سراپا رحمت ہیں اور آپ کے تمام خصائل وصفات مخلوق پر رحمت فرماتا ہے۔ جس نے بھی آپ ﷺ کی رحمت (عامہ) سے حصہ پایا وہی (درحقیقت) دین ودنیا میں ہر برائی سے نجات یافتہ اور دونوں جہان میں بامراد ہے۔ کیا تم اللہ ﷻ کے اس فرمان کو نہیں دیکھتے کہ وہ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ (پ۱۷ الانبیاء ۱۰۷) (ترجمہ کنزالایمان)

لہٰذا حضور ﷺ کی حیات ظاہری بھی رحمت ہے اور حیات باطنی (وفات) بھی رحمت۔ جیسا کہ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں: حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَوْتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ (بزار جلد ۱ صفحہ ۳۹۷)

میری یہ زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور یہاں سے کوچ کر جانا (وصال) بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

نیز حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةً بِأُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطاً وَّسَلَفًا.

جب اللہ ﷻ کسی اُمت پر رحمت فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اس اُمت کے نبی کی قبض روح کرتا ہے اس کے بعد ان پر حال و مستقبل میں مہربانی فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۹۲)

(حضرت فقیہہ ابو اللیث) سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین میں عام جن و انس پر رحمت کرنا مراد ہے۔ ایک روایت میں اس سے تمام کائنات و مخلوقات پر رحمت فرمانا ہے۔ مومنین کے لئے رحمت' ہدایت کرنا ہے اور منافقین کے لئے رحمت' قتل سے محفوظ رکھنا ہے اور کافرین پر رحمت یہ ہے کہ ان پر عذاب میں تاخیر کی جائے۔ (کہ اب وہ دنیا میں عذاب عام سے محفوظ ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ مومنین و کافرین کے لئے رحمت ہیں کیونکہ پچھلی ان امتوں کی طرح جنہوں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی تھی' دنیا میں عذاب عام سے بچا لئے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۱۷ صفحہ ۸۳، طبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۷۶)

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا! کیا میری رحمت سے تم کو بھی کچھ حصہ ملا ہے؟ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ كُنْتُ اَخْشٰى الْعَاقِبَةَ فَاٰمِنْتُ لِثَنَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى بِقَوْلِهٖ "ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ط" (پ ۳۰۔ التکویر ۲۰-۲۱) "میں اپنے انجام و آخرت سے ڈرتا تھا۔ اللہ ﷻ نے میری مدح میں یہ آیہ کریمہ "جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے" (ترجمہ کنز الایمان) آپ ﷺ پر نازل فرمائی تو اب بے خوف ہوں۔"

حضرت جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ سے اللہ ﷻ کے فرمان فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ. (پ ۲۷۔ الواقعہ ۹۱) "اے محبوب تم پر سلام داہنی طرف والوں سے" (ترجمہ کنز الایمان) کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے سبب سے اصحاب یمین کی سلامتی ہے' بلاشک و تردد ان پر یہ سلامتی حضور سید عالم ﷺ کی رحمت و مہربانی کی وجہ سے ہے۔

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ (پ ۱۸۔ النور ۳۵)

''اللہ نور (اجالا) ہے آسمانوں اور زمین کا۔'' اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے' وہ چراغ ایک فانوس میں ہے' وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت بالا میں دوسرے لفظ ''نور'' سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ اللہ ﷻ کا فرمان کہ

مَثَلُ نُوْرِهٖ اَیْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَهْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْمَعْنٰی اللّٰهُ هَادِیْ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ مَثَلُ نُوْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا كَانَ مُسْتَوْدَعًا فِی الْاَصْلَابِ كَمِشْكٰوةٍ صِفَتُهَا كَذَا وَاَرَادَ بِالْمِصْبَاحِ قَلْبَهٗ وَالزُّجَاجَةِ صَدْرَهٗ' اَیْ كَاَنَّهٗ كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْحِكْمَةِ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ اَیْ مِنْ نُوْرِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَضُرِبَ الْمَثَلُ بِالشَّجَرَةِ الْمُبَارَكَةِ وَقَوْلُهٗ ' يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ اَیْ تَكَادُ نُبُوَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَيَّنُ لِلنَّاسِ قَبْلَ كَلَامِهٖ كَهٰذَا الزَّيْتِ وَقَدْ قِيْلَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ غَيْرُ هٰذَا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

اس کے نور کی مثال یعنی نور محمد ﷺ کی مثال اس کے بارے سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو آسمانوں اور زمین والوں کا ہادی بنایا ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ نور محمد ﷺ کی مثال جبکہ آپ ﷺ آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے ''طاقچہ'' (طاق) کی طرح جس کا حال یہ ہے اور ''مصباح'' یعنی چراغ سے مراد آپ ﷺ کا قلب مبارک ہے۔ ''زجاجہ'' یعنی شیشہ سے مراد آپ ﷺ کا سینہ انور ہے گویا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہے کیونکہ اس میں ایمان وحکمت ہے۔ مبارک درخت سے مراد روشن کیا جاتا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے اور درخت مبارک کی مثال دی گئی۔ اللہ کا فرمان یَكَادُ زَيْتُهَا سے مراد یہ ہے کہ عنقریب محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت ان کے کلام سے پہلے ظاہر ہوگی جیسا کہ یہ زیتون۔ اس آیت مبارکہ کے اس کے سوا اور بھی معنی بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اللہ ﷻ نے اس جگہ کے علاوہ دوسرے مقامات میں بھی حضور ﷺ کا ''نور'' اور ''روشن چراغ'' نام رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ. (پ ۶۔ المائدہ ۱۵)

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا. (پ۲۲۔ الاحزاب ۴۶-۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اسی طرح اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. (پ۳۰۔ الم نشرح ۱)

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کو کھول دیا اور وسیع کر دیا۔ صدر سے یہاں مراد قلب مبارک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کے سینۂ مبارک کو نور اسلام کے لئے کھول دیا۔ (تفسیر درمنثور جلد ۸ صفحہ ۵۴۷)

سہل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نور رسالت کے ساتھ کھول دیا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کو علم و حکمت سے بھر دیا۔

بعض مفسرین نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ ''کیا ہم نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو پاک نہیں کیا؟ یہاں تک کہ وہ اب وسوسوں کو قبول ہی نہیں کرتا۔''

وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ o الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ. (پ۳۰۔ الم نشرح ۲،۳)

اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ایک (مجروح) روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ سے جو لغزشیں قبل اظہار نبوت ہوئی ہیں ان سے آپ ﷺ کا دل پاک کر دیا ہے۔ بعض زمانہ جاہلیت کا بوجھ مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں اس سے وہ بوجھ مراد ہے جو اظہار رسالت کے وقت آپ ﷺ کی کمر (جو) رسالت کے بوجھ سے دب گئی تھی یہاں تک کہ آپ نے اس کو ادا فرمایا یعنی تبلیغ رسالت فرما دی۔ اسے ماوردی اور سلمی رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو معصوم بنایا۔ اگر معصوم نہ کرتے تو یقیناً لغزشوں کے بوجھ سے کمر بھاری ہو جاتی۔ اس کو (فقیہ ابو اللیث) سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

(پ۳۰۔الم نشرح ۴) (ترجمہ کنز الایمان)

یحییٰ ابن آدم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (آپ ﷺ کے ذکر کی رفعت سے) مراد نبوت (کا اعلان) ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اے محبوب جب (بندہ) مجھے یاد کرے گا تو میرے ساتھ تمہیں بھی یاد کرے گا (جس طرح) کلمہ طیبہ میں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور بعض اذان و اقامت میں (حضور ﷺ ذکر) مراد لیتے ہیں۔

فقیہہ قاضی (عیاض) ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ ﷻ کا یہ فرمان حضور ﷺ کے لئے اس کی بارگاہ میں عزت و عظمت، شرافت و منزلت اور آپ ﷺ کی بزرگی پر بڑی حجت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے قلب مبارک کو ایمان و ہدایت کے لئے کھول دیا، علم و حکمت کی صیانت و حفاظت کے لئے وسیع کر دیا اور جاہلیت کے بوجھ کو آپ ﷺ سے دور کر دیا اور جاہلیت کی عادات و خصائل کو جس پر یہ لوگ تھے ان کا دشمن بنا دیا۔ آپ ﷺ کے دین کو ان کے دینوں پر تبلیغ رسالت و نبوت فرما کر غالب کر دیا، اور آپ ﷺ کے اوپر سے رسالت و نبوت شدائد کو جو تبلیغ رسالت کی صورت میں پیش آتی تھیں محفوظ کیا اور جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا۔ آپ نے ان سب کو پہنچا دیا اور آپ کو اعلیٰ مرتبہ عنایت فرمایا۔ آپ ﷺ کے نام کے ذکر کو اتنا بلند کیا کہ اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ملا دیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ذکر کو دنیا و آخرت میں اتنا بلند کیا کہ کوئی خطیب یا کلمۂ شہادت کہنے والا یا نماز پڑھنے والا ایسا نہیں جو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ کہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۶۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا:

اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّکَ یَقُوْلُ تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ؟ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ۔

میرا اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محبوب جانتے ہو کس طرح تمہارے ذکر کو بلند کیا؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: جب میں یاد کیا جاتا ہوں تو میرے ساتھ آپ بھی یاد کئے جاتے ہیں۔

(ابن حبان جلد ۵ صفحہ ۶۲، مسند ابی یعلی جلد ۲ صفحہ ۵۲۲، ۵۳۳)

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایمان کی تکمیل ہی میرے ساتھ آپ ﷺ کے ذکر سے ہوتی

ہے۔نیز کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ذکر ہی کو اپنا ذکر قرار دیا ہے۔لہٰذا جس نے آپ ﷺ کا ذکر کیا اُس نے میرا ہی ذکر کیا۔

حضرت جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا یَذْکُرُکَ اَحَدٌ بِالرِّسَالَۃِ اِلَّا ذَکَرَنِیْ بِالرَّبُوْبِیَّۃِ۔ جو شخص تمہاری رسالت کا اقرار کرے گا اس نے میری ربوبیت کا اقرار کیا۔

بعض نے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ سے مقامِ شفاعت بھی مراد لیا ہے۔

اللہ ﷻ کے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کے ذکر کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ کی اطاعت کے ساتھ حضور کی اطاعت اور اللہ ﷻ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ملا کر بیان کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ۔ (پ۴ ال عمران ۱۳۲) اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو (ترجمہ کنز الایمان)

ایک اور جگہ فرمایا:

وَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

(پ۵ النسآء ۱۳۶) (ترجمہ کنز الایمان)

ان دونوں کو واؤ عطف کے ساتھ جو مشترک ہوتی ہے جمع کیا ہے۔کلام میں حضور ﷺ کے سوا کسی کو اللہ ﷻ کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

بالاسناد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے راوی ہیں:

لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَشَآءَ فُلَانٌ وَلٰکِنْ مَاشَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ. حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے: "اللہ ﷻ اور فلاں شخص چاہے" بلکہ یوں کہو: "اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔"

(سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۱۳، عمل الیوم واللیلہ صفحہ ۵۴۴)

خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ ادب سکھایا کہ اللہ ﷻ کے ارادہ کو دوسروں پر مقدم کیا کرو۔ (اگر کسی کو ملانا ہی چاہو تو پھر) دوسروں کو ثُمَّ کے ساتھ ملا سکتے ہو کیونکہ ثُمَّ ترتیب و تراخی کے لئے آتا ہے بخلاف واؤ عطف کے کہ وہ اشتراک کے لئے آتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک خطیب نے کہا:

مَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَعْصِہِمَا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِئْسَ خَطِیْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ قُمْ اَوْقَالَ اِذْھَبْ۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعہ جلد ۲ صفحہ ۵۹۴)

جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ راہ یاب ہے اور جس نے دونوں کی نافرمانی کی (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو قوم کا برا خطیب ہے' کھڑا ہو جا یا فرمایا چلا جا۔

ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دونوں اسموں کو حرف کنایہ (ضمیر، ھما) کے ساتھ جمع کرنے کو ناپسند فرمایا چونکہ اس میں مساوات کا ابہام ہے اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یَعْصِهِمَا پر وقف ناپسند کیا لیکن ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اس نے وقوف نہیں کیا بلکہ یَعْصِهِمَا کے ساتھ فَقَدْ غَوٰی کہا تھا۔

مفسرین اور اہل معانی کا اس آیہ کریمہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ (ترجمہ کنز الایمان) (پ۲۲۔ الاحزاب ۵۶)

میں اختلاف ہے کہ آیا "يُصَلُّوْنَ" اللہ ﷻ اور فرشتوں دونوں کی طرف راجع ہے یا نہیں۔ بعض نے تو اس کو جائز رکھا ہے اور دوسروں نے شرکت کی وجہ سے منع کیا اور ضمیر جمع "يُصَلُّوْنَ" کو ملائکہ کے ساتھ خاص کر کے "يُصَلِّيْ" محذوف مان کر اِنَّ اللّٰهَ يُصَلِّيْ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ تقدیر عبارت کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں حضور ﷺ کے مرتبہ کی ایک یہ بھی شان ہے کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (پ۵۔ النساء ۸۰) (ترجمہ کنز الایمان)

ایک اور جگہ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ' اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (پ۳۔ آل عمران ۳۱) (ترجمہ کنز الایمان)

چنانچہ ایک روایت کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار کہنے لگے کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو رب (خدا) بنا لیں۔ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا

ہے۔[1] تو اللہ ﷻ نے ان کو رسوا کرنے کے لئے یہ آیۂ کریمہ

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ. تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

(پ۳۔ ال عمران ۳۲) (ترجمہ کنزالایمان)

نازل فرما کر اپنی فرمانبرداری کو رسول کی فرمانبرداری کے ساتھ ملادیا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ اس آیۂ کریمہ

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ. ہم کو سیدھا رستہ چلا، رستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

(پ۱۔ فاتحہ ۶۔۵) (ترجمہ کنزالایمان)

کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ ابو العالیہ اور حسن بصری رحمہما اللہ نے ''صراط مستقیم'' سے حضور ﷺ کی ذات کریمہ ''اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ'' سے خیار (پسندیدہ) اور کبار اہل بیت لیے ہیں۔ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد لیے ہیں۔ (حکاہ عنہما ابو الحسن الماوردی رحمہ اللہ) اور انہیں دونوں سے مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ اور دونوں صحابہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

حضرت ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے بارے میں اسی کی مثل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۵۸، تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۴۰، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

جب اس کی اطلاع حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو فرمایا: خدا کی قسم ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل ٹھیک کہا اور خیر خواہی کی بات کی۔

ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عبد الرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض علماء آیۂ کریمہ

فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی. اس نے بڑی محکم گرہ تھامی۔

(پ۳۔ البقرہ ۲۵۶) (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ عروہ وثقی (مضبوط گرہ) سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ بعض نے ''اسلام'' بعض نے ''توحید'' کی شہادت بھی مراد لی ہے۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ آیۂ کریمہ

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا. اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔

(پ۱۴۔ النحل ۱۸) (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ''نِعْمَۃُ اللّٰہِ'' سے مراد حضور ﷺ ہیں اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

---

[1] اخرجہ ابن المنذر عن مجاہد وقتادہ رضی اللہ عنہما کما فی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۳۳

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

(پ۲۴، الزمر ۳۳) (ترجمہ کنزالایمان)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین رحمہم اللہ ''جَآءَ بِالصِّدْقِ'' سے حضور ﷺ مراد لیتے ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جس نے تصدیق کی وہ بھی وہی ہیں۔

صَدَّقَ کو غیر مشدد یعنی تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس سے حق کی تصدیق کرنے والے مومنین مراد ہیں اور ایک روایت میں حضرت ابوبکر ﷛ اور ایک روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مراد ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال مروی ہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ آیۂ کریمہ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. سن لو اللہ کی یاد ہی دلوں کا چین ہے۔

(پ۱۳، الرعد ۲۸) (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں کہتے ہیں ''ذکر اللہ'' سے مراد حضور ﷺ اور صحابہ کرام ﷡ ہیں۔

(تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۴۲، تفسیر ابن جریر جلد ۱۳ صفحہ ۹۸)

دوسری فصل

اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کو شاہد بنانا اور آپ ﷺ کی تعریف وثناء بیان کرنا

اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا. اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

(پ۲۲، الاحزاب ۴۵، ۴۶) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے اس آیۂ کریمہ میں قسم قسم کے مراتب جلیلہ اوصاف حمیدہ آپ ﷺ کی مدح میں بیان فرمائے۔ منجملہ یہ کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو شاہد (حاضر و ناظر) اپنی امت پر اپنی طرف سے تبلیغ رسالت کی بناء پر بنایا۔ یہ حضور ﷺ کی ہی خصوصیت ہے اور مبشر (بشارت وخوشخبری دینے والا) فرمانبرداروں کے لئے اور نذیر (ڈر سنانے والا) نافرمانوں کو اور داعی (بلانے والا) توحید الٰہی اور اس کی عبادت کی طرف

اور سراج منیر (چمکا دینے والا آفتاب) کہ حق کی (حق کے لئے) آپ ﷺ سے ہدایت لے ان اوصاف حمیدہ سے یاد کیا۔

ابن یسار رحمتہ اللہ علیہ سے بالا سناد مروی کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے ایک ملاقات میں دریافت کیا کہ مجھے حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کی خبر دیجئے۔

انہوں نے کہا: ضرور! خدا کی قسم تورات میں حضور ﷺ کی بعض ایسی صفتیں بیان کی گئی ہیں جن کا ذکر قرآن میں بھی ہے کہ اے نبی بیشک ہم نے آپ ﷺ کو شاہد مبشر نذیر اور بے پڑھوں کا محافظ بھیجا۔ آپ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں' میں نے تمہارا نام متوکل (اللہ پر بھروسہ کرنے والا) رکھا۔ نہ آپ ﷺ بدخلق' سخت دل' بازاروں میں چلانے والے اور نہ برائی کے بدلے برائی کرنے والے ہیں بلکہ عفوو درگزر اور بخشنے والے ہیں۔ اللہ ﷻ آپ ﷺ کی اس وقت تک ہرگز قبض روح نہ فرمائے گا جب تک آپ ﷺ کی وجہ سے لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کے ذریعہ باطل دین وملت کی درستگی نہ فرمادے۔ آپ کے سبب سے اللہ ﷻ اندھے' بہرے اور غافل دلوں کو کھولے گا۔ (صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۱۳)

اسی طرح عبداللہ بن سلام [1] وکعب احبار [2] سے بھی منقول ہے۔ بعض سندوں [3] سے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے یہ بھی آیا ہے۔ اور نہ بازاروں میں چلائیں گے اور نہ بے حیائی کو اپنا لباس بنائیں گے اور نہ یاوہ گوئی کریں گے' میں آپ ﷺ کو ہر خوبی سے آراستہ کرلوں گا اور ہر کمال وخوبی عطا کروں گا۔ تسکین کو آپ ﷺ کا لباس' نیکی کو آپ ﷺ کا شعار بناؤں گا۔ آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں تقویٰ رکھوں گا اور حکمت آپ ﷺ کی عقل' صدق ووفا آپ ﷺ کی طبیعت' عفو وخیر خواہی آپ ﷺ کا خلق' عدل آپ ﷺ کی سیرت' حق آپ ﷺ کی شریعت' ہدایت آپ ﷺ کا امام' اسلام آپ ﷺ کی ملت اور احمد آپ ﷺ کا اسم مبارک ہوگا۔ آپ ﷺ کے ذریعہ (لوگوں کو) گمراہی سے ہدایت دوں گا اور آپ ﷺ کے سبب جہالت کے بعد علم سکھاؤں گا اور آپ ﷺ کی وجہ سے گمنامی سے نکال کر بلند کروں گا اور آپ ﷺ کی وجہ سے غیر معروف کو مشہور کروں گا اور آپ کی وجہ سے کمی کے بعد زیادتی کروں گا' تنگی کے بعد فراخی دوں گا' جدائی کے بعد جمع کروں گا۔ باہم مختلف قلوب' منتشر خواہشوں اور بکھری ہوئی امتوں کے درمیان محبت ووِداد (ملاپ) پیدا کروں گا۔ آپ ﷺ کی اُمت کو بہتر اُمت بناؤں گا جو ان لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۹، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۵

[2] سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۴

[3] تفسیر ابن حاتم سورۃ الفتح عن وھب بن منبہ کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۳۴

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ان صفات و تعریف کی خبر دی جو توریت میں مذکورہ ہیں۔ (توریت میں مذکور ہے کہ) میرا بندہ احمد مختار ہوگا' جس کی پیدائش کی جگہ (مولد) مکہ مکرمہ اور ہجرت کا مقام مدینہ منورہ یا طیبہ ہوگا۔ آپ ﷺ کی اُمت اللہ ﷻ کی ہر حال میں بہت حمد کرنے والی ہو گی۔ (سنن داری جلد ۱ صفحہ ۵، طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۱)

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ. (پ ۹۔ الاعراف ۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

نیز فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ. (پ ۴۔ ال عمران ۱۵۹)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے لوگوں پر اپنے اس احسان کو یاد دلایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مومنین پر رحیم (مہربان) رؤف (کرم فرما) ہر ایک سے نرمی کرنے والا بنایا ہے۔ اگر ہم حضور ﷺ کو بد خلق اور سخت گو بناتے تو یقیناً یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے نکل جاتے لیکن اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو درگزر کرنے والا' سخی' نرم دل' خوش رو' نیکوکار اور بڑا مہربان بنایا۔ ایسا ہی ضحاک رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (پ ۲۔ البقرہ ۱۴۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابو الحسن قابلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اس آیت میں ہمارے نبی ﷺ کی فضیلت اور آپ ﷺ کی اُمت کی فضیلت ظاہر فرمائی ہے اور دوسری آیت میں مذکور ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ. (پ ۱۷۔ الحج ۷۸)

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول ﷺ تم پر گواہ ہو اور (اے امت محمد ﷺ) تم لوگوں پر گواہ بنو۔ اسی طرح اللہ ﷻ یہ بھی فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔ (پ۵ النساء ۴۱) (ترجمہ کنز الایمان)

اللہ ﷻ کا یہ فرمان "وَسَطًا" کے معنی عادل و پسندیدہ کے ہیں۔ اس طرح اس آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جس طرح ہم نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ اسی طرح ہم نے تم کو خاص کر کے فضیلت دی ہے۔ بایں طور کہ ہم نے تم کو عادل و پسندیدہ اُمت بنایا تا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے لئے ان کی اُمت پر تم گواہی دو اور یہ رسول تمہاری سچائی (صدق) کی گواہی دیں۔

ایک روایت میں ہے۔ اللہ ﷻ (روز محشر) جب انبیاء کرام علیہم السلام سے پوچھے گا کہ کیا تم نے تبلیغ کی؟ (میرا پیغام پہنچایا) انبیاء علیہم السلام جواب میں عرض کریں گے: ہاں۔ پھر ان کی اُمتیں کہیں گی۔ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا۔ تو اس وقت حضور ﷺ کی اُمت پیش ہو کر انبیاء علیہم السلام کی گواہی دے گی اور حضور ﷺ ان کو اس (الزام عدم بشیر و نذیر) سے پاک کریں گے۔ (صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۸)

بعض مفسرین یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ تم ہر اس شخص پر حجت ہو جو تمہاری مخالفت کرے اور یہ رسول اللہ ﷺ تم پر حجت ہیں۔ اس کو سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ. اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

(پ۱۱ یونس ۲) (ترجمہ کنز الایمان)

قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر میں حضرت قتادہ اور حضرت حسن اور حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ لَهُمْ یعنی اس سے مراد حضور ﷺ ہیں کہ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ (ابن جریر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۵۹)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد ان کی وہ مصیبت ہے جو ان کے نبی کے سبب سے دور ہوتی ہیں۔ (یعنی نبی کا وجود قدم صدق اور خوشی کا سبب ہوتا ہے کہ مصیبتیں ان کے وجود کی برکت سے دور ہوتی ہیں)۔ (تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۳۴۲)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے[1]

هِيَ شَفَاعَةُ نَبِيِّهِمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ شَفِيْعُ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ. وہ ان کے نبی محمد ﷺ کی شفاعت ہے کہ اللہ ﷻ کے حضور سچے سفارشی ہیں۔

[1] عن ابی مردویہ عن ابی سعید کمافی تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۳۴۲

سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ وہ پہلی رحمت ہے جو حضور ﷺ کے وجود گرامی میں ودیعت کی ہے اور محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صادقین وصدیقین کے امام، شفیع، مطاع اور ایسے سائل کہ جن کی بات مانی گئی، محمد ﷺ ہے۔ اس کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے سلمی ﷺ نے روایت کیا۔

تیسری فصل

اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کو کمال دلجوئی اور بڑے احسان کے ساتھ یاد کرنا

اللہ ﷻ کے حضور ﷺ پر لطف ومہربانی میں سے یہ آیت کریمہ بھی ہے:

عَفَا اللّٰہُ عَنکَ لِمَ اَذِنتَ لَھُم۔ اللہ تمہیں معاف کرے تم نے کیوں اذن دے دیا۔ (پ۱۰ التوبہ ۴۳) (ترجمہ کنز الایمان)

ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (اس آیت کی تفسیر میں) یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ ﷻ کا عَفَا اللّٰہُ عَنکَ سے کلام کی ابتداء کرنا اس کا قائم مقام ہے کہ اللہ ﷻ نے اصلاح کرتے ہوئے عزت عطا فرمائی۔

عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو پہلے اس سے کہ لغزش کی خبر دیں عفو کی خبر دی ہے۔ (تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۲۱)

حضرت ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اے سلیم القلب اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو عافیت دی ہے کیونکہ تم نے ان کو اذن دے دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو خطاب میں ابتداً کلام لِمَ اَذِنتَ سے کیا جاتا تو یقیناً یہ اندیشہ تھا کہ ہیبت کلام سے آپ ﷺ کا قلب مبارک شق ہو جاتا ہے لیکن اللہ ﷻ نے اپنی رحمت سے حضور ﷺ کو پہلے ہی عفو کی خبر دے دی حتیٰ کہ آپ ﷺ کو سکون قلب حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیوں آپ ﷺ نے انہیں تخلف (پیچھے رہنے) کی اجازت دے دی یہاں تک کہ عذر خواہی میں پتہ چل جاتا کہ کون صادق ہے اور کون کاذب۔

اس انداز خطاب میں اشارہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ جو اہل بصیرت ہیں ان پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ منجملہ اس کے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی قدر ومنزلت کی ہو اور آپ ﷺ کو بھلائی سے یاد کیا ہو، یہ ہے کہ اس کی کنہ کی معرفت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے قلب مبارک کی رگیں شق ہو جائیں۔

نفطویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (فافہم) لوگ یہ گمان کرنے لگے ہیں کہ اس آیت میں (معاذ اللہ) اللہ ﷻ نے عتاب فرمایا ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ اس سے بَری ہیں بلکہ حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا۔ پس جب حضور ﷺ نے ان کو اذن دے دیا تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا کہ اگر آپ ﷺ ان کو اذن نہ دیتے تو یقیناً یہ لوگ اپنے نفاق کی وجہ سے گھر میں ہی بیٹھے رہتے۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی خبر دے دینا ہے کہ ان کو اذن دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (البتہ اگر اذن نہ دیتے تو نفاق علی الاعلان آشکارا ہو جاتا۔ مترجم غفرلہ)

فقیہہ قاضی (ابو الفضل عیاض" اللہ ﷻ ان کو توفیق دے) فرماتے ہیں کہ اس مسلمان پر جو اپنے نفس پر مجاہدہ کرتا ہے اور اس کے اخلاق (عادات) زمام شریعت کے تابع ہیں واجب ہے کہ قرآنی آداب سے اپنے قول و فعل، معاملات اور محاورات میں ادب سیکھے کیونکہ ادب ہی معرفت حقیقی کی کُنہ ہے اور ادب ہی دینی و دنیاوی گلدستہ ہے۔ اس بے مثال مہربانی پر خوب غور و فکر کرے۔ جو سوال میں اس رب الارباب (مالک الملک اللہ ﷻ) جو کائنات پر بے شمار انعام کرتا ہے اور ہر ایک سے بے نیاز ہے کی جانب سے ہے اور ان فوائد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اس میں پنہاں ہیں اور سمجھے کہ کس طرح اظہار ناپسندیدگی (عتاب) سے پہلے لطف و کرم کے ساتھ کلام کی ابتداء فرماتا ہے۔ اگر یہاں بالفرض (معاذ اللہ) کوئی گناہ ہو بھی تو گناہ کے ذکر سے پہلے عفو و بخشش کا ذکر کر کے محبت و انسیت کی باتیں کی ہیں۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَلَوْ لَا اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلاً.	اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔
(پ۱۵۔ اسراء ۷۴)	(ترجمہ کنز الایمان)

بعض متکلمین کہتے ہیں۔ انبیاء (سابقین) علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی لغزشوں کے بعد اللہ ﷻ نے عتاب فرمایا ہے لیکن ہمارے نبی ﷺ کو لغزش کے واقعہ ہونے سے پہلے عتاب کیا ہے تاکہ اس کے صدور میں سخت رکاوٹ ہو جائے اور شرائط محبت کی حفاظت بھی ہو۔ (حضور ﷺ پر اللہ ﷻ کا) یہ انتہائی لطف و کرم ہے۔

اس کے بعد اس پر نظر و فکر کرو کہ عتاب اور اس کے خوف کے ذکر سے کہ آپ ﷺ اس کی طرف مائل ہوں، کس طرح اللہ ﷻ نے ثبات و سلامتی کا ذکر کیا ہے۔ دوران عتاب ہی میں برأت اور تخویف کے مابین آپ ﷺ کا مامون و محفوظ ہونا آپ کی بڑی بزرگی ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ فرماتا ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ. ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے۔
(پ۷۔ الانعام ۳۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اس کی تفسیر میں حضرت علی مرتضیٰ ﷜ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ "ہم تم کو تو نہیں جھٹلاتے لیکن جو تم لائے ہو اس کی ہم تکذیب کرتے ہیں۔" اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ کی قوم نے حضور ﷺ کو جھٹلایا تو اس پر آپ ﷺ کو حزن وملال ہوا۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کس چیز کا غم کرتے ہیں؟

فرمایا: مجھ کو میری قوم نے جھٹلایا ہے۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی: یہ کفار دل میں خوب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ سچے ہیں۔

اللہ ﷻ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔ اس آیہ کریمہ میں یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ ﷻ تسلی دیتا ہے اور خطاب میں یہ مہربانی فرماتا ہے کہ آپ ﷺ پر یہ بات ثابت کروں کہ آپ ﷺ ان کے نزدیک سچے ہیں، وہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے نہیں۔ قول واعتقاد میں آپ ﷺ کے صدق کے اقراری ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کے اظہار نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو "امین" کہا کرتے تھے۔ اس کلام کے ذریعہ اللہ ﷻ نے آپ کے اس غبار خاطر کا ازالہ فرمایا ہے، جو قوم کے انکار وتکذیب سے پیدا ہو گیا تھا۔ پھر کفار کی برائی بیان کی اور ان کو منکر، ظالم قرار دیا۔ (یہ مزید آپ ﷺ پر لطف وکرم ہے) جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ. بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔
(پ۷۔ الانعام ۳۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو اس سے بری کر دیا اور آیات الٰہیہ کی تکذیب اور اس سے دشمنی وعناد کا طوق ان (کفار) کو پہنا دیا۔ درحقیقت جحد وانکار اسی طرح ہوتا ہے کہ معلوم شے سے انکار کر دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ط اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے۔
(پ۱۹۔ النمل ۱۴) (ترجمہ کنزالایمان)

پھر اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو عزت دی اور آپ ﷺ سے وحشت اس طرح دور کی کہ پہلے لوگوں کا حال بیان کیا' پھر ان پر غلبہ ونصرت کا وعدہ فرمایا۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ. اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے۔

(پ۷۔ الانعام ۳۴) (ترجمہ کنز الایمان)

بعض قاریوں نے گزشتہ آیہ کریمہ میں "لَا يُكْذِبُوْنَ" کو تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ اس طرح اس کے یہ معنی ہوتے ہیں: "تم کو جھوٹا نہیں پاتے۔" فراء و کسائی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ "کفار یہ نہیں کہتے کہ تم جھوٹے ہو۔"

اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ "آپ ﷺ کے کذب پر دلیل نہیں لاتے اور نہ اس کو ثابت ہی کرتے ہیں۔" اور جن قاریوں نے اس کو مشدد پڑھا ہے ان کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ "تم کو جھوٹ کی نسبت نہیں کرتے۔" بعض کہتے ہیں کہ "آپ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کا ان کو اعتقاد نہیں۔"

حضور ﷺ کی خصوصیات اور اللہ ﷻ کا بھلائی سے یاد فرمانے کے بارے میں سے ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اللہ ﷻ نے تمام نبیوں کو ان کے ناموں سے مخاطب کیا اور ان کو "يَا آدَمُ" "يَا نُوْحُ" "يَا اِبْرَاهِيْمُ" "يَا مُوْسٰى" "يَا دَاوٗدُ" "يَا عِيْسٰى" "يَا زَكَرِيَّا" "يَا يَحْيٰى" کہہ کر پکارا لیکن حضور ﷺ کو "يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ" "يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ" "يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ" "يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" سے خطاب کیا' نام لے کر مخاطب نہ فرمایا۔

چوتھی فصل

اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کے مراتب عالیہ کی قسم یاد فرمانا

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ. اے محبوب تمہاری جان کی قسم' بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

(پ۱۴۔ الحجر ۷۲) (ترجمہ کنز الایمان)

مفسرین کرام رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کی عمر مبارک (حیات شریف) کی قسم کھائی ہے۔ "عمر" اصل میں عین کے ضمہ (پیش) سے ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے فتح (زبر) دیا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ

وَبَقَائِکَ یَا مُحَمَّد (صلی اللہ علیک وسلم) اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ کی بقاء کی قسم۔

اور ایک روایت میں وَعَیْشِکَ (آپ ﷺ کی زندگی کی قسم) اور وَحَیَاتِکَ بھی آیا ہے۔ اس میں حضور ﷺ کی انتہائی تعظیم اور بے حد و غایت اکرام و شرف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا ذَرَأَ وَمَا بَرَأَ نَفْسًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا سَمِعْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی اُقْسِمُ بِحَیَاتِ اَحَدٍ غَیْرِہٖ [1]

اللہ ﷻ نے کسی مخلوق کو حضور ﷺ سے بڑھ کر اپنی بارگاہ میں مکرم پیدا نہیں کیا اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے سوا کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔

ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہ کھائی کیونکہ حضور ﷺ بارگاہ الٰہی میں ساری مخلوق سے زیادہ مکرم ہیں۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ۔ یٰسٓ۔ حکمت والے قرآن کی قسم

(پ ۲۲۔ یٰسین ۱،۲) (ترجمہ کنزالایمان)

کلمہ "یٰسٓ" کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں۔ ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی بارگاہ میں میرے دس نام ہیں۔ ان میں طٰہٰ اور یٰسٓ بھی ہیں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۷)

ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یٰسٓ سے مراد یَا سَیِّدُ ہے، جس کے ساتھ حضور ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یٰسٓ سے "یَا اِنْسَانُ" مراد لیتے ہیں [2] اور اس سے حضور ﷺ (مراد نہیں)۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ قسم ہے اور اسماء الٰہی میں سے یٰسٓ بھی ایک نام ہے۔ [3]

زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ اس کے معنی یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیک وسلم ہیں اور بعض نے یَا رَجُلُ (اے مرد) بھی کہا ہے اور ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یَا مُحَمَّدُ مراد لی ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۶۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۸۸

[2] تفسیر درمنثور جلد ۷ صفحہ ۴۱ (۳) تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۹۷

کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یٰسٓ قسم ہے کہ اللہ ﷻ نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے آپ کی قسم کھائی۔ یعنی یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیک وسلم اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ.
(اے محبوب بیشک تم رسولوں میں سے ہو)

پھر فرمایا:

وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِo اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَo حکمت والے قرآن کی قسم تم رسولوں میں سے ہو۔ (پ۲۳۔یٰس ۲،۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اگر یہ تقدیر لی جائے کہ یٰسٓ آپ کے ناموں میں سے ہے اور یہ کہ یٰسٓ آپ کی قسم ہے تو اس میں آپ کی گزشتہ زمانہ کی تعظیم ہوگی اور دوسری قسم پہلی قسم پر عطف کر کے تاکید مزید ہو جائے گی۔

اور اگر یہ تقدیر لی جائے کہ یٰسٓ کے معنی میں نداء کے ہیں تو اس صورت میں دوسری قسم آپ ﷺ کی رسالت کی تحقیق میں ہو جائے گی جو کہ آپ کی ہدایت کی شہادت میں وارد ہے۔

خلاصہ مراد یہ کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کے نام و کتاب کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں کہ بندوں کی طرف پیام الٰہی پہنچاتے ہیں۔

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. یعنی آپ اپنے ایمان سے ایسی سیدھی راہ پر ہیں کہ جس میں نہ ٹیڑھ ہے نہ حق سے عدول۔
(پ۲۲۔یٰس ۴) (ترجمہ کنزالایمان)

نقاش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کتاب مجید میں اللہ ﷻ نے کسی نبی کی رسالت کی قسم نہیں کھائی سوائے حضور ﷺ کے۔ اس میں حضور ﷺ کی بڑی تعظیم وتوقیر ہے۔ یہ تکریم اس تقدیر (تاویل) کی بناء پر ہے جس نے یٰسٓ سے "یَا سَیِّدُ" مراد لیا ہے۔

اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ. واقعتاً میں اولاد آدم کا سردار ہوں' یہ میں فخر سے نہیں کہتا۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۸۲)

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ. مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (پ۳۰۔البلد ۱،۲) (ترجمہ کنزالایمان)

بعض نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے باہر تشریف لے جانے کے بعد میں اس شہر کی قسم نہیں

کھاتا ہوں۔اس کو مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ لَآ زائد ہے۔یعنی میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی کہ آپ ﷺ اس میں رونق افروز ہیں۔آپ ﷺ کے لئے حلال ہے جو کچھ آپ ﷺ نے اس میں کیا ہے۔ان سب کے نزدیک اَلْبَلَدُ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یعنی ہم اس شہر کی قسم کھاتے ہیں جس میں زندگی (حیات ظاہری) میں قیام فرما کر اس کو مشرف کیا اور بعد وصال (حیات باطنی) اپنی برکتوں سے اس کو نوازا یعنی مدینہ منورہ۔

اول توجیح زیادہ درست ہے کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اور مابعد کی دوسری توجیح کو اللہ ﷻ کا فرمان ''حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ'' اس کی تصحیح کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان ''بِھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ'' (التین ۳) کی تفسیر میں ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے قیام کی وجہ سے اس شہر کو مامون بنایا کیونکہ آپ ﷺ کا ہونا ہی امن ہے، جہاں بھی آپ ﷺ رونق افروز ہوں۔اس کے بعد اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ٥ — اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔ (پ البلد ۳) (ترجمہ کنز الایمان)

جو شخص یہ مراد لیتا ہے کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں تو یہ ایک عام بات ہے اور بعض حضرات ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد مراد لیتے ہیں۔

(لیکن بات یہ ہے کہ) انشاء اللہ ﷻ یہ آیت حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر رہی ہے کیونکہ یہ سورۂ مبارکہ دو مقامات پر حضور ﷺ کی قسم پر مشتمل ہے۔

اور اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

الٓمّٓ ٥ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْہِ — وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ (پ۱ البقرۃ ۱،۲) (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حروف قسم کے ہیں کہ اللہ ﷻ نے ان سے قسم کھائی ہے۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۶۸، تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۵۵)

ان سے اوران کے علاوہ دوسروں سے اور بھی اقوال مروی ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ الف سے اللہ ﷻ لام سے جبریل علیہ السلام میم سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ اسی روایت کو سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ مگر اس کی نسبت حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نہیں کی ہے۔ اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اللہ ﷻ نے جبریل علیہ السلام کو حضور ﷺ پر اس قرآن کے ساتھ اتارا جس میں کوئی شک نہیں۔

پہلی توجیہ احتمالِ قسم پر معنی یہ ہوں گے۔ بے شک یہ کتاب حق ہے کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ پھر اس میں یہ فضیلت ہے کہ آپ ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ کے فرمان

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ. (پ۲۶۔ ق۱) عزت والے قرآن کی قسم۔ (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب محمد ﷺ کے قلب کی قوت کی قسم اس لئے کھائی کہ وہ خطاب اور مشاہدہ کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے۔ درانحالیکہ یہ امر اپنے علوِ شان کے لحاظ سے مشکل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قٓ قرآن کا نام ہے۔ بعض اللہ ﷻ کا نام کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک ایسا پہاڑ ہے جو کُل زمین کو محیط ہے اور اس کے سوا اور بہت سے اقوال ہیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى. اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ (پ۲۷۔ النجم۱) (ترجمہ کنزالایمان)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وَالنَّجْمِ سے مراد حضور ﷺ ہیں اور فرمایا کہ نجم (ستارہ) حضور ﷺ کا قلب مبارک ہے۔ ھَوٰی (کی تفسیر میں کہا) کہ انوار الٰہی سے کھل گیا اور کہا کہ غیر اللہ سے (آپ کا دل) جدا ہو گیا۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ کے فرمان

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ. اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی قسم۔ (پ۳۰۔ الفجر۱،۲) (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ فجر سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ آپ ہی سے ایمان (کا اجالا) پھوٹ کر نکلتا ہے۔

پانچویں فصل

اللہ ﷻ کا اس مقام و مرتبہ کی قسم یاد فرمانا جو بارگاہِ الٰہی میں حضور ﷺ کو حاصل ہے

اللہ ﷻ فرماتا ہے: وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ۝ وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ۝ اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى ۝ فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ۝ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۝ (پ۳۰۔ الضحیٰ)

اس سورۂ مبارکہ کی شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ حضور ﷺ نے کسی عذر کی بناء پر رات کے قیام کو ترک کر دیا تھا۔ اس پر ایک عورت (نازیبا) باتیں کہنے لگی تھی۔

بعض نے کہا کہ مشرکین نے تاخیرِ نزولِ وحی پر طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دی تھیں۔ (صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۶)

اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ (ترمذی جلد ۵ صفحہ ۱۱۲)

فقیہہ قاضی ابوالفضل (عیاض) "اللہ ﷻ ان کو توفیق دے" نے فرمایا: یہ سورۂ مبارکہ حضور ﷺ کی خاص قدر و منزلت اور عظمت و شان پر جو بارگاہِ الٰہی سے عنایت ہوئی تھیں، چھ وجہوں پر مشتمل ہے۔

اول یہ کہ اللہ ﷻ نے قسم کے ساتھ آپ ﷺ کے حال کو بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا:

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى۔ (پ۳۰۔ الضحیٰ ۱۔۲)
قسم ہے چہرۂ انور اور زلفِ عنبریں کی جبکہ وہ ڈھلک کر آ جائے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی ربِ ضحیٰ کی قسم۔ یہ بزرگی کے اعظم درجات میں سے ہے۔

دوم یہ کہ بارگاہِ الٰہی میں آپ ﷺ کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ فرماتا ہے:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ (پ۳۰۔ الضحیٰ ۳)
تمہارے رب نے تمہیں نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی نہ آپ کو ترک کیا اور نہ مبغوض جانا۔

اور بعض نے کہا کہ آپ ﷺ کو پسند کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نہ چھوڑا۔

سوم یہ فرمایا:

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ط بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

(پ۳۰ الضحیٰ ۴) (ترجمہ کنزالایمان)

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ ﷺ کا حال آپ ﷺ کے انجام کار میں اللہ ﷻ کے نزدیک اس سے بڑا ہے جو دنیا میں آپ ﷺ کو عزت و کرامت مرحمت فرمائی ہے۔

سہل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو کچھ شفاعت اور مقام محمود کا ہم نے آخرت میں ذخیرہ رکھا ہے وہ آپ ﷺ کے لئے اس سے بہتر ہے جو ہم نے آپ ﷺ کو دنیا میں عطا فرمایا۔

چہارم میں یہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ط اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

(پ۳۰ الضحیٰ ۵)

یہ آیہ کریمہ دونوں جہان میں بہت سی بزرگیوں، قسم قسم کی نیک بختیوں اور طرح طرح کے انعام و اکرام کے لئے جامع و مکمل ہے۔

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ ﷻ آپ ﷺ کو دنیا میں فراخی اور آخرت میں ثواب سے راضی کرے گا۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ کو حوض کوثر اور شفاعت عطا فرمائے گا۔

اہل بیت نبوت علی جدہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض علماء نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں اس سے زیادہ امید افزا کوئی آیت ہے ہی نہیں اور رسول اللہ ﷺ اس بات سے راضی ہوں گے ہی نہیں کہ آپ ﷺ کا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہ جائے۔ (الحلیۃ لابی نعیم، مسند الفردوس للدیلمی کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۳۷)

پنجم یہ کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر جو انعام و اکرام فرمائے ہیں ان کو شمار کرایا ہے اور آخر سورت تک اپنی جانب سے اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے آپ ﷺ کو ہدایت یا آپ ﷺ کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی۔ بر بنائے اختلاف تفاسیر۔ اور آپ ﷺ کے پاس مال نہ تھا، مال دے کر آپ ﷺ کو غنی کر دیا یا آپ ﷺ کے قلب میں قناعت پیدا کر کے آپ ﷺ کے دل میں غنا ڈال دیا اور آپ ﷺ کو یتیم پایا تو آپ ﷺ کے چچا کو مہربان کر کے ان کے گھر میں آپ ﷺ کو سکونت کرا دی۔

بعض نے کہا کہ آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے اپنی طرف رجوع کرا دیا۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ کو بے مثل پایا تو اپنا بنالیا۔ بعض اس طرح تفسیر بیان کرتے ہیں کہ "کیا آپ ﷺ کو نہ پایا کہ آپ ﷺ کے سبب گمراہوں کو ہدایت دی اور فقیر کو آپ ﷺ کے سبب غنی کیا اور یتیم کو آپ ﷺ کے سبب جائے

پناہ ملی۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں۔"

اور معروف ومشہور تفسیروں کے مطابق یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کسی حال میں نہ چھوڑا۔ خواہ آپ ﷺ کی صغر سنی (بچپنا) ہو یا آپ ﷺ کے افلاس ویتیمی کی حالت ہو۔ قبل اس کے کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو پہچانیں نہ آپ ﷺ کو چھوڑا اور نہ آپ ﷺ کو دشمن بنایا۔ تو بھلا اب جبکہ آپ ﷺ کو مرتبہ خصوصی مرحمت فرمایا اور اپنا پسندیدہ بنالیا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

ششم یہ کہ اللہ ﷻ نے جو نعمتیں آپ ﷺ پر کی ہیں ان کے اظہار کا حکم دیا اور جو بزرگیاں آپ ﷺ کو مرحمت ہوئی ہیں ان کے شکر پذیر ہونے اور اعلان کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کے ذکر کو اس آیت سے مشہور کیا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ. اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(پ۳۰۔ الضحیٰ ۱۱) (ترجمہ کنزالایمان)

نعمت کا شکر یہی ہے کہ اس کی تحدیث یعنی چرچا کیا جائے کہ یہ حکم حضور ﷺ کے لئے تو خاص ہے لیکن اُمت کے لئے عام ہے۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (الٰی قولہ تعالٰی) لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى. اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے (یہاں تک کہ) بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(پ۲۷۔ النجم ۱تا۱۸) (ترجمہ کنزالایمان)

النجم کی تفسیر میں مفسرین کے بکثرت اقوال مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ "النجم" اپنے ظاہری معنی پر ہے اور یہ کہ اس سے مراد قرآن ہے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قلب محمد ﷺ ہے اور یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی قسم اور کچھ تم نے جانا اور وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔ خوب چمکتا تارا۔

(پ۳۰۔ الطارق ۱۔۲۔۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اس میں بھی النجم سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا۔

یہ آیات کریمہ حضور ﷺ کے فضل وشرف میں اس حد تک پہنچتی ہیں کہ کوئی عدد اس کو گھیر نہیں

سکتا۔ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کی ہدایت اور خواہشات نفسانی کے اتباع سے بچنے' سچائی اور تلاوت قرآن اور یہ کہ یہ کتاب اللہ ﷻ کی ایسی وحی ہے جو آپ ﷺ کی طرف جبریل علیہ السلام لے کر آئے جو مضبوط طاقت والا ہے' کی قسم کھائی ہے۔

پھر اللہ ﷻ نے آپ کی فضیلت میں واقعہ معراج اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے اور جو کچھ قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں ان کی خبر دے کر آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے اور سورۂ اسریٰ کے شروع میں بھی اللہ ﷻ نے اس پر متنبہ کیا ہے اور جو کچھ حضور ﷺ پر عالم جبروت کا مکاشفہ اور عجائب ملکوت کا مشاہدہ ہوا ہے' ایسا ہے کہ جس کو نہ کوئی عبارت احاطہ کر سکتی ہے اور نہ ادنیٰ سامع کی عقول عامہ طاقت رکھتی ہیں۔ اس لئے اللہ ﷻ نے اس کو ایسے اشارہ و کنایہ سے بیان کیا ہے جو تعظیم پر دلالت کرے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى. وحی فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی۔

(ترجمہ کنز الایمان) (پ۲۷۔ النجم ۱۰)

اس قسم کے کلام کو پرکھنے والے بُـلَـغَـاء وحی و اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایجاز کا یہ اعلیٰ درجہ ہے اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى. بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(ترجمہ کنز الایمان) (پ۲۷۔ النجم ۱۸)

جو وحی فرمائی گئی اس کی تفصیل سمجھنے سے عقلیں ماند' ان آیات کبریٰ کی تعین میں فہمیں عاجز۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اس پر مشتمل ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات و صفات پاک و منزہ ہے اور شب معراج آپ ﷺ کی ذات کو ہر آفت سے محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ کے قلب مبارک' آپ ﷺ کی زبان اقدس اور آپ ﷺ کے اعضاء کو پاک کر دیا۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (جو آنکھ نے دیکھا اس کو دل نے نہ جھٹلایا) سے آپ کا قلب مبارک اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں) سے آپ ﷺ کی زبان اقدس اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی) سے آپ ﷺ کی چشم انور کی حالت و کیفیت اللہ ﷻ نے بیان فرمائی۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝

(پ۳۰۔ التکویر ۱۵ تا ۲۵)

تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں، سیدھے چلیں، تھم رہیں (تا) اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

لَآ اُقْسِمُ اَیْ اُقْسِمُ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ. یعنی لَآ اُقْسِمُ سے مطلب یہ ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں، بیشک یہ عزت والے رسول کا پڑھا ہوا ہے جو بھیجنے والے (اللہ ﷻ) کے نزدیک کریم ہیں۔ ذِیْ قُوَّةٍ قوت والے ہیں اس پہنچانے میں جو آپ ﷺ پر وحی کے ذریعہ بار ڈالا جائے۔ مَكِیْنٍ یعنی اللہ ﷻ کے نزدیک آپ ﷺ بڑے درجہ والے بلند مقام ہیں۔ مُطَاعٍ ثَمَّ یعنی آسمان پر مطاع و متبوع ہیں کہ آپ ﷺ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اَمِیْنٍ یعنی آپ ﷺ وحی کے امانت دار ہیں۔

علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ سے اس جگہ پر حضور ﷺ مراد ہیں اور بعد کی تمام صفتیں آپ ﷺ کے لئے ہیں۔ دوسروں نے کہا: اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں، اس بناء پر بعد کی تمام صفتیں ان کی ہوں گی۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ (بیشک انہوں نے اس کو دیکھا) یعنی حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایک روایت میں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا یا جبریل علیہ السلام کو ان کی اپنی صورت میں دیکھا۔ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ.[1] (پ ۳۰ التکویر ۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں (ترجمہ کنزالایمان)

ظَنِیْنٍ کو اگر ظاء سے پڑھا جائے تو اس کے معنی متہم کے ہوں گے اور ضاد سے پڑھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ "آپ ﷺ لوگوں کو دعوت و تذکیر اور علم و حکمت کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔" یہ صفت بالاتفاق حضور ﷺ کی ہے۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

نٓ. وَالْقَلَمِ. (پ ۲۹ القلم ۱) قلم کی قسم۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے ان آیات کریمہ میں جو بھی بڑی قسم کھائی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کی پاکی بیان کی جائے جس کو کفار آپ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپ کی وہ تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ ﷻ نے محبت کی باتیں کر کے مسرور کیا اور آپ کی امیدوں کو فراخ کیا۔ اپنے اس خطاب میں یہ فرمایا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ. تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔
(پ ۲۹ القلم ۲) (ترجمہ کنزالایمان)

یہ آیتیں آپ ﷺ کے خطاب میں انتہائی لطف و مہربانی کی حامل ہیں اور بولنے میں اعلیٰ درجہ کے آداب کا لحاظ ہے۔ اس کے بعد اللہ ﷻ نے ان دائمی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی جو آپ ﷺ پر

[1] اصل کتاب الشفاء میں بظنین (بالظاء) مرقوم ہے، لیکن ہمارے اطراف میں بضنین (بالضاد) ہے۔ (مترجم)

اس کی بارگاہ میں ہے اور وہ غیر منقطع ثواب بتائے جس کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ یہ سب کچھ احسان جتلانے کے لئے نہیں۔ کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ. اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے۔

(پ۲۹ القلم ۳) (ترجمہ کنز الایمان)

پھر آپ ﷺ کی ان باتوں سے تعریف کی جو آپ ﷺ کو مرحمت فرمائی اور بتلائی ہیں اور آپ ﷺ کی عظمت کو دوبالا کرنے کے لئے دو حرف تاکید سے کلام کو مستحکم کیا اور فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. اور بیشک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

(پ۲۹ القلم ۴) (ترجمہ کنز الایمان)

"خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کی تفسیر میں بعض نے کہا قرآن اور بعض نے اسلام اور بعض نے آپ ﷺ کی عادت کریمہ مراد لی ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا ارادہ ہی نہیں مگر جو اللہ ﷻ چاہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے حسن قبول کی تعریف کی ہے کہ آپ ﷺ کی طرف نعمتیں ارسال کر کے آپ ﷺ کو وہ فضیلت مرحمت فرمائی جو آپ ﷺ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی فطرت میں ہی مہربانی ہے۔ پس پاک ہے اس مہربان بخشش کرنے والے احسان کرنے والے بہت سخی (خدا) کی جس نے بھلائی اور ہدایت آپ کی ﷺ خُو بُو کر دی۔ پھر اس کے کرنے والے کی تعریف کی اور اس پر اس کو جزا دی۔ پاک ہے خدا کی اس کی بخشش کیا ہی عام ہے اور اس کی مہربانیاں کس قدر وسیع ہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ کو کفار کی بدگوئیوں پر تسلی دی کہ اس پر ان کو عذاب کا وعدہ دیا اور اس طرح ان کو ڈرایا۔

فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ o بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ o اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ o (پ۲۹ القلم ۷)

تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا۔ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

پھر آپ ﷺ کی مدح و ثناء کے بعد آپ ﷺ کے دشمنوں کی مذمت کو عطف کر کے ان کی بری خصلتوں کو بیان کیا' ان کے معائب شمار کئے' اس میں آپ ﷺ کی فضیلت پیوست کی اور اپنے نبی ﷺ

کی نصرت وحمایت فرمائی اوران کی دس سے زائد برائیاں بیان کیں اور یہ فرمایا:

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ٥ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ٥ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ٥ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ ۢ بِنَمِيْمٍ٥ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ٥ عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ٥ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ٥ (پ۲۹ القلم ۸تا۱۵)

تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا' وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کروتو وہ بھی نرم پڑجائیں اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل' بہت طعنے دینے والا' بہت اِدھر اُدھر کی لگاتے پھرنے والا' بھلائی سے بڑا روکنے والا' حد سے بڑھنے والا گنہگار درشت خو' اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا' اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے' جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں' کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔" (ترجمہ کنزالایمان)

پھر اللہ ﷻ نے اپنی اس سچی وعید کو بیان کرنے کے بعد اس پر ختم کیا کہ:

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ٥ قریب ہے کہ ہم اس کی سؤر کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔ (پ۲۹ القلم ۱۶) (ترجمہ کنزالایمان)

پس اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کی مدد کرنا' آپ ﷺ کے خود اپنے آپ ﷺ پر مدد کرنے کی نسبت سے بڑھ کر پوری مدد ہے اور اللہ ﷻ کا آپ ﷺ کے دشمنوں بدگوؤں کا رد کرنا بنسبت آپ ﷺ کے رد کرنے کے بہت زیادہ سخت ہے اور یہ بات حضور ﷺ کی فضیلت میں بہت زیادہ ثابت ہے۔

چھٹی فصل

اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کو مورد شفقت وکرم بنانا

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

طٰهٰ ٥ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى٥ اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ (پ۱۶ طٰہٰ ۲) (ترجمہ کنزالایمان)

طٰـهٰ کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کے ناموں سے ایک نام ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اللہ ﷻ کا اسم ہے اور بعض نے اس کے معنی یَا رَجُلُ (اے مرد) اور یَا اِنْسَان کہے ہیں اور یہ بھی

کہا گیا کہ یہ حروف مقطعات ہیں جو چند معنی میں ہیں۔

چنانچہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یَا طَاهِرُ یَا هَادِیُ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ (طہ) اور (حا) سے کنایہ ہے یعنی زمین پر اپنے دونوں قدموں سے کھڑے ہو جایئے اور ایک قدم پر اعتماد کر کے اپنی جان کو مشقت میں نہ ڈالئے۔ (واللہ اعلم) کیونکہ اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ اے محبوب ہم نے یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ آپ ﷺ مشقت میں پڑیں۔

یہ آیہ کریمہ اس وقت اتری جبکہ حضور ﷺ بیداری اور قیام لیل میں بڑی مشقت اٹھاتے تھے جیسا کہ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے بالاسناد یہ حدیث مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز پڑھتے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دوسرا پاؤں اٹھا لیتے تھے۔ اس پر اللہ ﷻ نے طٰہٰ نازل فرمائی۔

یعنی اے محبوب آپ ﷺ زمین پر پاؤں رکھئے ہم نے یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ ﷺ مشقت میں پڑ جائیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں، یہ سب کچھ آپ ﷺ کے اعزاز و اکرام اور خیر خواہی میں ہے۔

اگر ہم طٰہٰ کو حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام مانیں، جیسا کہ منقول ہے یا اس کو قسم گردانیں تو یہ فعل ماقبل سے ملحق ہوگا۔

اسی طرح آپ ﷺ پر شفقت و عنایت میں سے اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا. (پ۱۵۔ الکہف۶)

تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی اے محبوب کیا آپ ﷺ اپنی جان کو غضب، غصہ یا گھبراہٹ سے ہلاکت میں ڈال دیں گے اور اسی طرح اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ. (پ۱۹۔ الشعراء۳)

کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

پھر ارشاد فرمایا:

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ○ (پ۱۹۔ الشعراء۴)

اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے رہ جائیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یہ بھی اسی قبیل میں ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○

(پ ۱۴۔ الحجر ۹۴ تا ۹۹)

علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو بے شک ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ تو جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو۔ اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں ہو۔

(ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ.

(پ ۷۔ الانعام ۱۰)

اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا۔

(ترجمہ کنزالایمان)

مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اس ذکر سے آپ ﷺ کو تسلی دی اور مشرکوں کی سختیوں پر آپ ﷺ کو قوت برداشت مرحمت فرمادی اور آپ ﷺ کو خبردار کر دیا کہ جو (بدنصیب) شخص آپ ﷺ پر زیادتی کرے گا اس پر ایسا ہی عذاب ہوگا جیسا آپ ﷺ سے پہلے رسولوں کے مکذبین (جھٹلانے والوں) پر ہوا ہے اور اسی تسلی و تشفی کی مثل اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ.

(پ ۲۲۔ فاطر ۴)

اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

اور اسی باب میں یہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے:

كَذٰلِكَ مَا اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ.

(پ ۲۷۔ الذٰریٰت ۵۲)

یوں ہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

(ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو گزشتہ امتوں کے احوال کی خبر دے کر عزت افزائی فرمائی کہ آپ ﷺ سے پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ماجرا ہوا اور نبیوں کو بھی اسی طرح آزمایا گیا تھا۔ اللہ ﷻ نے

آپ ﷺ کو بھی کفار مکہ کی آزمائشوں پر اس طرح تسلی دی اور یہ کہ یہ آزمائشیں آپ ﷺ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ اس کے بعد اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو خوش کر کے اس کا سبب بتا دیا۔

چنانچہ اللہ ﷻ فرماتا ہے۔

- فَتَوَلَّ عَنْهُمْ. (پ۲۷۔الذّٰرِیٰت ۵۴) "یعنی آپ ان سے منہ پھیر لیجئے۔" (ترجمہ کنزالایمان)

فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ. (پ۲۷۔الذّٰرِیٰت ۵۴) "اب آپ پر کچھ الزام نہیں۔" (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی ادائے رسالت اور اپنی تبلیغ میں جو آپ ﷺ کے سپرد کی گئی ہے اب آپ ﷺ پر کوئی ملامت نہیں۔ اسی طرح یہ بھی اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ۝ اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

(پ۲۷۔الطور ۴۸) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی آپ ﷺ ان کی ایذا پر صبر کریں کیونکہ آپ ﷺ تو ہماری نگہداشت میں ہیں۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اس طرح بکثرت آیات میں تسلی دی ہے۔

ساتویں فصل

اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کی قدر و منزلت اور فضائل کی خبر دی

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (پ۳۔ال عمران ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے اور تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے

اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ابوالحسن قابلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو ایسی فضیلت کے ساتھ خاص کیا جو آپ ﷺ کے سوا کسی کو مرحمت نہ فرمائی اور اس کو اس آیت میں ظاہر بھی فرمادیا۔

مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے وحی کے ذریعہ عہد لیا اور کوئی نبی علیہ السلام ایسا نہ بھیجا کہ اس نے حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف نہ کی ہو۔ ان سے عہد لیا کہ اگر تم حضور ﷺ کا زمانہ پاؤ تو بالضرور حضور ﷺ پر ایمان لانا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس عہد کو اپنی قوم پر بیان کرکے ان سے بھی یہ عہد لیں کہ وہ اپنے بعد والوں کو اس کو بیان کرتے رہیں۔ اللہ ﷻ کا ارشاد ثُمَّ جَآءَ کُمْ یہ حضور ﷺ کے ہم زمانہ اہل کتاب کو خطاب ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے آدم علیہ السلام سے لے کر ان کے بعد والے کسی نبی علیہ السلام کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ حضور ﷺ کے بارے میں ان سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر آپ ﷺ اس حال میں تشریف لائیں کہ تم زندہ ہو تو آپ ﷺ پر ضرور ایمان لانا اور آپ ﷺ کی ضرور مدد کرنا اور فرمایا یہی عہد اپنی قوم سے بھی لینا۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۳۶)

اسی طرح سُدی اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے بھی آیتوں کی تفسیر میں مروی ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے حضور ﷺ کی فضیلت پر مشتمل ہے۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۳۲-۲۳۶) اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ ۝ — اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔ (آخر آیت تک)

(پ ۲۱، الاحزاب ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۝ (الی قولہٖ) شَهِیْدًا — بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور ان کے بعد کے پیغمبروں کو بھیجی۔

(پ ۶، النساء ۱۶۳) (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضور ﷺ نے وصال فرمایا تو آپ نے روتے ہوئے اپنے کلام میں کہا تھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ خدا

کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا مرتبہ یہاں تک ہے کہ آپ ﷺ کو آخر الانبیاء کر کے بھیجا اور پہلوں میں آپ ﷺ کا ذکر اس طرح فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ. میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! دوزخی تمنا کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور جب جہنم کے طبقوں میں ان پر عذاب ہو رہا ہوگا تو کہیں گے:

يَا لَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ. ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ (پ۲۲۔الاحزاب ۶۶) (ترجمہ کنزالایمان)

قتادہ ﷺ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَآءِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ. خلق میں تو میں اول الانبیاء ہوں اور بعثت میں ان کا آخر۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۴۲، فضیلۃ المناجیۃ الحسنہ لابی حاتم صفحہ ۵۶۰)

اسی لئے تو آیت بالا میں اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ سے پہلے آپ کا ذکر فرمایا۔

سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر سے پہلے ہمارے حضور ﷺ کا ذکر کرنا آپ ﷺ کی خصوصی فضیلت پر دال ہے حالانکہ حضور ﷺ بعثت کے لحاظ سے ان کے آخر میں ہیں۔ غرضیکہ اللہ ﷻ نے صلب آدم علیہ السلام سے ذریات انبیاء علیہم السلام کو نکال کر ان سے یہ عہد لیا۔ اور فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. یہ رسول ہیں کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ (پ۳۔البقرہ ۲۵۳) (ترجمہ کنزالایمان)

مفسرین کرام رحمہم اللہ "رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ" (کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یعنی حضور ﷺ کو۔ کیونکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو سرخ و سیاہ (عرب و عجم) کی طرف بھیجا اور آپ ﷺ کے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور آپ کے ہاتھوں معجزات کا ظہور ہوا اور نبیوں میں کوئی ایسا نہیں کہ اس کو جو فضیلت اور بزرگی دی گئی وہ حضور ﷺ کو بعینہ نہ ملی ہو۔

اور بعض نے کہا کہ حضور ﷺ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو ان کے ناموں سے خطاب فرمایا لیکن حضور ﷺ کو قرآن مجید میں منصب نبوت و رسالت سے مخاطب فرمایا اور ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اور یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ.

فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کلبی ﷺ سے اس آیت کریمہ

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ. اور بیشک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے۔

(پ۲۳۔الصّٰفّٰت ۸۳) (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ھا ضمیر کا مرجع حضور ﷺ ہیں، یعنی بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام گروہ محمد ﷺ سے ہیں اور آپ ﷺ کے دین ومذہب پر ہیں اور فراء رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو جائز رکھا اور مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی سے روایت کی۔ایک روایت میں ہے کہ اس سے حضرت نوح علیہ السلام مراد ہیں۔

آٹھویں فصل

اللہ عزوجل کا حضور ﷺ پر درود بھیجنا، آپ ﷺ کی مدد کرنا اور آپ ﷺ کے سبب سے عذاب کو رفع کرنا

اللہ عزوجل اپنے محبوب ﷺ کو اس کی خبر دیتا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور آپ ﷺ کی مدد کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے سبب سے ان پر سے عذاب کو دور کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(پ۹۔الانفال ۳۳) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی جب تک آپ ﷺ مکہ میں تشریف فرما ہیں اور جب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر تشریف لے آئے اور مکہ میں مسلمان کم رہ گئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

(پ۹۔الانفال ۳۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اور یہ اس کے اسی فرمان کی طرح ہے:

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا. (پ۲۶۔الفتح ۲۵) اگر وہ نکل جاتے تو ضرور ہم عذاب دیتے۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ. اور اگر یہ نہ ہوتا کہ کچھ مسلمان مرد ہیں۔

(پ۲۶۔الفتح ۲۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اور جب مسلمان بھی ہجرت کر کے نکل گئے تو یہ آیت اتری:

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ.

انہیں کیا ہے کہ انہیں اللہ عذاب نہ کرے۔

(پ ۹ الانفال ۳۴) (ترجمہ کنزالایمان)

یہ حضور ﷺ کی رفعت و مرتبت کے اظہار میں انتہائی بات ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کے سبب اور آپ ﷺ کے تشریف لے آنے کے بعد مسلمانوں کے سبب اہل مکہ پر نزول عذاب نہیں ہے۔ جب سب کے سب مکہ سے ہجرت کر گئے تو اللہ ﷻ نے ان پر مسلمانوں کو مسلط کر کے اور ان پر غلبہ دے کر عذاب دیا اور تلواروں نے ان کا فیصلہ کیا۔ ان کی زمینوں، شہروں اور مالوں پر مسلمانوں کو وارث بنایا۔ اس آیت کی اور بہت سی تفسیریں ہیں۔

ابو بردہ ؓ کے والد سے بالا سناد مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لئے اللہ ﷻ نے مجھ پر دو امانتیں اتاری ہیں۔ ایک یہ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (جب تک اے محبوب آپ تشریف فرما ہیں اللہ عذاب نہ کرے گا) اور دوسری یہ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (جب تک بخشش مانگنے والے (مسلمان) موجود ہیں اللہ عذاب دینے والا نہیں) اور جب میں وصال فرما جاؤں گا تو تم میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۳۲، تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۵۷۔۵۶)

اسی طرح اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(پ ۱۷۔ الحج ۱۰۷) (ترجمہ کنزالایمان)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں صحابہ کے لئے امان ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ "بدعت" سے امان ہوں۔ بعض نے اختلاف اور فتنوں سے (امان میں ہونا) مراد لیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب تک حضور ﷺ ہم میں (حیات ظاہری سے) موجود رہے تو آپ ﷺ کا وجود باوجود بڑا امان تھا۔ اب جب تک آپ ﷺ کی سنت زندہ و باقی رہے گی تو امان بھی باقی ہے اور جب سنت مردہ ہو جائے گی تو بلا اور فتنہ کا انتظار کرنا۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے اس غیب بتانے والے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو

(پ ۲۲۔ الاحزاب ۵۶) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ پر خود درود بھیج کر، پھر فرشتوں کے ذریعہ درود بھیج کر اور مسلمانوں کو

آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا حکم دے کر آپ ﷺ کی بڑی فضیلت ظاہر کی ہے۔

ابوبکر بن خورک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ بعض علماء نے حضور ﷺ کے ارشاد وَجَعَلَتْ قُرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلٰوة (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی) کی یہی تاویل کی ہے یعنی اللہ ﷻ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی قیامت تک درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ پر صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتہ یا ہماری طرف سے ہو تو اس کے معنی درود اور دعا کے ہیں اور جب اللہ ﷻ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی رحمت کے ہیں اور ایک روایت میں "صلوٰۃ" کے معنی برکت کے بھی ہیں۔

بلاشبہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب خود پر درود بھیجنے کی تعلیم دی تب صلوٰۃ و برکت کے معنی کا فرق بھی بتادیا تھا۔ عنقریب ہم آپ ﷺ پر درود بھیجنے کے احکام بیان کریں گے۔

بعض متکلمین کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ کاف سے حضور ﷺ پر اللہ ﷻ کی جانب سے کفایت مراد ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ. (پ۲۴۔الزمر ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں (ترجمہ کنز الایمان)

اور "ھا" سے مراد اس کی ہدایت جو آپ ﷺ پر ہے۔ فرمایا:

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا. (پ۲۶۔الفتح ۲)

اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور "یا" سے مراد آپ ﷺ کی تائید ہے۔ فرمایا: وَاَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ. (پ۱۰ الانفال ۶۲)

"اپنی مدد سے آپ کی تائید کی"

اور عین سے مراد آپ کی عصمت ہے۔ فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (پ۶۔المائدہ ۶۷)

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور "صاد" سے مراد آپ پر درود بھیجنا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. (پ۲۲۔الاحزاب ۵۶) اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (پ۲۸۔التحریم ۴) اور اگر ان پر زور باندھو تو اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

"صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ" کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ اس سے انبیاء علیہم السلام یا ملائکہ مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما یا حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ مومنین اپنے ظاہر معنی پر ہے۔

نویں فصل

سورۂ فتح میں حضور ﷺ کی بزرگیاں

سورۂ فتح میں جس قدر کرامتیں اور بزرگیاں حضور ﷺ کی بیان کی گئی ہیں ان کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا (الی قولہ تعالٰی) بیشک ہم نے آپ کے لئے روشن فتح رکھی ہے
یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ. (یہاں تک کہ) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔
(پ۲۶۔ الفتح ۱تا۱۰) (ترجمہ کنز الایمان)

یہ آیتیں حضور ﷺ کی مدحت وثناء اور اس مرتبہ ومقام کی آئینہ دار ہیں جو بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ کو حاصل ہے اور جو قرب ومنزلت آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کے نزدیک ہے اس کے انتہاء وصف کے بیان سے (قلم وزبان) قاصر ہے۔

اللہ ﷻ نے اپنے اس فیصلہ کی جو آپ ﷺ کے لئے اس نے مقرر کیا ہے آپ ﷺ کو خبر دی کہ میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دشمنوں پر غلبہ دوں گا اور آپ ﷺ کا بول بالا کر کے آپ ﷺ کی شریعت کو بلند کروں گا اور یہ کہ آپ ﷺ ایسے بخشے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کے سبب آپ ﷺ کے اگلوں اور پچھلوں کو بخش دوں گا۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے کردنی وناکردنی امور سب مغفور ہیں۔

مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے احسان کو سبب مغفرت بنایا ہے اور ہر وہ چیز جو اس خدا کی طرف سے ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ احسان پر احسان اور فضل پر فضل ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ (پ۱۲ یوسف ۶) اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ (ترجمہ۔ کنز الایمان)

بعض نے کہا کہ جو آپ ﷺ سے اکڑ کر (تکبر سے) پیش آئے گا، اس کو عاجز کر دوں گا اور بعض نے کہا کہ مکہ وطائف کو فتح کرا کے غلبہ دوں گا اور بعض نے کہا کہ آپ ﷺ کے ذکر کو دنیا میں بلند

کروں گا اور آپ ﷺ کی مدد کروں گا اور آپ ﷺ کے سبب بخشوں گا۔

پھر آپ ﷺ کو خبردار کیا کہ آپ ﷺ پر اپنی تمام نعمتیں اس طرح پوری کی ہیں کہ آپ ﷺ کے منکروں کو اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کیا اور آپ ﷺ پر ان بڑے بڑے شہروں کو فتح کرایا جو آپ ﷺ کو محبوب تھے اور آپ ﷺ کے ذکر کو رفعت دی اور آپ ﷺ کو اس صراط مستقیم (سیدھے راستہ) کی ہدایت دی جو جنت وسعادت تک پہنچاتا ہے اور آپ کی مدد غالب نصرت سے کی اور آپ ﷺ کی اُمت مسلمہ کے دلوں میں تسلی وطمانیت پیدا کر کے ان پر احسان کا اظہار فرمایا اور بڑی کامیابی کے بعد اللہ ﷻ کے نزدیک جو ان کا انجام ہے اس کی بشارت دی' ان کو معاف کر کے ان کے گناہوں کی پردہ پوشی کی' دنیا وآخرت میں ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور ان دشمنوں کو اپنی رحمت سے دور کر کے ان پر لعنت مسلط کی اور ان کو بری حالت میں بدل دیا۔ پھر اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (پ۲۶، الفتح ۸) اور بیشک ہم نے بھیجا حاضر وناظر اور خوشی وڈر سناتا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

پھر آپ ﷺ کے محاسن وخصائص شمار کرائے۔ آپ ﷺ کی شہادت اپنے لئے اور اپنی اُمت کے لئے ان پر تبلیغ رسالت کر کے بیان کی۔

اور بعض کہتے ہیں کہ "شَاهِدًا" یعنی اُمت کے لئے توحید کا گواہ بنایا اور مُبَشِّرًا یعنی اُمت کے لئے ثواب آخرت کی خوشخبری دینے والا کیا۔ ایک روایت میں اُمت کے مغفور ہونے کا۔ نَذِيْرًا یعنی آپ ﷺ کے دشمنوں کو عذاب سے ڈرانے والا بھیجا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گمراہیوں سے بچانے والا بھیجا تا کہ اللہ ﷻ پر ایمان لائیں پھر اس ایمان پر وہ شخص سبقت کرے گا جس کو اللہ ﷻ کی طرف سے بہتری ملے۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے: وَتُعَزِّرُوْهُ "آپ ﷺ کی تعظیم کرو۔" بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مدد کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔ وَتُوَقِّرُوْهُ "آپ ﷺ کی توقیر کرو۔" بعض قراء نے وَتُعَزِّزُوْهُ (بالزاء) عزت سے پڑھا ہے یعنی آپ ﷺ کا خوب احترام کرو اور حضور ﷺ کے حق میں تعظیم وتوقیر بہت زیادہ کرنا بالکل ظاہر ہے۔ پھر فرمایا: وَتُسَبِّحُوْهُ "اس کی پاکی بیان کرو۔" ھا کا مرجع اللہ ﷻ کی طرف ہے۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اس سورت میں حضور ﷺ کے لئے مختلف نعمتیں جمع کر دی ہیں۔ منجملہ (ان میں سے) فتح مبین ہے کہ یہ قبولیت کی خبر دینا ہے اور مغفرت ہے' یہ محبت کا

اظہار ہے اور نعمتوں کو پورا کرنا ہے یہ خصوصیت کی علامت ہے اور ہدایت ہے کہ یہ آپ ﷺ کی بزرگی کی علامت ہے۔

مغفرت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو تمام عیب و نقص سے منزہ کر دیا اور اتمام نعمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو درجات کاملہ تک پہنچا دیا اور ہدایت یہ ہے کہ یہ ہدایت مشاہدہ کی طرف ہے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اتمام نعمت'' یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو حبیب بنا کر آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی اور آپ ﷺ کے ذریعہ دوسری شریعتوں کو منسوخ کیا اور آپ ﷺ کو مقام ارفع کی طرف عروج مرحمت فرمایا اور آپ ﷺ کی معراج میں یہاں تک نگہداشت فرمائی کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (پ۲۷ النجم۱۷) سے آپ ﷺ کی تعریف فرمائی اور آپ ﷺ کو سرخ و سیاہ (عرب و عجم) کی طرف مبعوث کیا۔ آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی اُمت کے لئے غنیمتوں کو حلال فرمایا اور آپ ﷺ کو شفیع (سفارش کرنے والا) و مُشَفَّعُ (جن کی شفاعت قبول کی گئی وہ) بنایا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار کیا اور اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ ملا دیا اور آپ ﷺ کو توحید کا ایک رکن بنایا۔ پھر فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ بیشک وہ لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ (پ۲۶ الفتح ۱۰) (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی بیعت رضوان کے وقت وہ خاص اللہ ﷻ ہی سے بیعت کر رہے تھے۔

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (پ۲۶ الفتح ۱۰) (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی اسی کے ارادہ سے بیعت تھی۔ ایک روایت میں ''یَدُ اللّٰهِ'' سے مراد اللہ ﷻ کی طاقت ہے۔ بعض نے ''اس کا ثواب'' کہا اور بعض نے ''اس کا احسان'' اور بعض نے ''اس کا عہد'' کہا۔ یہ سب تاویلات مرادف المعنیٰ (یک جنس) اور ان کی بیعت کی تاکید اور بیعت لینے والے حضور ﷺ کی تعظیم ہے۔ اسی قبیل سے یہ فرماتا ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (پ۹ الانفال ۱۷) (ترجمہ کنز الایمان)

اگر چہ اول باب مجاز سے ہے اور یہ حقیقت ہے کیونکہ قتل کرنے والا اور پھینکنے والا حقیقتاً اللہ ﷻ ہی ہے وہی آپ ﷺ کے فعل قتل اور خاک پھینکنے اور اس کے اوپر قدرت کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے اور یہ اس کی مشیت ہی ہے کیونکہ یہ انسان کی قدرت میں ہے ہی نہیں کہ جہاں وہ پہنچانا چاہے پہنچا دے۔ یہاں تک کہ ایک کافر بھی ایسا نہ رہا کہ اس کی آنکھیں اس خاک سے نہ بھر گئی ہوں۔ اسی طرح فرشتوں کا ان کو قتل کرنا حقیقتاً ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آخری آیت میں جو مجاز ہے وہ لغت عرب کی بناء پر ہے جو لفظوں کے مقابلہ اور مناسبت کی بناء پر استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی مَا قَتَلْتُمُوْهُمْ ان کو تم نے قتل نہیں کیا وَمَا رَمَيْتَهُمْ جب تم نے ان کے چہروں پر کنکریاں اور خاک پھینکی تھی تو تم نے نہ پھینکی تھی لیکن اللہ ﷻ نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا یعنی پھینکنے کا فائدہ اللہ ﷻ کی طرف سے ہے پس معنی وہی قاتل (مارنے والا) اور رامی ہے آپ برائے نام تھے۔

دسویں فصل

کتاب مجید میں حضور ﷺ کا ذکرِ مبارک

اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں حضور ﷺ کی وہ رفعت و منزلت جو اس کی بارگاہ میں ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے بیان فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں ذکر کی جاتی ہے جو نظم کتاب میں گزر چکی ہے۔ منجملہ (ان سے) فضائل و خصائص میں واقعہ معراج ہے جس کو اللہ ﷻ نے سورۂ اسریٰ (پ۱۵ سورۂ والنجم پ۲۷) میں بیان فرمایا۔

اس واقعہ معراج میں آپ ﷺ کی عظیم منزلت قرب و مشاہدۂ عجائبات اور اللہ ﷻ کا لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط — اور تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

(پ۶۔ المائدہ ۶۷) (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرماتا ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا — اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

(پ۹۔ الانفال ۳۰) (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرماتا ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ. اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔

(پ۱۰ التوبہ ۴۰) (ترجمہ کنزالایمان)

اور جو کچھ اس واقعہ میں کفار نے حضور ﷺ کو ایذا پہنچانے اور حضور ﷺ کو ہلاک کرنے کا قصد کیا تھا اور خفیہ مجلسیں کیا کرتے تھے اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی مدد کر کے ان کو دور کر دیا اور جب حضور ﷺ نے بوقت ہجرت کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو اللہ ﷻ نے ان کی آنکھوں کی بصارت سلب کر لی اور حضور ﷺ کی غار ثور میں ان کفار کی تلاش کو ناکام بنا دیا۔ اس سلسلہ میں اور بھی نشانیاں ظاہر ہوئیں منجملہ (ان میں سے) آپ ﷺ پر تسلی کا نازل ہونا اور سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ جس کو محدثین واہل سیر واقعہ غار میں بیان کرتے ہیں اور ہجرت کی تفصیل وغیرہ میں۔ نیز اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(پ۳۰ الکوثر ۱ تا ۳)

اے محبوب ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے اس میں اس کی خبر دی جو کچھ کہ آپ ﷺ کو مرحمت فرمایا۔

اَلْكَوْثَرُ یعنی کوثر ایک حوض ہے یا وہ نہر ہے جو جنت میں جاری ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد خیر کثیر ہے یا شفاعت ہے۔ بعض نے کہا کہ کثیر معجزات یا عطائے نبوت یا معرفت الٰہی مراد ہے۔ اس کے بعد اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کے دشمنوں کو جواب دے کر ان کی تردید فرمائی اور کہا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی آپ کا دشمن اور آپ سے بغض وعداوت رکھنے والا اَبْتَرُ یعنی حقیر وذلیل ہے یا منقطع النسل ہے یا وہ ایسا (بدبخت) ہے کہ اس کے لئے کوئی خیر ہے ہی نہیں اور فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

(پ۱۴ الحجر ۸۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اس کی تفسیر میں مفسرین کہتے ہیں کہ ''سبع مثانی'' سے وہ پہلی سات لمبی سورتیں مراد ہیں اور ''قرآن عظیم'' اُم القرآن ہے اور یہ بھی کہا کہ سبع مثانی اُم القرآن (سورۂ فاتحہ) ہے اور قرآن عظیم سے

اس کی تمام سورتیں مراد ہیں اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ سبع مثانی وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو قرآن میں امر' نہی' بشارت' انذار' مثالیں اور نعمتوں کے شمار کا ذکر ہے اور ہم نے آپ ﷺ کو قرآن کریم میں اصول عنایت فرمائے۔

بعض کہتے ہیں کہ اُم القرآن (سورۂ فاتحہ) کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اور بعض نے یہ کہا بلکہ اللہ ﷻ نے اس کو حضور ﷺ کے لئے مستثنٰی کر کے دوسرے نبیوں کے سوا آپ ﷺ کو رحمت فرمایا ہے اور قرآن کا نام مثانی اس لئے رکھا کہ اس میں واقعات و قصص دوبارہ (مکرر) آتے ہیں۔

بعض اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ "سبع مثانی" یعنی ہم نے آپ ﷺ کو سات کرامتوں سے بزرگی عنایت فرمائی یعنی ہدایت' نبوت' رحمت' شفاعت' ولایت' تعظیم' تسلی۔

اور اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ. (پ۱۴۔ النحل ۴۴) اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا. (پ۲۲۔ سبا ۲۸) اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے' خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. (پ۹۔ الاعراف ۱۵۸) تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات ہیں اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. (پ۱۳۔ ابراہیم ۴) اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف صاف بتائے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

پس ان انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے لئے خاص کیا لیکن حضور ﷺ کو تمام مخلوق کی طرف بھیجا جیسا کہ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں: بُعِثْتُ اِلَى الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ. یعنی مجھ کو سرخ و سیاہ

(عرب وعجم) کی طرف بھیجا گیا۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (پ ۲۱ الاحزاب ۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ۔ اور ان کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

(پ ۲۱۔ الاحزاب ۶) (ترجمہ کنزالایمان)

مفسرین کرام رحمہم اللہ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی آپ ﷺ ان کو حکم دیں، وہ اسی طرح ان پر جاری ہے جس طرح سردار اپنے غلام کو دیتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے حکم کا اتباع اپنے نفس کی رائے سے بہتر ہے۔

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ سب بیبیاں حرمت میں مثل ماؤں کے ہیں حضور ﷺ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ حضور ﷺ کی خاص تکریم ہے اور اس لئے بھی (ان سے نکاح حرام ہے) کہ وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیبیاں ہوں گی اور ایک قرأت (شاذہ) میں وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ (یعنی حضور مسلمانوں کے باپ ہیں) وارد ہے مگر یہ قرأت متروک ہے کیونکہ قرآن کے نسخوں کے خلاف ہے۔

(تفسیر در منثور ۶ صفحہ ۵۶)

اور اللہ ﷻ (حضور ﷺ کی مدحت میں) فرماتا ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ (پ ۵۔ النساء ۱۱۳)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

فَضْلُ اللّٰهِ کی تفسیر میں کہا گیا کہ آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ فضل عظیم مراد ہے۔ بعض نے کہا جو کچھ ازل میں آپ ﷺ کے لئے فضیلت مقرر ہو چکی ہے۔

واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ اس رویت الٰہی کی برداشت رکھتے ہیں جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکتے تھے۔

دوسرا باب

حضور ﷺ خلق عظیم اور مجموعہ فضائل دینی و دنیوی میں کامل ہیں

اس باب میں بیان ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے محاسن کو خلقت اور عادت کے اعتبار سے مکمل کر کے آپ میں تمام فضائل دینیہ و دنیویہ ترتیب وار جمع فرمائے۔

اے وہ شخص جو حضور ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور حضور ﷺ کے فضائل جلیلہ کی تفصیل کا خواہاں ہے، خبردار ہو کہ انسان میں جمال و کمال کی عادتوں کی دو قسمیں ہیں۔

ایک ضرورت دنیوی ہے جو انسان کی فطرت اور دنیاوی حیات کے لئے ضروری ہے اور دوسری مکتسب (کسب) دینی ہے، وہ وہ ہے کہ اس کے کرنے سے اس کی تعریف ہو اور اللہ ﷻ کا قرب خاص میسر ہو۔

پھر اس کے بھی دو فن ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ کسی میں دو وصفوں میں سے ایک خالص (محض) ہو اور دوسرا یہ کہ دونوں وصف متمازج و متداخل (ملے جلے) ہوں لیکن ضروری محض یہ ہے کہ کسی مرد کو ان میں اختیار و کسب کی مجال نہ ہو، جیسے امور عادی و فطری یعنی پیدائشی کمال حسن، قوت عقل، صحت فہم، فصاحت زبان، قوت حواس اور اعضاء، معتدل حرکات، شرافت نسب، عزت قومی، وطنی کرامت اور ہر وہ چیز جو زندگی سے ملحق اور اس کے ضروریات کی مقتضی ہیں، جیسے غذا، نیند، لباس، مکان، تزویج، مال و جاہ وغیرہ (کہ یہ سب ضروریات محضہ میں شامل ہیں) اور کبھی یہ آخری خصلتیں آخرت کے ساتھ بھی ملحق ہو جاتی ہیں جبکہ ان سے مقصود تقویٰ اور بدن کی ایسی مدد ہو جو آخرت کے (پیش نظر) طریقہ پر ہو اور وہ ضرورت، حدود و قواعد شریعت پر ہوں۔

لیکن اُخروی اعمال یہ ہیں کہ تمام اخلاق عالیہ اور آداب شریعہ دینیہ، علم، بردباری، صبر، شکر، انصاف، زہد، تواضع، عفو، عفت، سخاوت، شجاعت، حیاء، مروت، خاموشی، سکون، وقار، مہربانی، حسن آداب و معاشرت وغیرہ۔ یہی وہ خصائل ہیں جن کے مجموعہ کو حسن خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ان میں سے بعض خصلتیں تو کسی کی فطری عادت و جبلت ہوتی ہیں اور بعضوں میں نہیں ہوتیں، ان کو حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات لازمی ہے کہ اصل پیدائشی شعبہ سے متعلق ہو، جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ ﷻ ہم بیان کریں گے اور یہی اخلاق و خصائل جب ان سے اللہ ﷻ کی رضا اور آخرت کی فلاح مقصود و مراد نہ ہو تو دنیاوی بن جاتے ہیں لیکن بایں ہمہ عقل سلیم کے نزدیک بالاتفاق

یہ سب کے سب محاسن وخوبیاں ہی ہیں اگرچہ حسن وفضیلت کے موجبات واسباب کے بیان میں اختلاف کرتے ہوں۔

پہلی فصل

حضور ﷺ تمام اوصاف کے جامع تھے

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خصائل کے کمال وجلال اس طرح پر ہیں جیسا کہ ہم نے (اوپر) بیان کیا ہے اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اگر اتفاق سے زمانہ میں کوئی شخص ایک یا دو وصف کا حامل مل گیا تو اس کو مشرف ومعزز مانا جاتا ہے۔ یہ شرافت یا تو نسب کی وجہ سے یا جمال سے یا قوت یا علم یا بردباری یا شجاعت یا سخاوت سے ہوگی مگر اس کی قدر اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے نام کو تمثیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور اس وصف کی وجہ سے دلوں میں اس کے اثر وعظمت کا سکہ جم جاتا ہے اور یہ بات گزشتہ دیرینہ زمانہ سے چلی آتی ہے۔

پھر اس ذات اقدس کے بارے میں تمہارا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جس میں یہ تمام کے تمام محاسن وخصائل علیٰ وجہ الکمال اس طرح پر مجتمع ہوں کہ جس کی کوئی انتہا نہ ہو اور نہ وہ احاطۂ بیان میں لائی جاسکتی ہوں اور نہ کسب وحیلہ کی گنجائش۔ صرف اللہ ﷻ ہی کسی کو یہ خاص طور پر مرحمت فرما دے۔ فضیلت نبوت رسالت خُلت (محبوبیت) محبت برگزیدگی اسریٰ (سیر ملکوت) رُویت وقرب ونزدیکی رب تبارک وتعالیٰ وحی شفاعت وسیلہ بزرگی بلند درجہ مقام محمود بُراق معراج عرب وعجم (سرخ وسیاہ) کی طرف بعثت انبیاء کے ساتھ نماز پڑھنا اُمم سابقہ اور انبیاء کرام علیہم السلام پر گواہی دینا اولاد آدم علیہ السلام کی سرداری لواء الحمد خوشخبری دینا ڈرسنانا اللہ ﷻ صاحب عرش کی بارگاہ میں تمکن وطاعت امانت ہدایت رحمۃ للعلمین مقام رضا کا پانا سوال کا قبول ہونا کوثر سماع قبول اتمام نعمت عفو گزشتہ وآئندہ وضع وزر (بوجھ کا اٹھانا) ذکر کی بلندی مدد سے سرفراز کرنا نزول سکینہ ملائکہ سے تائید کتاب وحکمت سبع مثانی اور قرآن عظیم کو دینا تزکیہ اُمت اللہ ﷻ کی طرف بلانا اللہ ﷻ اور فرشتوں کی جانب سے درود بھیجنا لوگوں کو اس کا حکم دینا جس کا اللہ ﷻ نے مشاہدہ کرایا ان سے تکلیف اور سخت وشدید عبادت کو دور کرنا آپ کے نام کی قسم کھانا آپ ﷺ کی دعاؤں کا قبول فرمانا پتھروں اور گونگوں کا کلام کرنا مردوں کا زندہ کرنا گونگوں کو سنانا آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا کم کو زیادہ کرنا چاند کو ٹکڑے کرنا سورج کو واپس لوٹانا اشیاء کو منقلب کرنا وبدلنا رعب وہیبت سے مدد دیا جانا غیب پر

اطلاع دینا، بادلوں کا سایہ کرنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، تکلیفوں سے نجات دینا، لوگوں کے شر سے بچانا، یہاں تک کہ کوئی عقل ان کو نہیں گھیر سکتی اور آپ ﷺ کو ایسا علم عطا فرمانا کہ اس کو سوائے اس علم کے عطا کرنے والے اور اس سے فضیلت دینے والے (خدا) کے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہی ہے جس نے آپ ﷺ کے لئے آخرت میں بڑے بڑے مرتبے اور مقدس درجے، سعادت حسنیٰ کے مرتبے میں وہ زیادتی مرحمت فرمائی کہ عقلیں ان کے نیچے ہی ٹھہر جاتی ہیں اور ان کے ادراک سے وہم وخیال تک متحیر ہو جاتے ہیں۔

دوسری فصل

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک

اللہ ﷻ تم کو عزت دے، اگر تم یہ کہو کہ اس بیان سے مجملاً اتنا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ لوگوں میں سب سے بلند، عزت اور مرتبہ میں سب سے بڑے اور خوبیوں میں سب سے زیادہ کامل ہیں اور کمال خصائل کی تفصیل میں مذہب حسن کی طرف گئے ہو، تو مجھے اس بات نے شوق دلایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف وفضائل کی تفصیلات پر بھی مطلع ہو جاؤں۔

تو جان لو! اللہ ﷻ میرے اور تمہارے دلوں کو نور ایماں سے منور کرے اور نبی کریم ﷺ کی محبت مجھ میں اور تم میں اور دوگنی ہو۔ جب تم نے ان خوبیوں اور کامل خصلتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا، جو کسی انساں کے کسب واختیار سے باہر ہیں اور وہ پیدائشی ہیں تو تم نے حضور ﷺ کو ضرور ایسا پایا ہوگا کہ وہ ان تمام خصائل ومحاسن کے جامع ہیں اور مختلف اقسام کی نیکیوں کے احاطہ کرنے والے ہیں اور یہ کہ تمام ناقلینِ اخبار واحادیث کا اس بارے میں اتفاق ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں بلکہ بعض تو ان میں قطعی اور یقینی درجہ تک پہنچ چکے ہیں۔ اب قدرے تفصیل سراپا ملاحظہ ہو۔

آپ ﷺ کی صورت اور اس کا جمال، اور آپ ﷺ کا اعضاء وقویٰ کے متناسب ہونے میں تو بہت سی احادیث صحیحہ ومشہورہ منقول ومروی ہیں، منجملہ (ان میں سے) ان کے ان صحابہ کرام ﷺ یعنی حضرت علی، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت براء بن عازب، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابن ابی ہالہ، حضرت ابن ابی جحیفہ، حضرت جابر ابن سمرہ، حضرت اُم معبد، حضرت ابن عباس، حضرت معرض بن معیقیب، حضرت ابی طفیل، حضرت عداء بن خالد، حضرت خریم ابن فاتک، حضرت حکیم بن حزام وغیرہم ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے کہ

حضور ﷺ کا گورا رنگ، سیاہ و کشادہ آنکھیں، سرخ ڈورے والی لمبی پلکیں، روشن چہرہ، باریک ابرو، اونچی بینی (ناک)، چوڑے دانت، گول چہرہ، فراخ پیشانی، گھنی ریش مبارک جو سینہ کو ڈھانک لئے شکم و سینہ ہموار، چوڑا سینہ، بڑے کاندھے بھری ہوئی ہڈی، موٹے بازو، کلائیاں و پنڈلیاں ہتھیلیاں فراخ، قدم چوڑے، ہاتھ پاؤں لمبے، بدن مبارک جب برہنہ ہو (جب کرتا وغیرہ اوپر سے اٹھا ہوتا) تو خوب چمکتا، سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر، میانہ قد نہ زیادہ طویل نہ زیادہ قصیر، باوجود اس کے جو سب سے زیادہ لمبا شخص ہوتا اگر آپ کے برابر کھڑا ہوتا تو اس سے بلند معلوم ہوتے (یہ آپ کا معجزہ تھا)

آپ ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے نہ بلدار، جب آپ ﷺ ہنستے تو دندان مبارک مثل بجلی کے چمکتے، بارش کے اولے کی طرح سفید و شفاف۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ نور کی جھڑیاں آپ ﷺ کے دندان مبارک سے جھڑ رہی ہیں، گردن نہایت خوبصورت، نہ آپ ﷺ کا چہرہ بہت بھرا ہوا تھا نہ بہت لاغر، بلکہ بدن کے متناسب ہلکا گوشت تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۹۸)

حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی بالوں والے کو، کہ اس کے بال کندھوں تک لٹکتے ہوں، سرخ لباس میں حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھا۔

(سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۵، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، شمائل ترمذی صفحہ ۳)

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہ دیکھا، گویا آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں سورج تیر رہا ہے۔ جب آپ ﷺ مسکراتے تھے تو دیواروں پر اس کی چمک پڑتی تھی۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۱، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۵۰، ابن حبان جلد ۸ صفحہ ۷۳)

حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے کسی نے کہا کہ آپ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ؓ نے کہا: نہیں بلکہ چاند و سورج کی طرح چمکتا تھا اور آپ کا چہرہ گول تھا۔ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۲۳)

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی تعریف کی رفعت میں کہا کہ آپ ﷺ دور سے بہت خوبصورت اور قریب سے نہایت شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

حضرت ابن ابی ہالہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل چمکتا تھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۱)

حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے حضور ﷺ کی تعریف میں یہ آخری الفاظ بیان فرمائے کہ جو شخص اچانک آپ ﷺ کو دیکھتا، وہ خوفزدہ ہو جاتا اور جو آپ ﷺ سے ملاقات کرتا وہ حضور ﷺ سے محبت کرتا

تھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۱)

ہر وہ شخص جو حضور ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان ہے، کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کے مماثل ہو۔

غرضیکہ حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کتب احادیث میں شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں۔ ہم ان سب کو لکھنے سے عاجز ہیں بلکہ ہم آپ ﷺ کی تعریف میں چند نکتوں پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ مجملاً وہ حدیث مقصد میں کفایت کر سکتی ہے جو ذکر کی ہے اور ان فصلوں کو ایک حدیث جامع پر ختم کر دیا جس پر تم انشاء اللہ ﷻ واقف ہو جاؤ گے۔

تیسری فصل

آپ ﷺ کی نظافت و پاکیزگی

حضور ﷺ کے جسم مبارک کی نظافت اور بدن اقدس اور اس کے پسینہ کی خوشبو اور اس کا میل کچیل اور عیوبات جسمانیہ سے پاک وصاف ہونا یہ ہے کہ اس بارے میں بھی اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو وہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے سوا کسی میں پائی ہی نہیں جاتی۔

مزید برآں یہ کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو شرعی نفاست و پاکیزگی اور دس فطری خصلتوں سے بھی مزین کیا۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: بُنِيَ الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔ (سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۱۹۸)

حدیث: حضرت انس ﷜ سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو سے بڑھ کر کسی عنبر، کستوری اور کسی چیز کی خوشبو کو نہ پایا۔ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۱۴)

حدیث: حضرت جابر بن سمرہ ﷜ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان کے رخسار کو چھوا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے دست اقدس میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی کہ گویا ابھی آپ نے عطار کے ڈبہ سے اپنے ہاتھ کو باہر نکالا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۱۴)

حضرت جابر ﷜ کے علاوہ بھی مروی ہے کہ خواہ آپ نے خوشبو لگائی ہوتی یا نہیں لیکن آپ ﷺ جس سے بھی مصافحہ فرماتے تو وہ شخص سارے دن اس کی خوشبو سے معطر رہتا۔

اگر آپ ﷺ کسی بچہ کے سر پر (شفقت سے) اپنے دست اقدس کو پھیرتے تو وہ بچہ خوشبو سے پہچانا جاتا (کہ اس پر حضور نے دست شفقت پھیرا ہے) (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۱۵)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت انس ؓ کے گھر قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا۔ حضرت انس ؓ کی والدہ ایک شیشی لائیں اور حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کو جمع کرنے لگیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا: میں اس کو اپنی خوشبوؤں میں رکھوں گی کہ یہ سب سے عمدہ اور طیب خوشبو ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۸۲، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ کبیر" میں حضرت جابر ؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ جس کوچہ و بازار سے گزر فرماتے پھر کوئی شخص اس طرف سے گزرتا تو وہ خوشبو سے پہچان جاتا کہ آپ ﷺ ادھر سے گزرے ہیں۔

اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کی خوشبو بلا خوشبو لگائے ہوتی تھی (یعنی آپ کے جسم کی ذاتی خوشبو ہوتی تھی)

حدیث: مزنی اور حربی رحمہما اللہ حضرت جابر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے اپنی سواری کے پیچھے مجھ کو بٹھالیا۔ اس وقت میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا تو کستوری کی خوشبو مجھے معلوم ہوئی۔ (مختصر تاریخ ابن عساکر جلد ۵ صفحہ ۳۶۱)

حضور ﷺ کے شمائل و اخبار میں بعض محدثین نے بیان کیا کہ جب حضور ﷺ رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین شق ہو کر آپ ﷺ کا بول و براز نگل جاتی۔ صرف وہاں خوشبو ہی خوشبو معلوم ہوتی۔

محمد بن سعد کاتب واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک حدیث اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ بیت الخلاء جاتے ہیں لیکن وہاں پر ہم رفع حاجت کا کوئی نشان نہیں پاتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تم کو معلوم نہیں کہ زمین ان فضلات کو نگل جاتی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے نکلتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی ایسی چیز ہرگز نہ دیکھو گی۔ (حاکم جلد ۴ صفحہ ۷۰)

گو یہ حدیث مشہور نہیں لیکن اہل علم کا ایک طبقہ یہ ضرور مانتا ہے کہ حضور ﷺ کا بول و براز پاک تھا اور یہی بعض شوافع کا قول ہے۔ جس کو امام ابو نصر بن صباغ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شامل" میں نقل فرمایا اور دونوں قولوں کو علماء سے نقل کر کے ابوبکر بن سابق المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "البدیع فی فروع المالکیہ" اور اس سے قبل میں ان کی تخریج کو بھی بیان کیا جن مسائل میں مذہب مالکی پر شوافع کی تفریعات نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے وجود اقدس میں کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں جو مکروہ و ناپسندیدہ ہو۔

حدیث : حضرت علی مرتضیٰ ﷜ سے اس بارے میں یہ حدیث مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا۔ پس میں دیکھنے لگا کہ کوئی ایسی چیز تو نہیں نکلی جو میت میں سے نکلتی ہے۔ میں نے وہاں کچھ نہ پایا۔ تب میں نے کہا (یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) آپ کی زندگی بھی طیب و طاہر اور آپ کی ممات (بعد وصال) بھی پاک وصاف۔ فرماتے ہیں کہ بدن اقدس سے ایسی خوشبو نکلی کہ میں نے اس سے قبل کبھی نہ پائی تھی۔ (سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۴۷، حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے فرمایا تھا۔ جب آپ نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد پیشانی کا بوسہ دیا تھا۔ (مراسیل ابوداود صفحہ ۷۷، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۵۷)

اسی سلسلہ میں یہ ہے کہ مالک ابن سنان ﷜ نے غزوۂ احد میں (آپ کے زخم سے) خون پی لیا تھا اور اس کو چوسا تھا اور اس کو حضور ﷺ نے ان کے لئے جائز قرار رکھتے ہوئے فرمایا: اس کو آگ ہرگز نہ پہنچے گی۔ (طبرانی اوسط بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۰)

اسی طرح عبداللہ بن زبیر ﷜ نے حضور ﷺ کے پچھنے (حجامت سینگی) کا خون پی لیا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ویل " لَکَ مِنَ النَّاسِ وَوَیْلٌ " لَهُمْ مِنْکَ افسوس ہے لوگوں پر تم سے اور افسوس ہے تم پر لوگوں سے اور اس پر انکار نہ فرمایا۔ (حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۴، بزاز جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

اسی طرح ایک عورت کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کا بول مبارک (پیشاب) پی لیا تھا۔ اس پر آپ نے اس عورت سے فرمایا: لَنْ تَشْتَکِیَ وَجَعَ بَطْنِکَ اَبَدًا یعنی کبھی تجھ کو پیٹ کی بیماری نہ ہوگی اور ان میں سے کسی کو بھی حضور ﷺ نے منہ دھونے کا حکم نہ فرمایا نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا اور وہ حدیث جس میں عورت نے حضور ﷺ کا بول مبارک پی لیا تھا، صحیح ہے۔

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم و بخاری رحمہما اللہ کی طرح صحت میں التزام کیا ہے اور اس عورت کا نام "برکۃ" ہے اس کے حسب و نسب میں اختلاف ہے۔

ایک روایت میں وہ عورت اُم ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جو حضور ﷺ کی خدمت کرتی تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو چارپائی (سرہانے) کے نیچے رکھا تھا اور حضور ﷺ رات کو اس میں بول کیا کرتے تھے۔ پس ایک رات حضور ﷺ نے اس میں بول کیا۔ پھر (صبح کو) پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ حضور ﷺ نے برکت سے اس بارے میں دریافت فرمایا۔ تو برکت نے عرض کیا: میں رات کو اٹھی تو پیاس لگ رہی تھی میں نے اس کو لاعلمی میں پی لیا۔ اس حدیث کو ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سوا دوسروں نے بھی روایت کیا۔

(ابوداود کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۲۸، نسائی فی البول ولانا، جلد ۱ صفحہ ۳۱، ابن حبان جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

حضور اکرم ﷺ اس حال میں پیدا ہوئے کہ آپ ﷺ مختون (ختنہ شدہ) اور ناف بریدہ تھے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۱۵۳، مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی صغیر واوسط جلد ۸ صفحہ ۲۲۸)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسا پاک وصاف جنا کہ (عموماً پیدائش کے وقت جو آلائش نکلتی ہے) کسی قسم کی ناپاکی نہ تھی۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۲)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور ﷺ کا ستر نہ دیکھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۸۳، سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا اور کوئی غسل نہ دے کیونکہ جو بھی میرے ستر پر نظر ڈالے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔

(بزاز جلد ۱ صفحہ ۲۰۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۲۴۴)

عکرمہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یہ ہے کہ حضور ﷺ سو گئے یہاں تک کہ نیند کی آواز معلوم ہونے لگی۔ پس حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے نماز شروع کر دی اور وضو نہیں کیا اس پر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ محفوظ تھے (یعنی حضور کی نیند غفلت کی نہ تھی جو ناقص وضو ہوتی) (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۹، ۱۱۷، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۷۵)

چوتھی فصل

آپ ﷺ کا فہم وذکا، عقل وخرد

حضور ﷺ کی عقل کامل اور اس کی ذکاوت اور آپ ﷺ کے حواس مبارکہ کی قوت اور زبان کی فصاحت اور افعال وحرکات میں میانہ روی ومناسبت اور حسن وجمال میں ملاحت یہ ہے کہ یقیناً آپ تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند ان میں سب سے زیادہ ذکی تھے۔

جو شخص حضور ﷺ کی تدابیر پر غور کرے گا خواہ وہ تدابیر آپ ﷺ کے باطنی یا ظاہری اخلاق کریمہ سے متعلق ہوں یا عام وخاص سیاست سے وابستہ ہوں وہ سب کے سب آپ ﷺ کے حالات عجیبہ اور خصائل حمیدہ کے علاوہ آپ ﷺ کے ان علم وفضل پر جو اللہ ﷻ کی جانب سے آپ ﷺ پر علم کا اضافہ ہوا ہے۔ جس کو شریعت مطہرہ نے ثابت کیا ہے اور جن کو نہ کبھی آپ ﷺ نے کسی سے سیکھا اور نہ

کبھی پہلے سے اس کی مشق کی اور نہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آپ ﷺ کے مرتبہ وفضیلت پر دلالت کرنے والی پائے گا اور آپ ﷺ کے کمال عقل وبصیرت کا بالضرور قائل ہو کر رہے گا۔

اور یہ بات بالکل بدیہی ہی ہے اس کے لئے کسی ثبوت ودلیل یا بیان وتقریر کی قطعاً حاجت نہیں۔ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر پچھلی کتابوں میں پڑھا ہے ان سب میں یہی پایا کہ نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ عقل میں اعلیٰ اور رائے میں افضل ہوں گے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں نے ان سب میں یہی پایا کہ اللہ ﷻ نے جب سے دنیا پیدا کی ہے اس وقت سے دنیا کے خاتمہ تک جس قدر عقل تمام لوگوں کو ملی ہے وہ حضور ﷺ کی عقل کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تمام دنیا کے ریت کے ذرات کے مقابلہ میں ریت کا ایک ذرہ ہوتا ہے۔

مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے پیچھے مقتدیوں کی حالت بھی اس طرح ملاحظہ فرماتے جس طرح کوئی سامنے ہو۔ اور یہی تفسیر تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ. (پ ۱۹ النمل ۲۱۹) کے فرمان میں انہوں نے کی ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۰، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۲۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۷)

مؤطا (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ بیشک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۲۵)

اسی طرح صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ یہ وہ زیادتی ہے جس کو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی (صحت نبوت کی) حجت کے لئے زیادہ فرمایا۔

بعض روایات میں یہ ہے کہ اِنِّیْ لَا نْظُرُ مَنْ وَّرَائِیْ کَمَا اَنْظُرُ مَنْ بَیْنَ یَدَیَّ. (بلاشبہ یقیناً میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے کوئی میرے سامنے ہو)۔

(مصنف عبدالرزاق، حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۸۹)

دوسری روایت میں یہ ہے کہ اِنِّیْ لَاُ بْصِرُ مَنْ قَفَایَ کَمَا اُبْصِرُ مَنْ بَیْنَ یَدَیَّ میں اپنی گردن کے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے کوئی میرے سامنے ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

بقی بن مخلد رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ اندھیرے میں[۱] اس طرح دیکھتے جس طرح روشنی میں اور بہت سی روایتوں میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرشتوں کو اور

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۷۵، الکامل لابن عدی جلد ۳ صفحہ ۱۵۳۲

شیاطین کو دیکھا ہے اور نجاشی (بادشاہ حبش) کا جنازہ آپ ﷺ کے پیش نظر کیا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی[1] اور بیت المقدس اس وقت پیش نظر کیا گیا جب قریش نے آپ ﷺ سے[2] اس کی توصیف بیان کرنے کی خواہش کی اور جب آپ ﷺ نے اپنی مسجد شریف کی تعمیر فرمائی تو کعبہ سامنے لایا گیا[3] اور حضور ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ ثریا میں گیارہ ستارے دیکھ لیا کرتے تھے۔

یہ تمام روایتیں چشم مبارک سے ملاحظہ فرمانے پر محمول ہیں۔ یہی قول حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں کا ہے لیکن بعض نے ان کو علم کی طرف پھیرا ہے حالانکہ ظاہر عبارات اس کے مخالف ہیں اور اس میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے خصوصی فضائل ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو آپ علیہ السلام چیونٹی کو اندھیری رات میں سات فرسخ سے صاف دیکھ لیتے تھے۔ (معجم صغیر طبرانی صفحہ ۶۲)

یہ کچھ دشوار نہیں ہے کہ یہ ہمارے نبی حضور ﷺ کو معراج کے بعد ان باتوں اور فائدوں کے ساتھ خاص کر دیا ہو جو اس باب میں ہم نے ذکر کی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے رب کی نشانیوں کو دیکھا۔

یہ تو حدیثوں میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے رکانہ (پہلوان) جو اپنے وقت کا مانا ہوا قوی پہلوان تھا کو زیر کیا اور آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور یہ کہ رکانہ کے باپ (ابو رکانہ) کو آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت میں زیر کیا حالانکہ وہ بہت قوی اور بہادر تھا لیکن تین مرتبہ آپ ﷺ نے اس کو پچھاڑا۔ (سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۳۱، سنن ترمذی جلد ۳ صفحہ ۱۵۸۔۱۵۷)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ چلنے میں تیز کسی کو نہ دیکھا۔ آپ ﷺ پر گویا آپ ﷺ کے نیچے زمین لپیٹی جاتی تھی۔ ہم چلنے میں دشواری محسوس کرتے تھے مگر حضور ﷺ اپنی سبک و نرم رفتار میں چلتے جاتے تھے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۱۰، دلائل نبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

اور یہ بھی حضور ﷺ کی خاص صفت ہے کہ آپ ﷺ کی ہنسی (صرف) تبسم ہوتی تھی اور جب آپ ﷺ کسی کی طرف نظر التفات (توجہ) فرماتے تو پوری طرح توجہ فرماتے اور جب آپ ﷺ چلتے تو اچھی رفتار چلتے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے ڈھلوان پر چل رہے ہیں۔

۱۔ مسند ابی یعلی جلد ۷ صفحہ ۲۵۸، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۵۶/۲۳۶

۲۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۱، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۷

۳۔ اخبار مدینہ ابن بکار رحمہ اللہ کما فی مناہل الصفا صفحہ ۳۶

پانچویں فصل

آپ ﷺ کی فصاحت وبلاغت

آپ ﷺ کی زبان کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ اس صفت میں سب سے افضل مقام پر ہیں اور ایسا ہر موقع پر ہوتا کہ کوئی غافل آپ ﷺ کی طبعی سلاست پر محمول کیے بغیر نہ رہتا۔ آپ ﷺ کا کلام نکتہ رس الخیف اور مختصر مگر جامع (بلاغت) سے بھرپور' زوائد سے معری اور معانی میں صحیح ہوتا۔ بلاتکلف جوامع الکلم آپ ﷺ کو مرحمت ہوئے جو حکمت کے عجائبات سے پر ہوتے اور آپ ﷺ کو محاورات عرب پر پورا عبور حاصل تھا۔ عرب کے ہر قبیلہ سے اس کی زبان' اس کے محاورات' ان کی بولی میں ان پر (معارضہ) فرماتے یہاں تک کہ بسا اوقات صحابہ کرام ؓ کو بھی دشواری ہوتی اور آپ ﷺ سے اس کی شرح دریافت کرتے۔

جو شخص بھی آپ ﷺ کے ارشادات (احادیث کریمہ) پر غور وفکر کرے گا وہ اس کو جان لے گا اور اس کو تحقیق ہو جائے گا کہ آپ ﷺ جس طرح قریش وانصار سے کلام فرماتے تھے ویسا اہل حجاز ونجد سے نہ فرماتے تھے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے ذی الشعار ہمدانی' طہفۃ النہدی' قطن بن حارثہ علیمی'[1] اشعث بن قیس' وائل بن حجر کندی وغیرہ جو حضر موت کے سردار اور یمن کے بادشاہ تھے کلام فرمایا۔

آپ ﷺ کے اس خط پر غور کرو جو ہمدان کی طرف لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں آپ ﷺ نے لکھا کہ تمہارے لئے چوٹیاں' پست زمین اور سخت زمین ہے۔ اس کی لاوارث زمین میں تم اپنے جانور چراؤ۔ ہمارے لئے ان کے جانوروں اور کھجوروں میں اتنا ہے جو وہ معاہدہ اور امانت سے دیں اور ان کے لئے زکوٰۃ میں وہ معاف ہے جو بوڑھے اونٹ اور اونٹ کے بچے اور بوڑھی گائے جو کہ چرنے کے لئے نہ جائیں اور سرخ رنگ کے مینڈھے ہیں اور ان سے اس کی زکوٰۃ لی جائے گی جو گائے اور اونٹ چھ سالہ ہو اور وہ گھوڑے جو پانچ سالہ ہوں۔ (غریب الحدیث جلد ۱ صفحہ ۲۸۰)

اسی طرح آپ ﷺ کے اس فرمان پر غور کریں "جو نہد" سے فرمایا۔ اے اللہ ﷻ ان کے خالص دودھ اور لسی اور مکھن میں برکت دے۔ ان کے بادشاہ کو بہت سا مال دے اور ان کے تھوڑے پانی کو بہت سا کر دے۔ اے اللہ ﷻ ان کے مال واولاد میں برکت دے وہ مسلمان ہے جو نماز کو قائم

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۳۵

کرے اور وہ نیکو کار ہے جو زکوٰۃ ادا کرے اور وہ مخلص ہے جو گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔

اے اولاد ہند! حالت شرک کی امانتیں اور بادشاہوں کے وظیفے (تمہارے ہیں) زکوٰۃ کو نہ روکو زندگی میں حق سے تجاوز نہ کرو اور نمازوں میں سستی نہ کرو۔ حضور ﷺ نے نصاب زکوٰۃ میں لکھا کہ تمہارے لئے بوڑھے اونٹ اور گائے اور وہ جانور جو ابھی بچے ہیں اور وہ گھوڑا سواری کا لگام والا (جو اڑتا) ان کو تمہاری چراگاہ سے نہ روکا جائے گا۔ بڑے درخت نہ کاٹے جائیں گے دودھ والے جانور کو نہ روکا جائے گا اور جب تک تم دل میں نفاق نہ پیدا کرو اور بدعہدی کا اظہار نہ کرو گے۔ اس وقت تک بقیہ کھاؤ جو اقرار کرے اس پر عہد کی وفا اور ذمہ لازم ہے اور جو انکار کرے اس پر زیادتی (یعنی جزیہ) ہے۔ (حاکم جلد۴ صفحہ ۳۲۷)

اور آپ ﷺ کے اس خط پر بھی غور کرو جو وائل بن حجر، سرداران یمن اور ان کے خوبصورت نوجوانوں کو لکھا۔ اس میں تھا کہ چالیس بکریوں میں سے ایک ایسی بکری جو دبلی ہو نہ موٹی بلکہ درمیانی دیا کرو۔ اگر دفینہ برآمد ہو تو اس میں پانچواں حصہ دو، جو کنوارہ شخص زنا کرے اس پر سو (100) درّے لگاؤ اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو (شہر بدر کا حکم مذہب حنفی میں منسوخ ہے مترجم) اور جو شادی شدہ زنا کرے اسے رجم کر دو (پتھروں سے مار ڈالو) دین میں سستی نہ کرو اور خدا کے فرائض میں لاپرواہی نہ برتو۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (غریب الحدیث جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ معجم صغیر ۱۳۱)

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سرداران یمن کے امیر تھے غور کرو۔ یہ خطوط اس خط سے کہاں ملتے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دیا تھا اور وہ فرائض میں مشہور ہے۔ چونکہ ان لوگوں کی بول چال ہی ایسی تھی اور ان کی بلاغت ہی یہ تھی اور ان کے محاورات ہی یہ تھے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ان کے لئے ان ہی کا طرز خطاب روا کیا تا کہ لوگوں پر وہ باتیں ظاہر کریں جو آپ ﷺ پر اللہ جل جلالہ نے نازل فرمائی ہیں اور یہ کہ لوگوں کو آپ ﷺ اسی طرح تعلیم دیں جس طرح ان کی بول چال ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۴۸)

جیسا کہ عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ فَاِنَّ الْیَدَ الْعُلْیَا ھِیَ الْمُنْطِیَۃُ وَالْیَدُ السُّفْلٰی ھِیَ الْمُنْطَاۃُ. اوپر کا ہاتھ دینے والا اور نیچے کا ہاتھ لینے والا ہے۔ عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری لغت میں کلام فرمایا۔ (مستدرک جلد۴ صفحہ ۳۲۷ سنن بیہقی کتاب الزکوٰۃ جلد۴ صفحہ ۱۹۸)

اسی طرح حدیث عامری رضی اللہ عنہ میں ہے جب انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے سے سوال کر یعنی جو چاہے سوال کر۔ یہ بنی عامر کی بول چال ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۴۸)

لیکن حضور ﷺ کے عام ارشادات وہ فصاحت کے شاہکار جوامع الکلم اور حکمتوں سے بھرپور ہیں اور وہ زبان استعمال فرمائی ہے جس میں شاعروں کے بالعموم دیوان ہیں اور وہ عام کتب میں جاری وساری ہیں' ان میں سے حضور ﷺ کے بعض ارشادات تو ایسے ہیں کہ ان کا فصاحت وبلاغت میں کوئی موازنہ ہی نہیں کر سکتا۔ جیسے اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُا دِمَاءُ وُهُمْ وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ اَدْ نَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى عَنْ سِوَاهُمْ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں ان میں سے ادنی شخص کے ذمہ لینے سے سب پر وفا ہو جاتی ہے وہ سب ایک ہاتھ ہیں ان پر جو ان کا مخالف ہے۔ یعنی وہ سب متحد ومتفق ہیں اور یہ اتفاق ان کی زبردست طاقت ہے۔

(سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۸۹۵، سنن ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۱۸۳۰، سنن نسائی جلد ۸ صفحہ ۲۴)

اور حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اَلنَّاسُ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ[1] وَالْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[2] وَلَا خَيْرَ فِيْ صُحْبَةِ مَنْ لَّا يَرَى لَكَ مَا تَرٰى لَهٗ[3] وَالنَّاسُ مَعَادِنٌ''[4] وَمَا هَلَكَ اِمْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ''[5] وَالْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ'' وَهُوَ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ[6] وَرَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا[7] قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ.

یعنی لوگ کنگھی کے دانوں کی طرح ہیں اور آدمی اس کے زمرہ میں ہے۔ جس سے وہ محبت رکھتا ہے' اس شخص کی صحبت میں بھلائی نہیں جو تیرے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور لوگ کانیں (معدن) ہیں اور وہ آدمی ہلاک نہیں ہوتا جو اپنی قدر پہچانتا ہے۔ جس سے مشورہ طلب کیا جاتا' وہ امانت دار ہوتا ہے۔ وہ جب تک کلام نہ کرے مختار ہے۔ اللہ ﷻ اس پر رحم کرے جو اچھی بات کہے تو وہ غنیمت ہے یا خاموش رہا تو سلامتی ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: اَسْلِمْ وَتَسْلَمْ اسلام لا سلامتی میں رہے گا۔ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ. اور اسلام لا کہ اللہ ﷻ تجھ کو دوگنا ثواب رحمت فرمائے گا۔

۱۔ مکارم الاخلاق لابن لال عن سہل بن سعد ؓ کمافی منائل الصفاء للسیوطی صفحہ ۳۹

۲۔ بخاری شریف جلد ۸ صفحہ ۴۳' مسلم شریف جلد ۴ صفحہ ۲۰۳۴' ترمذی شریف جلد ۴ صفحہ ۳۲

۳۔ الکامل لابن عدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۹۷

۴۔ صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۲۔۱۴۳، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۳۱

۵۔ تاریخ ابن سمعانی کمافی منائل الصفاء للسیوطی صفحہ ۳۹

۶۔ ابوداؤد شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۳، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۳، دارمی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹

۷۔ مسند الفردوس للدیلمی جلد ۲ صفحہ ۲۵۹' الاحیاء جلد ۳ صفحہ ۷، والفیض القدیر جلد ۴ صفحہ ۳۴

(بخاری شریف جلد۲ صفحہ۳۰، مسلم شریف جلد۳۱ صفحہ۱۳۹۶)

وَاِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَیَّ وَ اَقْرَبَكُمْ مِنِّیْ مَجَالِسَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحَاسِنُكُمْ اِخْلَاقًا. اور بیشک تم میں وہ شخص مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہ میرے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ (سنن ترمذی شریف جلد۳ صفحہ۳۴۹)

اَلْمُوَطَّئُوْنَ اَكْنَافًا الَّذِیْنَ یَاْلَفُوْنَ وَیُوْلَفُوْنَ. متواضع اور خاکسار وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ لَعَلَّهٗ كَانَ یَتَكَلَّمُ بِمَا لَا یَعْنِیْهِ. شاید کہ وہ لایعنی اور لغو باتیں کرتا رہا اور بے فائدہ کنجوسی کرتا رہا ہو۔ (سنن ترمذی جلد۳ صفحہ۳۸۲)

اور حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ذُوالْوَجْهَیْنِ (دورخی) باتیں کرنے والا اللہ ﷻ کے نزدیک اچھا نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد شریف جلد۵ صفحہ۱۹۱-۱۹۰)

اور حضور ﷺ نے قِیْلَ وَ قَالَ (کج بحثی) اور کثرت سوال، اضاعت مال اور (جائز و ناجائز) جمع مال اور والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری شریف جلد۸ صفحہ۸۴، مسلم شریف جلد۳ صفحہ۱۳۴۰-۱۳۴۱)

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں: جہاں کہیں ہو اللہ ﷻ سے ڈرتا رہ، برائی کے بدلے نیکی کر کیونکہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے، لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آ[1] بہترین کام میانہ روی ہے۔[2] اپنے دوست کو کم راز دار بنا ممکن ہے کہ وہ کسی وقت تیرا دشمن ہو جائے۔

(الادب المفرد صفحہ۳۴۴، سنن ترمذی جلد۴ صفحہ۲۴۳)

ارشاد ہے سب سے بری اندھیری قیامت کی تاریکی ہے۔

(بخاری شریف جلد۳ صفحہ۱۱۳، مسلم شریف جلد۴ صفحہ۱۹۹۶، ترمذی جلد۴ صفحہ۲۶۲)

حضور ﷺ نے بعض دعائیں اس طرح کی ہیں۔ اے اللہ ﷻ میں تجھ سے اس رحمت کا سوال کرتا ہوں جو تیرے نزدیک میرے دل کی ہدایت کرنے والی ہو اور میرے کام مجھ پر آسان کر دے، میری پراگندگی کو دور کر دے۔ میرے دل کی اصلاح فرما دے اور میرے ظاہر کو اس سے بلند کر دے اور میرے عمل سنوار دے۔ میری درستگی کو بتلا دے اور اس سے میری محبت وابستہ کر دے اور مجھ کو ہر برائی سے محفوظ رکھ۔

اے اللہ ﷻ! قضا و قت صحت و درستگی، شہیدوں کا مرتبہ، نیکوں کی زندگی اور دشمنوں پر فتح یابی

۱۔ سنن ترمذی جلد۳ صفحہ۲۳۹، حاکم جلد۱ صفحہ۵۴

۲۔ تاریخ ابن سمعانی صفحہ۵۱

کی دعا مانگتا ہوں۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات جلد ۵ صفحہ ۱۴۷)

محدثین کی ایک جماعت نے محدثین کے کثیر افراد سے حضور ﷺ کے مراتب و مقامات، آپ ﷺ کی مجالس، آپ ﷺ کے خطبے، آپ ﷺ کی دعائیں، آپ ﷺ کے جوابات، آپ ﷺ کے عہد و بیان اس کثرت سے بیان کئے ہیں کہ ان میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کے ارشادات اس مرتبہ کے فصیح و بلیغ ہیں کہ کسی کے کلام کو ان پر قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا اور وہ اس قدر لائق ہیں کہ کوئی ان کے ہم مثل لانے پر قادر ہی نہیں۔

بلاشبہ محدثین نے جو کلمات جمع کئے ان پر کوئی قدرت رکھتا ہی نہیں کہ ان کو دل میں سمو کر اپنے الفاظ میں ہم معنی و مطلب ڈھال کر بیان کر سکے۔ جیسے حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ حَمِیَ الْوَطِیْسُ [1] (تنور گرم ہوا) یعنی لڑائی بھڑکی مَاتَ حَتْفَ أَنْفِهٖ [2] وہ اپنی موت مرا یعنی بغیر مار پیٹ اور قتل وغیرہ کے مرا اور فرمایا: وَلَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ. [3] مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ وَالسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِهٖ. [4] نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

اس قسم کے اور دوسرے ارشادات ہیں جن کے دیکھنے والے کو اس کے مضامین محو حیرت بنا دیتے ہیں اور وہ الفاظ کے مختصر ہونے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ہم نے کسی کو آپ ﷺ سے بڑھ کر فصیح نہیں دیکھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے کون روک سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم صاف عربی میں میری زبان پر نازل ہوا۔ [5] ایک اور مرتبہ فرمایا: میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں مگر یہ کہ میں قریشی ہوں اور بنی سعد میں پرورش ہوئی۔ (النھایہ جلد ۱ صفحہ ۱۷)

اسی سبب سے حضور ﷺ کے لئے بدری فصاحت، شیریں کلامی، دیرینہ خالص عربی بولی اور اس کی مضبوطی جمع کر دی گئی۔ پھر آپ ﷺ کے کلام میں جلا (رونق) تائید الٰہی ﷻ سے بھی ہوئی جو اس وحی کی مدد کے ذریعہ جس کے علم تک انسان کے علم کی رسائی اور اس کا احاطہ ممکن نہیں۔

۱۔ مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۱۳۹۹، دلائل النبوۃ جلد ۵ صفحہ ۱۴۷

۲۔ الشعب للبیہقی رحمہ اللہ کما فی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۵۲

۳۔ بخاری شریف جلد ۸ صفحہ ۲۷

۴۔ الدیلمی عن عقبہ بن عامر رحمہ اللہ کما فی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۵۲

۵۔ البیہقی فی الشعب من طریق عباد من العوام کما فی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۵۲

اُم معبد رضی اللہ عنہا نے آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی تعریف میں کہا کہ آپ شیریں کلام تھے نہ زیادہ بولتے (کہ سننے والے کو گراں گزرے) اور نہ کم بولتے (کہ سننے والے مفہوم ہی نہ سمجھے) آپ کا کلام ایک موتیوں کی لڑی ہوتا کہ موتی پرو دیئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ بلند آواز اور خوش گلو تھے۔

چھٹی فصل

آپ ﷺ کی نسبی شرافت، آپ ﷺ کے شہر کی بزرگی اور آپ ﷺ کی نشو ونما

ان کے ثبوت کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں اور نہ ان کا بیان مشکل ہے۔ یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ آپ ﷺ قبیلہ بنی ہاشم کے منتخب اور خالص نسل قریش میں سے ہیں۔ سارے عرب میں آپ ﷺ اشرف اور والدین کے لحاظ سے آپ ﷺ سب میں معزز ہیں اور آپ ﷺ اس شہر مکہ کے رہنے والے ہیں جو اللہ ﷻ اور اس کے بندوں کے نزدیک تمام شہروں میں سب سے زیادہ مکرم ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مرفوعاً بالاسناد مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میں اولادِ آدم علیہ السلام کے پے در پے بہتر زمانوں میں بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ میں اس قرن میں ہوا جس میں کہ ہوں۔ (بخاری شریف کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۱۵۱، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۴۱۸، جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ ﷻ نے مخلوق کو پیدا فرما کر مجھے ان کے بہتر زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میں پیدا فرمایا، پھر قبیلوں کو پسند کیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر گھروں کو پسند کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں بنایا۔ اس لئے میں ان کے بہترین افراد اور بہترین گھروں میں سے ہوں۔ (سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۲۴۴، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

واثلہ بن اسقع ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اولادِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قبیلہ بنی کنانہ کو منتخب کیا، پھر قبیلہ بنی کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی، پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو اشرف کیا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو پسند کیا۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

(سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۲۴۳، صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۱۷۸۲)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنی مخلوق میں سے بنی آدم کو پسند کیا، پھر بنی آدم میں سے اہل عرب کو، پھر عرب میں سے قریش کو، پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو، پھر ہاشم میں مجھ کو پسند فرمایا۔ اس لئے میں بہتروں میں سب

سے بہتر ہمیشہ رہا ہوں۔ پس جو عرب سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت کی بنا پر محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔

(طبرانی جلد ۱۲ صفحہ ۴۰۰، حاکم جلد ۳ صفحہ ۸۷۔۸۶، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۱۷، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی روح اقدس حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل اللہ ﷻ کی بارگاہ میں نور تھی۔ وہ نور اقدس اللہ ﷻ کی تسبیح میں مشغول تھا اور فرشتے آپ ﷺ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پھر اللہ ﷻ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور اقدس آپ ﷺ کی صلب میں رکھا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اللہ ﷻ نے زمین کی طرف صلب آدم علیہ السلام میں اتارا۔ پھر مجھ کو صلب حضرت نوح علیہ السلام میں منتقل کیا۔ پھر صلب ابراہیم علیہ السلام میں مجھ کو (نار نمرود میں) ڈالا، اسی طرح ہمیشہ اللہ ﷻ مجھ کو معزز و مکرم پشتوں (اصلاب) اور طیب و پاکیزہ رحموں (رحم مادر) میں منتقل فرماتا رہا۔ حتیٰ کہ مجھ کو ان والدین سے پیدا فرمایا جو کبھی زنا کے قریب تک نہ گئے تھے۔

(ابن عمر العدنی فی مسندہ کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۵۳)

اس حدیث کی صحت پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ شعر گواہ ہے جو حضور ﷺ کی مدح و ثنا میں مشہور ہے۔

ساتویں فصل

ضروریاتِ زندگی کی اقسام سے پہلی قسم

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ زندگی کی ضروریات جس چیز کی خواستگار ہوتی ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں۔ **اول:** کمی کی فضیلت، **دوم:** کثرت کی فضیلت، **سوم:** مختلف حالتیں

لیکن کمی کی مدح و کمال شرعاً اور عادتاً ہر طرح بالاتفاق محمود ہے جیسے غذا اور نیند (کہ کم غذا کھانا اور کم سونا تعریف کے لائق ہے) اہل عرب اور تمام حکماء اس میں کمی کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے ہیں اور ان میں زیادتی و کثرت کی برائی بیان کرتے رہے ہیں کیونکہ زیادہ کھانا پینا، نیند اور حرص و شہوت پر دلالت کرتا ہے اور شہوت کا غلبہ دنیا و آخرت میں نقصان دہ ہے اور جسم کی بیماریاں، سانس کی تنگی اور امتلاء دماغ کا موجب ہوتا ہے۔

اور کم کھانا پینا، قناعت، نفس پر بھروسہ، قاطع شہوت، موجب صحت، صفائے قلب اور ذہن کی

تیزی پر دلالت کرتا ہے۔ جس طرح نیند کی زیادتی سستی، کمزوری، کند ذہنی، ضعف اعصاب، کسلمندی، عاجزی کی عادت، بے فائدہ عمر کی اضاعت، قساوت قلب اور اس کی غفلت و موت پر شاہد ہے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے اور ہمارے مشاہدے میں ہے اور گزشتہ امتوں اور حکیموں اور شعرائے عرب کے کلاموں میں اور اخبار و احادیث صحیحہ آثار سلف و خلف میں بتواتر منقول ہے جس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ ہم نے اس کو یہاں اختصاراً اور (اس کی) شہرت کی بناء پر اسی پر اکتفا کیا۔

حضور اکرم ﷺ ان دونوں (غذا و نیند کی) قسموں میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کی وہ عادت کریمہ ہے جس پر کسی کو مجال انکار نہیں اور یہ وہی عادت ہے جس کا حکم حضور ﷺ نے دیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے۔ خصوصاً ان دونوں میں باہمی ربط ہے۔

حدیث: مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بالاسناد مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اولاد آدم علیہ السلام نے پیٹ سے بڑھ کر برا کوئی برتن نہیں پُر کیا حالانکہ اولاد آدم علیہ السلام کے لئے چند لقمے کافی تھے جو اس کی زندگی باقی رکھ سکتے تھے اور اگر وہ کھانے پر اتنا ہی مجبور ہے تو (بھوک کے تین حصے کرے) ایک ثلث غذا، ایک ثلث پانی اور ایک ثلث سانس کے لئے رکھے اور نیند کی زیادتی دراصل کھانے پینے کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۷، سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱، حاکم جلد ۴ صفحہ ۳۳۱)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تھوڑا کھانا رات کی بیداری کا مالک بنا دیتا ہے۔ سلف کے بعض علماء فرماتے ہیں کہ زیادہ نہ کھاؤ اور نہ زیادہ پانی پیو اور نہ زیادہ سوؤ ورنہ تم زیادہ نقصان اور خسارہ اٹھاؤ گے۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ ﷺ کے نزدیک وہ ہے جو مل کر کھایا جائے یعنی اس کھانے پر زیادہ ہاتھ پڑیں۔ (صحیح بخاری باب الطلاق جلد ۷ صفحہ ۴۱، صحیح مسلم باب العتق جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۴)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی کھانا شکم سیر ہو کر نہ ملاحظہ فرمایا۔ اگر آپ ﷺ کاشانہ اقدس میں جلوہ فرما ہوتے تو کبھی ان سے کھانا طلب نہ فرماتے اور نہ خواہش ہی ظاہر فرماتے۔ اگر وہ لوگ کھانا پیش کر دیتے تو ملاحظہ کر لیتے اور جو کچھ بھی وہ کھانا لاتے قبول فرما لیتے اور جو وہ پلاتے پی لیتے۔

اس پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ[1] سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے میں ہنڈیا میں گوشت نہیں دیکھتا۔ دراصل آپ ﷺ کے اس سوال کا مقصد ان کے اس گمان کو

۱۔ صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۶۲

دور کرنا تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ (صدقے کا) گوشت بطور ہدیہ بھی حضور ﷺ کے لئے حلال نہیں ہے۔ یہ سنت کی تعلیم کے لئے سوال تھا۔ جب ان کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے پیش نہیں کرتے باوجودیکہ حضور ﷺ خوب جانتے تھے کہ وہ لوگ اپنے آپ کو حضور ﷺ پر کسی طرح ترجیح نہیں دیتے تھے تو ان کے گمان کی تصدیق فرماتے ہوئے ان کو مسئلہ کی ناواقفیت پر آگاہ فرمایا اور یہ فرمادیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے تو یہ صدقہ ہے لیکن ان کی طرف سے ہمارے لئے یہ ہدیہ ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت میں ہے کہ اے میرے بیٹے جب تو معدہ کو بھرے گا تو تیری فکر سو جائے گی اور تیری حکمت گونگی ہو جائے گی اور تیرے خدا کی بندگی سے بیٹھ جائیں گے۔

سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس شخص کو علم فائدہ نہیں پہنچاتا جو اتنا کھائے کہ پیٹ بھر جائے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار! میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

(صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۶۲، سنن ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۱۴۰، سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۸۹)

ٹیک لگانا یہ ہے کہ کھاتے وقت سہارا لے اور بیٹھنے میں مکمل ٹیک لگانا یہ ہے کہ چوکڑی مار کر بیٹھے اور اسی کے مشابہ وہ نشست ہے جو بیٹھنے والا کسی پر تکیہ لگائے۔ ان صورتوں میں کھانے والا بہت کھا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کھانا اس طرح تناول فرماتے کہ آپ پاؤں کے بل بیٹھ کر دونوں گھٹنے کھڑے رکھتے[1] اور فرماتے ہیں

کہ میں بندہ ہوں، اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔

(مسند الفردوس جلد ۱ صفحہ ۳۲۲، طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۸۱، مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۵، تاریخ ابن عدی جلد ۵ صفحہ ۱۹۷)

اور محققین کے نزدیک ٹیک لگانے کے یہ معنی نہیں کہ کسی پہلو پر جھک جائے۔

اسی طرح حضور ﷺ بہت کم سوتے تھے۔ اس پر بکثرت آثار صحیحہ شاہد ہیں۔ پھر بھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ.[2] بیشک میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا اور حضور ﷺ کی نیند داہنے پہلو پر ہوتی تھی۔ اس سے کم سونے پر مدد لیتے تھے۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۲۱۹، عمل الیوم واللیلہ صفحہ ۳۶۰)

کیونکہ بائیں طرف دل ہے اور وہ باطنی اعضاء ہیں (جن پر) بائیں طرف لیٹنے سے نیند میں خوشگوار

۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۶۱۶

۲۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۰۹

اس کا دل معلق اور بے چین رہتا ہے تو جلدی وہ بیدار ہو جاتا ہے اور گہری نیند اس کو مستغرق نہیں کرتی۔

آٹھویں فصل

ضروریاتِ زندگی کی دوسری قسم

ضروریات زندگی کی دوسری قسم جس کی زیادتی و کثرت پر بالاتفاق تعریف کی جاتی ہے اور اس کی کثرت پر فخر کیا جاتا ہے جیسے نکاح اور بلند مرتبہ لیکن نکاح یہ تو شرعاً بالاتفاق محمود ہے کہ یہ کمال و صحت مردانگی کی دلیل ہے۔ اس کی کثرت پر عادتاً ہمیشہ فخر کیا جاتا ہے اس پر مدح کرنا پرانی خصلت ہے لیکن شریعت مطہرہ میں تو یہ سنت ماثورہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس بات میں وہ شخص افضل ہے جس کی زیادہ بیبیاں ہیں۔ (صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴)

اس سے ان کا اشارہ حضور ﷺ کی طرف ہے۔

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نکاح کیا کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تم سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔[1] آپ نے تَبَتُّــــل یعنی نکاح کر کے معلق چھوڑ دینے کو منع فرمایا۔[2] باوجودیکہ اس میں قطع شہوات اور غض بصر (آنکھوں کا پست کرنا) ہے۔ حالانکہ ان دونوں پر حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان میں تنبیہہ فرمائی ہے۔

کہ جب استطاعت ہو تو چاہئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو پست کر دیتا ہے اور نظر و نگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔[3] حتیٰ کہ علماء کرام نے نکاح کرنے کو زہد کے خلاف نہیں دیکھا۔

سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ کو بیویاں محبوب تھیں تو پھر اس میں زہد کیا ہو سکتا ہے (یعنی یہ زہد کے خلاف نہیں)۔

اس طرح ابن عُیَیْنَہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلاشبہ صحابہ کرام ﷺ میں جو زاہد ہیں وہ بیویاں اور لونڈیاں رکھتے تھے یعنی وہ کثیر الزواج تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ حضرت حسن اور حضرت ابن عمر ﷺ کثیر الازواج معروف ہیں۔

اکثر علماء نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ انسان خدا کے دربار میں اس حال میں پہنچے کہ وہ ناکتخدا

۱۔ مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۵۳

۲۔ صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۵، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۰

۳۔ صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۸، طبرانی کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹

(غیر شادی شدہ) ہوا اگر یہ سوال کیا جائے کہ نکاح اور کثرت ازواج کیونکر فضیلت کا موجب بن سکتی ہے حالانکہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی اللہ ﷻ نے ان کے غیر شادی شدہ (حصورا) ہونے کے باوجود تعریف کی ہے پس وہ کیونکر ثنائے باری ﷻ کے مستحق ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس فضیلت سے عاجز تھے اور یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ وہ عورتوں سے الگ رہے اگر یہ امر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ بیان کرتے ہو تو ضرور وہ نکاح کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حضور (غیر شادی شدہ) کی تعریف کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نامرد تھے یا ان کا سرِّ مرد (مردانہ شرم گاہ) تھا ہی نہیں بلکہ اس پر بڑے بڑے مفسرین اور علماء ناقدین کا انکار منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقص وعیب ہے جو انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں۔ بلکہ حصوراً کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں سے معصوم تھے اور وہ گناہ نہ کرتے تھے بعض کہتے ہیں وہ گناہ (زنا) سے رکے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ نفسانی خواہشات سے مجتنب (الگ) تھے اور بعض نے کہا کہ ان کا عورتوں کی طرف میلان تھا ہی نہیں۔

اب تم کو یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ نکاح پر قدرت نہ ہونا عیب ونقص ہے اور فضیلت یہ ہے کہ نکاح پر قدرت ہو پھر (نفسانی شہوات کا) قلع قمع کرے یا تو مجاہدہ کے ساتھ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا یا خدا کی طرف سے کفایت ہو جیسا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حال تھا۔ یہ ایک زائد فضیلت ہے کیونکہ بسا اوقات شہوت مشغول کر دیتی ہے اور اس کو دنیا میں ڈال دیتی ہے۔ پھر وہ شخص جس کو یہ قدرت بھی دی گئی ہو اور اس کا مالک بھی بنایا گیا ہو اور اس میں امور ضروریہ کو قائم بھی کرے پھر وہ اپنے رب ﷻ سے غافل نہ رہے، اس کا بڑا درجہ ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا یہی حال ومرتبہ تھا کہ آپ ﷺ کو بیویوں کی کثرت اپنے رب ﷻ کی عبادت سے نہ روکتی تھی بلکہ اس نے آپ ﷺ کی زیادتی میں اور زیادتی کی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ان بیبیوں کو پاک دامن عفیفہ بنا دیا۔ بلکہ آپ ﷺ بیویوں کے حقوق قائم فرماتے، ان کے معاش کی جستجو کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ان کو یہ صراحت کے ساتھ بتا دیا تھا کہ اگرچہ بیویوں کی کثرت اہل دنیا کے لئے حظ (لذت) میں سے ہے مگر میرے لئے یہ دنیا کا حظ نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ. تمہاری دنیا میں سے مجھے یہ چیز پسند ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جو عورتوں اور خوشبو کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا یہ دونوں اگرچہ اوروں کے لئے دنیاوی لذت ہے مگر حضور ﷺ کے لئے یہ دنیا کے لئے نہیں ہے بلکہ اخروی فوائد کے لئے ہیں۔ بسبب اس کے کہ ہم نے ترویج کے سلسلہ میں ذکر کیا اور خوشبو کا استعمال فرشتوں کی

ملاقات کے لئے تھا اور ایسے بھی کہ خوشبو کا استعمال جماع پر برانگیختہ کرتا ہے اور اس کا مددگار ہے اور سبب جماع کا مہیج و محرک ہے لیکن ان دونوں یعنی عورتوں اور خوشبو سے محبت ان کے مذکورہ فوائد کے لئے نہ تھی بلکہ کسی اور سبب کے لئے تھی نہ کہ قطع شہوت کے لئے۔

آپ ﷺ کی خالص محبت ذات الٰہی اور اپنے مولا کے مشاہدۂ قدرت اور اس سے مناجات میں تھی۔ اس لئے حضور ﷺ نے دونوں محبتوں کو جدا جدا بیان کر کے دونوں کی حالتوں کا فرق بتا دیا۔ پس فرمایا: نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دی گئی۔ سو اب حضرت یحیٰی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عورتوں کی آزمائش میں مبتلا ہونے سے باز رہنے میں برابر ہو گئے اور عورتوں کے ساتھ قیام فرمانے سے فضیلت میں ان سے بڑھ گئے۔ اسی لئے حضور ﷺ ان میں سے ہیں جن کو طاقت دی گئی اور بہت ہی دی گئی۔ اسی لئے حضور ﷺ کو آزاد عورتوں کو نکاح میں لانے کی تعداد مباح کر دی گئی۔ جو آپ ﷺ کے سوا کسی کے لئے مباح نہیں۔

ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضور ﷺ ایک ہی وقت میں دن یا رات میں گیارہ عورتوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ نسائی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ طاؤس سے مروی کہ حضور ﷺ کو جماع میں چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ اسی کے مثل صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضور ﷺ کی آزاد شدہ لونڈی سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک رات نو بیویوں پر دورہ فرمایا اور دوسری کے پاس جانے سے قبل آپ ﷺ نے غسل کیا اور فرمایا: یہ بہت اچھا اور پاکیزہ طریقہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں آج رات سو عورتوں کے یا ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا۔ انہوں نے ایسا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیٹھ میں سو آدمیوں کی طاقت تھی۔ حالانکہ ان کے حبالۂ عقد میں تین سو بیبیاں یا ان کی تحویل میں تین سو باندیاں تھیں (شک راوی ہے) نقاش رحمہ اللہ اور ان کے سوا دوسروں نے نقل کیا سات سو بیبیاں اور تین سو باندیاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام باوجود کمال زہد اور اپنے ہاتھ سے کسب معاش کے آپ علیہ السلام کی ننانوے بیبیاں تھیں اور جب ایک اور عورت سے نکاح کر کے سو پورا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً ؕ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں۔ (پ ۲۳ ص ۲۳) (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے منقول ہے کہ مجھ کو لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: 1۔سخاوت 2۔شجاعت 3۔کثرت جماع 4۔قوت گرفت۔

(طبرانی اوسط بسند جید کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۵۶)

لیکن جاہ ومرتبہ۔سو عقلاء کے نزدیک یہ عادتاً محمود ہے۔اس کے جاہ وجلال کے موافق ہی لوگوں کے دلوں میں عظمت ہوتی ہے۔بیشک اللہ عزوجل نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توصیف میں ارشاد فرمایا:

وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (پ ۳ ال عمران ۴۵) باعزت ہوگا دنیا و آخرت میں۔(ترجمہ کنزالایمان)

لیکن اس کی آفتیں بہت ہیں۔پس وہ بعض لوگوں کے لئے آخرت کے فائدہ کے لحاظ سے مضر ہے۔اسی وجہ سے بعض نے اس کی مذمت کی ہے اور اس کو برا کہا ہے اور اس کی ضد (گمنامی) کی مدح کی ہے۔

اور شریعت میں گمنامی کی مدح اور زمین پر اترانے کی مذمت آئی ہے۔حضور ﷺ کو اللہ عزوجل نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں یعنی قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی بڑی عظمت و ہیبت تھی۔حالانکہ کفار مکہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذائیں پہنچاتے اور خود حضور ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔

مگر جب حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوتے تو آپ ﷺ کی تعظیم کرتے اور حضور ﷺ کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔اس بارے میں بکثرت خبریں مشہور ہیں۔عنقریب بعض حدیثیں آنے والی ہیں۔

بلاشبہ جس نے آپ ﷺ کو پہلے نہ دیکھا ہوتا وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ہیبت زدہ ترسیدہ ہو جاتا تھا۔جیسا کہ قیلہ نامی عورت سے مروی ہے کہ جب اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ لرزہ براندام ہو گئی۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے مسکین عورت تو تسلی رکھ۔(سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۱۷۰ شمائل ترمذی ص ۱۱۸ طبقات ابن سعد)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک مرد حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا تو وہ لرزنے لگا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اطمینان رکھ میں بادشاہ (یا فرشتہ) نہیں ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۶۹)

لیکن نبوت و شرافت، منزلت و رسالت اور اصطفاء و کرامت میں جو آپ ﷺ کا عظیم مرتبہ

دنیا میں ہے وہ تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ پھر آخرت میں تو آپ ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اسی فصل کے معنی و مطلب کے لئے تو ہم نے اس تمام قسم کو تحریر کیا ہے۔

نویں فصل

ضروریات و مقتضیات حیات کی قسموں کے بیان میں

ضروریات زندگی کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ مختلف حالات جن کے ساتھ تعریف و توصیف کی جاتی ہے اور ان کو سبب فخر جانا جاتا ہے اور ان کی وجہ سے فضیلت دی جاتی ہے۔ (ان میں سے ایک) مال کی زیادتی ہے۔ فی الجملہ مالدار عام لوگوں کے اعتقاد میں بڑا ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں پوری کر لیتا ہے اور اس کے سبب اس کے اغراض و مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں ورنہ فی نفسہ (مالدار میں) کوئی فضیلت نہیں ہوتی پس جب مال کی یہ صورت ہو اور مالدار جب اپنے مقاصد کے حصول اور ان لوگوں کی اغراض پر جو اس کے پاس امیدیں لے کر آئیں۔ ان پر مال خرچ کرلے اور اس کے ذریعہ مرتبت، تعریف اور نیک دل لوگوں میں عزت کا خریدار ہو تو وہ مالدار اہل دنیا کے نزدیک فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔

اور وہ مالدار جب اپنے مال کو نیکی کی راہوں میں خرچ کرے اور آخرت کی بھلائی کے لئے اس کو صرف کرے اور اس انفاق (خرچ کرنے) سے اس کا مقصد اللہ ﷻ کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی ہو تو یہ ہر حال میں سب کے نزدیک فضیلت رکھتا ہے اور جب مالدار بخیل و کنجوس ہو اس کے مصارف میں اور اس کے جمع کرنے کا حریص ہو تو مال کی کثرت نہ ہونے کے برابر ہوئی، یہ مالدار کے لئے عیب و نقص ہوگا اور وہ مال اس کو سلامتی کی راہ پر گامزن نہیں رکھے گا بلکہ اس کو بخالت کے رذیل گڑھے اور کمینگی کی برائی میں ڈال دے گا۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ فی نفسہ مال میں کوئی تعریف اور فضیلت نہیں ہے بلکہ صرف اس لئے اس کی تعریف ہے۔ وہ دوسروں کو دیتا ہے اور اس کے مصارف پہ خرچ کرتا ہے۔ لہٰذا مال کا جمع کرنے والا اگر اس کی جگہ پر خرچ نہ کرے اور اس کو اس کے راستوں پر صرف نہ کرے تو وہ درحقیقت غنی (مالدار) نہیں اور نہ وہ مال اس کو بے پرواہ بناتا ہے اور نہ یہ بات کسی عقلمند کے نزدیک تعریف کے لائق ہے بلکہ وہ دائمی فقیر ہے (کہ ہر وقت مال کے حرص میں محتاج ہے) اور وہ اپنی کسی غرض تک نہ پہنچے گا کیونکہ جو مال اب اس کے ہاتھ میں ہے جو اس کو اغراض تک پہنچانے والا تھا وہ اس پر تسلط و غلبہ نہیں رکھتا (کہ

وہ ایسا شخص ہو گیا جو کسی غیر کے خزانہ کا محافظ و نگہبان ہو اور وہ مال و خزانہ اس کا اپنا نہ (وہ اس کو خرچ کرے) ہو۔ گویا کہ اس کے ہاتھ میں اس سے کچھ بھی نہیں ہے اور مال کا خرچ کرنے والا بھرپور غنی ہے کیونکہ اس نے مال کے فوائد حاصل کئے ہیں۔ اگرچہ اس کے ہاتھ میں مال میں سے کچھ نہ بچے۔

اب ذرا ہمارے نبی حضور ﷺ کی عادت کریمہ اور سیرت مبارکہ پر نظر ڈالو اور مال میں آپ کے اخلاق حسنہ پر غور کرو تو تم حضور ﷺ کو اس حال میں پاؤ گے کہ آپ ﷺ کو زمین کے خزانے دیئے گئے، شہروں کی کنجیاں دی گئیں اور مال غنیمت آپ ﷺ کے لئے حلال کیا گیا۔ جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی پر حلال نہ تھا۔ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں ملک حجاز، یمن اور تمام جزیرۂ عرب اور جو اس کے قریب شام و عراق وغیرہ تھا فتح ہوئے۔ ان کا خمس (پانچواں حصہ) اور جزیہ اور صدقہ اتنا لایا گیا کہ اور بادشاہوں کے لئے اس سے بہت تھوڑا آتا تھا۔ پھر مختلف ملکوں کے بادشاہ آپ ﷺ کی خدمت میں تحفہ جات بھیجتے لیکن ان میں سے کسی پر بھی آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ترجیح نہ دی اور نہ ان میں سے ایک درہم بھی اپنے لئے نہ روکا بلکہ ان تمام کو ان کے مصارف کی جگہوں پر خرچ فرما دیتے اور دوسروں کو غنی بنا دیتے اور مسلمانوں کی طاقت اس سے بناتے۔

اور فرماتے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور رات کو اس میں سے ایک دینار بھی رہے۔ مگر وہ دینار جو قرض کے طور پر لیا ہو۔

(صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۶۸۷، صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۲)

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں بہت سی اشرفیاں آئیں آپ ﷺ نے ان کو تقسیم فرما دیا۔ ان میں سے چھ اشرفیاں باقی بچ گئیں۔ تو وہ ایک بیوی کو دے دیں۔ آپ ﷺ کو نیند نہ آئی یہاں تک کہ ان کو بھی تقسیم فرما دیا اور فرمایا: اب مجھے چین و سکون ملا۔

(ابن سعد عن عائشہ بحذا اللفظ کما فی مسالک الحنفاء للسیوطی صفحہ ۵۷)

آپ ﷺ نے دنیا سے اس حال میں کوچ فرمایا کہ آپ کی ذرہ آپ ﷺ کے عیال کے خرچ میں گروی پڑی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۴۴، سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۴۴، سنن نسائی صفحہ ۶۸۸) آپ ﷺ اپنے خرچ لباس اور رہائش میں اسی قدر پر اکتفا کیا ہوا تھا۔ جتنے سے آپ ﷺ کی ضرورت پوری ہو سکے۔ ماسوا میں آپ ﷺ زاہد تھے۔ جو بھی آپ ﷺ کو لباس مل جاتا اسی کو پہن لیتے۔ اکثر آپ ﷺ کا لباس عمامہ اور گاڑھے کپڑے کی چادر اور گھنا تہبند ہوتا اور دیباج کی سنہری قبائیں حاضرین پر تقسیم فرما دیتے اور جو موجود نہ ہوتا اس کے لئے اٹھا رکھتے۔

کیونکہ لباس میں اور زیب وزینت میں کوئی شرافت اور جاہ وجلال نہیں ہے۔ یہ تو عورتوں کی زینت ہے اور بہتر وہ لباس ہے جو کہ پاک وصاف اور درمیانہ ہو اور وہ لباس ایسا ہو کہ اس کے ہم جنس پہنتے ہوں۔ اپنے ہم جنسوں کی مروت کو نہ توڑے اور نہ اعلیٰ وادنیٰ کے کناروں کی شہرت تک پہنچے اور بیشک شریعت نے اس کی مذمت کی ہے۔ لوگوں کے نزدیک عادتاً لباس میں فخر کرنا یہ ہے کہ اپنے آپ میں یہ فخر کرے کہ میرے پاس بہت کچھ ہے اور میں خوشحال ہوں۔

یہی حال عمدہ مکان' کشادہ منزل' زیادتی سامان وخدمتگار اور سواریوں پر فخر کرنے کا ہے۔

جو شخص زمین کا مالک ہو اور اس کی طرف ہر جانب سے مال غنیمت' جزیہ اور صدقات وغیرہ آتے ہوں پھر وہ ان سب کو زہد کی بناء پر چھوڑ دے وہی شخص مال کی فضیلت کا جائز حقدار ہے۔ اس خصلت کی بنا پر وہ مالک فخر ہے اگرچہ فضیلت اس پر فخر کو زیادہ کر سکے (حالانکہ حضور ﷺ کا مرتبہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے) مال میں فی نفسہ کیا فضیلت ہے۔

اور حضور ﷺ کی ذات اقدس تو مدح وتوصیف کی قسموں میں فضائل کا نچوڑ ہیں اور آپ ﷺ کا زہد تو فانی ہونے والی چیزوں میں ہے اور جہاں لوگ بخل کرتے ہیں وہاں حضور ﷺ خرچ کرتے ہیں۔

دسویں فصل

آپ ﷺ کے خصائل مکتسبہ

اخلاق حمیدہ اور آداب شریفہ کی وہ خصلتیں جو حاصل کی جا سکتی ہوں اور ایسے خلیق کی فضیلت پر تمام عقلمند متفق ہوں اور ان میں سے کسی ایک وصف کا بھی وہ متصف ہو اس کی عزت وتکریم کرتے ہوں تو اس کا کیا مرتبہ جو ایک سے زائد فضائل کا مجموعہ ہو۔

شریعت نے ان تمام اخلاق کی تعریف کی ہے اور ان کا حکم دیا ہے اور جو ان اخلاق کا پیکر ہو اس کو ہمیشگی کی سعادت کا مژدہ دیا ہے اور بعض کی تو یوں تعریف کی ہے کہ وہ نبوت کے جزو میں سے ہے۔ اس کا نام ''حسن خلق'' ہے۔ وہ قوائے نفسانی میں معتدل اور اس کے اوصاف میں متوسط ہو کہ اس میں نہ کسی طرف سے جھکاؤ ہو اور نہ کسی طرف سے انحراف' یہ تمام اخلاق حمیدہ ہمارے نبی مکرم ﷺ میں انتہائے کمال پر اور توسط واعتدال کی آخری حد تک موجود تھے۔ حتیٰ کہ اللہ ﷻ نے اس کی یوں تعریف فرمائی ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (پ۲۹۔ القلم ۴) بیشک تمہاری خُوبُو بڑی شان کی ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی رضا پر راضی اور اس کی ناراضگی پر ناراض رہتے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۳۱۰)

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ. میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں۔ (موطا امام مالک صفحہ ۷۸۸ مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خلق میں سب سے زیادہ بہتر تھے۔ حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ بھی اسی کے مثل کہتے ہیں۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۶۹۲ جلد ۴ صفحہ ۱۸۰۵)

محققین نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی خلقت میں ہی اس طرح (کے) جبلی اور فطری اخلاق تھے جو کسب و ریاضت سے بغیر عطیہ الٰہی اور خصوصیات ربانی حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ یہی حال باقی تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ جس نے ان کے بچپن سے لے کر مبعوث ہونے تک کے حالات دیکھے ہوں اس پر یہ حقیقت واشگاف ہو جائے گی۔ جس طرح حضرت عیسیٰ و موسیٰ و یحییٰ و سلیمان وغیرہ علیہم السلام کے حالات سے معلوم ہوئے ہیں بلکہ یہ اخلاق جبلی طور پر پیدائشی تھے اور ان میں فطری طور پر علم و حکمت ودیعت و امانت تھی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ آتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّاo (پ ۱۶۔ مریم ۱۲) اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کتاب الٰہی کا علم ان کے بچپن میں ہی دے دیا گیا تھا۔ معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کی عمر ابھی دو یا تین سال کی تھی کہ بچوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں کھیلتے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں کھیل کود کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ (الذمصہ صفحہ ۹۰)

اللہ عزوجل کے فرمان

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ. اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا۔

(پ ۳۔ ال عمران ۳۹) (ترجمہ کنز الایمان)

کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے اس حال میں تصدیق کی کہ وہ ابھی تین سال کے بچے تھے اور فرمایا کہ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس حال میں تصدیق کی کہ وہ شکمِ مادر میں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے فرماتی تھیں کہ میں ایسا پاتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ سجدۂ تحیت کر رہا ہو۔ اس کی جو تمہارے پیٹ میں بچہ ہے۔ بلاشبہ یہ تو اللہ عزوجل

کی نص ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ (مریم) سے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا اور کہا کہ لَا تَحْزَنِيْ.
(پ۱۶۔ مریم ۲۴) "غم نہ کھا۔" اس قرأت پر جس میں کہ مِنْ تَحْتِهَا ہے۔ یعنی اس نے جو اس کے نیچے تھا اور اس روایت کی بنا پر کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پکارنے والے تھے۔ اس میں مہد (جھولے) میں آپ علیہ السلام کے کلام فرمانے پر نص ہے۔ پس آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ قف آتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّاo
میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) بنایا۔
(پ۱۶۔ مریم ۳۰) (ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ج وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا.
ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔
(پ۱۷۔ الانبیاء ۷۹) (ترجمہ کنزالایمان)

اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس حکم کا ذکر ہے جب کہ آپ علیہ السلام بچے تھے اور ایک سنگسار عورت اور بچے کا مقدمہ پیش آیا تھا اور آپ علیہ السلام کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی پیروی کی تھی۔ (تاریخ ابن عساکر، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۴۴ صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۳۰)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آپ علیہ السلام کو ملک عطا فرمایا گیا اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر بارہ سال کی تھی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ قصہ ہوا۔ آپ علیہ السلام نے بچپن میں اس کی داڑھی پکڑی تھی۔ مفسرین اللہ عزوجل کے اس فرمان

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ.
اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ان کی نیک راہ عطا کردی۔
(پ۱۷۔ الانبیاء ۵۱) (ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مطلب یہ کہ آپ علیہ السلام کو صغر سنی میں ہی ہدایت دے دی تھی۔ اس کو مجاہد رضی اللہ عنہ اور اس کے سوا دوسروں نے نقل کیا۔

ابن عطا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو پیدا ہونے سے پہلے ہی چن لیا تھا۔

بعض نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ایک فرشتہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں اللہ عزوجل نے بھیجا کہ وہ اللہ عزوجل کا حکم سناتا، دل میں اس کی معرفت کراتا اور آپ علیہ السلام کی زبان پر اس کا ذکر جاری کراتا۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے کیا اور یہ نہ فرمایا کہ میں اسے کروں

گا۔ یہ آپ علیہ السلام کا رُشد تھا۔

بعض نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور آپ علیہ السلام کی آزمائش کی اس وقت آپ سولہ سال کی عمر کے تھے اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام (بقول صاحب شفاء ورنہ یہ واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے مترجم) ذبح کی آزمائش میں ڈالے گئے تو اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کواکب اور چاند سورج سے استدلال کیا تو اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر پندرہ مہینے تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بچپن کی حالت میں ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا تو اللہ ﷻ نے وحی فرمائی کہ

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا (پ۱۲۔ یوسف ۱۵) — اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتادے گا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے علاوہ اور بھی احادیث میں اس قسم کے ذکر ہیں۔

اہل سیر رحمہم اللہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سنایا ہمارے نبی ﷺ جب پیدا ہوئے تو پیدا ہوتے ہی آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ زمین پر پھیلائے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ابتداء ہی سے بتوں کی پرستش اور شعر گوئی سے نفرت و دشمنی تھی[1] اور میں نے جاہلیت کی باتوں کا جو جاہلیت کے زمانہ کے لوگ کرتے تھے۔ سوائے دو دفعہ کے کبھی ارادہ نہیں کیا۔ سو خدا نے مجھے ان دونوں سے بھی بچالیا پھر وہ کام نہ کیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۲۶)

پھر یہ امر ان کے لئے مضبوط ہوجاتا ہے اور پے در پے ان پر خدا کی مہربانیاں ہونے لگتی ہیں اور ان کے قلوب میں انوار عرفانیہ تاباں ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ ﷻ ان کو نبوت کے ساتھ ان خصائل شریفہ کے انتہائی مقام تک بغیر مزاولت و مشقت کے پسند کرلیتا ہے اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (پ۱۲۔ یوسف ۲۲) — اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم عن شداد بن اوس کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۵۹

ہم ان انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کو پاتے ہیں کہ وہ ان اخلاق میں سے بعض پر پیدا ہوئے نہ کہ تمام اخلاق پر اور بعض ان اخلاق پر پیدا کئے جاتے ہیں تو ایسوں کو تمام اخلاق کا حصول و اکتساب خدا کی عنایت سے آسان ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ خدا کی مخلوق میں سے بعض بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ذہین، فطین، راست گو اور جوانمرد ہوتے ہیں اور بعض اس کے برعکس، پس کسب کے ذریعہ ناقص کامل ہو سکتا ہے اور ریاضت و مجاہدہ سے ہر معدوم کو حاصل کر لیتا ہے اور اس کا منحرف (ادنیٰ واعلیٰ کا) معتدل بن جاتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں حالتوں کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کی حالتیں جدا گانہ ہوتی ہیں۔ ہر ایک کو اس کی توفیق دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔ اسی لئے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خلق پیدائشی ہے یا کسبی۔

بعض علماء سلف نے طبری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ خلق حسن بندہ میں جبلی اور پیدائشی ہے۔ اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ صحیح وہی بات ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر خصلت پر مومن کی تخلیق ہوتی ہے۔ مگر خیانت و کذب پر (کہ یہ انسان کا خود کسبی عمل ہے)

(مصنف ابن شیبہ کمانی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۵۹)

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ شجاعت اور بزدلی یہ دونوں پیدائشی ہیں۔ ان کو اللہ ﷻ جہاں چاہتا ہے رکھتا ہے۔

(تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن حاتم کمانی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۵۹)

یہ اخلاق محمودہ اور خصائل جمیلہ و شریفہ بہت ہیں لیکن ہم اس جگہ اصولی تذکرہ اور جمیع اخلاق کی طرف صرف اشارہ کر کے حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کی تحقیق کریں گے۔ انشاء اللہ ﷻ۔

گیارہویں فصل

آپ ﷺ کے مختلف فضائل

اخلاق و خصائل کے فروع کی اصل، ان کے چشموں کا عنصر اور ان کے دائروں کا مرکز وہ عقل ہے جس سے علم و معرفت پیدا ہوتے ہیں اور اسی سے اصابت رائے، تیزیٔ ذہن، درستگی، حسن ظن، عاقبت اندیشی، مصالح نفس، مجاہدۂ خواہشات، حسن سیاست و تدبیر، فضائل کی طلب، رذائل سے احتراز

وغیرہ اور اوصاف حمیدہ متفرع ہوتے ہیں اور ہم نے اس کا اشارہ کر دیا ہے کہ یہ تمام خوبیاں حضور ﷺ میں موجود ہیں۔

اور علم میں حضور ﷺ کی رستگاہ اس انتہائی بلند مقام تک ہے کہ کوئی بشر آپ ﷺ کے سوا وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے آپ ﷺ کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے اور جتنی بھی اس سے شاخیں نکل سکتی ہیں اس شخص پر ثابت ہو جائیں گی جو آپ ﷺ کے حالات و سیرت کا متلاشی ہے اور جو آپ ﷺ کے جوامع کلمات کا مطالعہ کرے۔ آپ ﷺ کی خوبو اور آپ ﷺ کی نرالی سیرت اور آپ ﷺ کے کلام کی حکمتیں اور آپ کے اس علم کو جو تورات و انجیل اور کتب سماویہ میں موجود ہیں۔

عقلمندوں کی حکمتوں اور گزشتہ اُمتوں کی تاریخوں اور ان کے واقعات و حوادث اور ضرب الامثال اور لوگوں کی سیاست، شریعتوں کے احکام، نفیس آداب کے اصول اور پسندیدہ خصائل اور مختلف علوم وغیرہ میں موجود ہیں۔

تو ان علماء نے حضور ﷺ کے کلام کو ان میں پیشوا پایا اور آپ ﷺ کے اشادات کو حجت بنایا۔ جیسے خواب میں آپ ﷺ کی تعبیر بتانا، طب، حساب، فرائض اور نسب وغیرہ کا جاننا۔ ان سب کو انشاء اللہ ﷻ ہم آپ ﷺ کے معجزات میں بیان کریں گے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے نہ کہیں (متداول طریقہ پر) تعلیم پائی اور نہ کسی مدرسہ میں پڑھا اور نہ گزشتہ کتابوں کا مطالعہ کیا نہ ان کے علماء کی مجلسوں میں بیٹھے بلکہ آپ ﷺ ایسے نبی و اُمی تھے کہ ان میں سے کسی علم میں مشہور و معروف نہ تھے یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس کو کھول دیا، اپنے امور ظاہر کئے، آپ ﷺ کو علم سکھایا، پڑھایا اور یہ بات بدیہی طور پر بحث و مطالعہ کے بعد سمجھی جاتی ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات آپ ﷺ کی نبوت پر برہان قاطع ہے۔

پس ہم تمام قصوں کے بیان اور بعض قضیوں کے ذکر سے طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان کا مجموعہ اس قدر ہے کہ کوئی اس کو حصر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کے جمع کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ کی عقل کے موافق ہی آپ ﷺ کے معارف تھے۔ جن کو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو سکھایا اور آپ ﷺ کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن یعنی گزشتہ و آئندہ کے حالات اور خدا کے عجائبات قدرت و ملکوت اعلیٰ پر اطلاع بخشی۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۝ تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (پ۵، النساء ۱۱۳) (ترجمہ کنزالایمان)

آپ ﷺ پر فضل کے اندازہ کرنے میں عقلیں متحیر ہیں اور زبانیں گنگ ہیں کہ آپ ﷺ کے اوصاف کا احاطہ کر سکیں یا وہاں تک ان کی رسائی ہو سکے۔

بارہویں فصل

آپ ﷺ کا حلم اور بردباری

حضور ﷺ کا حلم، بردباری او. باوجود قدرت کے عفو و کرم اور ناگوار امور پر آپ ﷺ کے صبر فرمانے کے بیان میں۔ ان لقبوں میں باہم فرق ہے۔

کیونکہ ''حلم'' ایک ایسی حالت کا نام ہے جو اسباب محرکہ یعنی برانگیختہ کرنے والے اسباب کی موجودگی میں ثابت و برقرار رہے۔

اور ''تحمل'' یعنی بردباری ایسی حالت کا نام ہے جو مصائب و آلام کے وقت اپنی جان کو روک لے اور ان کو برداشت کرے اور اسی کے ہم معنی و مطلب ''صبر'' ہے۔

اور ''عفو'' اس حالت کو کہتے ہیں جو (بدلہ لینے کے وقت) بدلہ کو ترک کر دے یعنی معاف کر دے۔

یہ وہ اوصاف ہیں کہ اللہ ﷻ نے ان کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کو متصف کیا۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ. اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو۔

(پ۹۔ الاعراف ۱۹۹) (ترجمہ کنز الایمان)

مروی ہے کہ جب یہ آیت حضور ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ عرض کیا: میں اللہ ﷻ سے پوچھ کر عرض کروں گا۔

چنانچہ وہ گئے اور آئے۔ پھر عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو اللہ ﷻ حکم دیتا ہے کہ آپ اس سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے اور اس کو عطا فرمائیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے اور اس کو معاف فرما دیں جو آپ پر ظلم کرتا ہے اور یہ ارشاد فرمایا:[1]

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط اور جو افتاء تجھ پر پڑے اس پر صبر کر لے۔

(پ۲۱۔ لقمن ۱۷) (ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۱۰۵، تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۶۲۸، اخلاق النبی صفحہ ۲۰

اورفرماتا ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ. (پ۲۶۔الاحقاف ۳۵)
توتم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط (پ۱۸۔النور ۲۲)
اور چاہئے کہ معاف کریں اوردرگزر کریں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورارشادباری تعالٰی ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذَالِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o (پ۲۵۔الشوریٰ ۴۳)
اور بیشک جس نے صبر کیااور بخش دیاتو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس میں خفا نہیں کہ آپ ﷺ کا حلم وتحمل بکثرت منقول ہے۔ ہرحلیم میں کوئی غلطی اور کوئی بے فائدہ بات معلوم ہوتی ہے لیکن حضور ﷺ کا یہ حال ہے کہ کثرت ایذا کے باوجود آپ ﷺ کا صبر ہی بڑھتا اور بیوقوفوں کی زیادتیوں پر آپ ﷺ کا حلم ہی زیادہ ہوتا رہتا۔

حدیث: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بالاسناد مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی حضور ﷺ کو دو باتوں میں سے کسی ایک بات پر اختیار دیا جاتا تو ان میں سے آسان کو پسند فرماتے جب تک گناہ نہ ہو، مگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے لوگوں کی نسبت بہت دور رہتے۔ آپ ﷺ نے اپنے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ سوائے اس کے کہ وہ حدود الٰہی کی بے حرمتی کرے تب آپ ﷺ اللہ ﷻ کی حدود کیلئے بدلہ لیتے۔ (صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۶، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۱۳، موطا امام مالک صفحہ ۷۸۷)

مروی ہے کہ غزوۂ احد میں جب آپ ﷺ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور لہولہان ہوگیا۔ یہ بات صحابہ کرام ﷺ پر سخت گراں گزری۔ سب نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ان پر بددعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَلٰكِنِّیْ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔[1]
میں لعن کرنے والا نہیں بھیجا گیا لیکن مجھ کو اللہ کی طرف بلانے والا اور رحمت فرمانے والا بھیجا ہے۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے، وہ مجھ کو نہیں جانتے۔

حضرت عمر ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک

[1] شعب الایمان میں کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ نقل ہے۔ جیسا کہ مناہل الصفاء امام سیوطی صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں۔

وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے یوں دعا کی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا. اے میرے رب کافروں میں سے زمین پر کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ (پ۲۹۔الجن:۲۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اگر آپ ﷺ بھی اسی طرح ہم پر بددعا فرماتے تو ہم آخر تک ہلاک ہو جاتے کیونکہ آپ ﷺ کی کمر دوہری کی گئی اور آپ کا چہرۂ انور زخمی کیا گیا اور آپ ﷺ کے اگلے چاروں دانت شہید کئے گئے۔ باوجود اس کے آپ ﷺ نے کلمۂ خیر کے سوا بددعا سے انکار ہی فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اے خدا میری قوم کو معاف فرما دے۔ یہ نا سمجھ ہیں۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے۔ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد پر غور کرو کہ اس میں کس قدر فضیلت، درجات، احسان، حسن خلق، کرم نفس، غایت صبر اور حلم جمع ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے صرف ان سے سکوت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ معاف بھی فرما دیا۔ پھر شفقت و محبت فرماتے ہوئے ان کے لئے دعا اور سفارش بھی فرمائی۔

پس فرمایا:

اے خدا ان کو بخش دے یا فرمایا کہ ان کو ہدایت دے۔ پھر اس شفقت و رحمت کا سبب بھی بیان فرما دیا کہ لِقَوْمِیْ کہ یہ میری قوم ہے۔ پھر ان کی عذر خواہی کے طور پر ان کی جہالت کی وجہ میں فرمایا: فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. "یہ نا سمجھ ہیں۔"

اور اس پر بھی غور کرو کہ جب ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا کہ انصاف فرمائیے۔ یہ تقسیم خدا کی خوشنودی کے لئے نہیں ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے اس کے سوا کچھ نہ فرمایا اور اس کو اس کی جہالت و نافہمی پر خبردار کیا اور اس کو نصیحت کی۔

فرمایا:

تجھ پر افسوس ہے۔ اگر میں انصاف نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔ اگر میں نے ہی انصاف نہ کیا تو میں ناکام و ناقص رہوں گا اور جو صحابی اس کے قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔ (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۵۷، صحیح مسلم جلد۱ صفحہ۳۹ ۷)

اور (یہ بھی مقام فکر ہے) کہ جب غوث بن حارث نے حضور ﷺ کو بے خبری میں قتل کرنے کا قصد کیا۔ درآنحالیکہ حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے تنہا آرام فرما تھے۔

ناقلین واقعات غزوات میں سے ایک شخص نقل کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے کچھ نہ کہا

اور آپ ﷺ اس وقت بیدار ہوئے جب وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ اب کون تم کو میری تلوار سے بچائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل۔ تب اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے تلوار پکڑ کر فرمایا: بتا کون اب تجھ کو میرے وار سے روکے گا؟ اس نے کہا:

آپ اچھے پکڑنے والے بنیں۔ پس آپ ﷺ نے چھوڑ دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ پھر وہ اپنی قوم میں آیا اور کہا: میں تمہارے پاس ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۷۸۶، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۷۶،۳۷۲)

آپ ﷺ کی بڑی مہربانیوں اور عفو و درگزر کے واقعات میں سے اس یہودیہ کا قصہ ہے جس نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا تھا۔ صحیح روایت میں ہے کہ اس نے اس کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الھبۃ الھبۃ جلد ۳ صفحہ ۱۴۳، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۷۲۱)

آپ ﷺ نے لبید بن الاعصم پر جبکہ اس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا، کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ حالانکہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ تمام حالات کا علم ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر عتاب تک نہ فرمایا چہ جائیکہ سزا دیتے۔ (سنن نسائی جلد ۷ صفحہ ۱۱۳، مسند امام جلد ۴ صفحہ ۳۶۷، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

ایسے ہی عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین پر باوجودیکہ ان کے قول و عمل سے بڑی زیادتیاں پہنچیں۔ آپ ﷺ نے مواخذہ نہیں فرمایا حتیٰ کہ بعض نے ان کے قتل کا بھی اشارہ کیا تھا۔ ان کو بھی منع کر دیا اور فرمایا: ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) تو اپنے اصحاب ہی کو قتل کرنے لگے۔

(کتاب المناقب، صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۸، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۹۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ پر ایک گاڑھے کی چادر حاشیہ دار تھی۔ اس کو ایک اعرابی نے شدت و سختی سے کھینچا۔ یہاں تک کہ چادر کے حاشیہ کا اثر آپ ﷺ کے گردن پر نمودار ہو گیا۔

پھر اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) میرے ان دونوں اونٹوں پر وہ مال جس کو خدا نے تمہیں دیا ہے لاد دو، کیونکہ تم مجھے نہ اپنے مال اور نہ اپنے باپ کے مال میں سے دیتے ہو۔

نبی کریم ﷺ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا کہ مال تو اللہ عزوجل ہی کا ہے۔ میں تو اس کا بندہ ہوں۔ پھر فرمایا:

اے اعرابی تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا:

نہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا: کس سبب سے؟

اعرابی نے کہا: اس لئے کہ آپ ﷺ کی یہ عادت کریمہ ہے ہی نہیں کہ آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے لیں۔تب حضور ﷺ اس پر مسکرا دیئے۔پھر حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ کو جَو سے اور دوسرے کو کھجور سے بھر دو۔ (صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۲۶' صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۷' ادب للبیہقی ص ۱۲۶' ۱۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ظلم کا بدلہ لیتے نہیں دیکھا۔جب تک کہ وہ اللہ ﷻ کے محرمات کی بے حرمتی نہ کرے اور کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔سوائے اس صورت کے کہ آپ ﷺ جہاد فی سبیل اللہ فرما رہے ہوں۔نہ کبھی آپ ﷺ نے کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۲۳۰' ادب للبیہقی جلد ۸ صفحہ ۳۶)

ایک شخص گھسیٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: تو مت ڈر' تو مت ڈر۔اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو ہرگز اس پر قادر نہ ہوگا۔ (طبرانی و مسند امام احمد عن جعدۃ کمانی الصفاء للسیوطی صفحہ ۶۲)

حضور ﷺ کی خدمت میں زید بن سعنہ اسلام لانے سے قبل آیا اور اپنے قرض کا تقاضا کیا اور آپ ﷺ کے کپڑے کو آپ ﷺ کے کندھوں سے کھینچ لیا اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا اور سختی کے ساتھ کلام کیا۔پھر کہا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند تم دیر کرنے والے وعدہ خلاف ہو۔

حضرت عمر ﷺ نے اس کو جھڑکا اور سختی سے جواب دیا اور نبی کریم ﷺ مسکرا رہے تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر ﷺ! ہم اس سے سوا اور بات کرنے کے خواہشمند تھے۔ یعنی یہ کہ مجھ کو اچھی طرح ادا کرنے کو کہتے اور اس کو اچھے تقاضے کی نصیحت کرتے۔پھر فرمایا:

اس کی مدت میں ابھی ایک تہائی وقت باقی ہے اور حضرت عمر ﷺ کو حکم دیا کہ اس کا مال ادا کر دو اور اس کو بیس صاع مزید دے دو کیونکہ تم نے اس کو خوفزدہ کیا ہے۔

پس یہی سبب زید بن سعنہ ﷺ کے اسلام لانے کا بنا۔کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میں نے حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے تمام علامات نبوت معلوم کر لی تھیں۔صرف دو باقی تھیں کہ میں نے ان کا امتحان نہ کیا تھا۔وہ یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے اُمّی ہونے پر بڑھ جائے گا اور آپ کی ﷺ (ظاہری) شرف لاعلمی آپ ﷺ کے حلم ہی کو اور زیادہ کرے گی۔سو میں نے اس کو بھی آزما لیا اور ویسا ہی پایا جیسا کتب سابقہ سماویہ میں آپ ﷺ کی تعریف لکھی تھی۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۹۱' مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۷۸)

احادیث میں حضور ﷺ کی باوجود قدرت و طاقت آپ ﷺ کے حلم وصبر اور عفو کے واقعات اس کثرت سے ہیں جو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ ہم نے تصنیفات معتبرہ سے صحیح حالات کا ذکر کیا ہے جو تواتر اور یقین کی حد تک ہیں۔

آپ ﷺ کو قریش کی ایذاؤں اور جاہلوں کی تکالیف اور مصیبتوں کا ہر وقت سامنا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو ان پر مظفر و فتح یاب کیا اور ان پر حاکم کر دیا۔ حالانکہ وہ اپنی جماعت کے استیصال اور اپنے گروہ کی ہلاکت میں شک نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے سوائے معافی و درگزر کے کچھ نہ کیا اور فرمایا: تم کیا گمان کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟

انہوں نے کہا: آپ ﷺ سے بھلائی کی امید ہے کیونکہ آپ ﷺ سخی بھائی ہیں اور سخی بھائی کے فرزند ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں آج وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ. (پ۱۳ یوسف ۹۲) تم پر کچھ ملامت نہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (سبحان اللہ)

(تحفۃ الاشراف جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۴، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۸۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقام تنعیم میں صبح کی نماز کے وقت اسی مرد اترے۔ تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مقاتلہ کریں۔ پس وہ سب کے سب گرفتار کر لئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۴۴۲، سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۶۲، سنن ابو داؤد جلد ۳ صفحہ ۱۳۷، تحفۃ الاشراف جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)

اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ. اور وہی ہے جس نے ہاتھ تم سے روک دیئے۔

(پ۲۶ الفتح ۲۴) (ترجمہ کنز الایمان)

وہ ابو سفیان جب گرفتار کر کے لائے گئے جنہوں نے مختلف قبیلوں کو اکٹھا کر کے آپ ﷺ پر چڑھائی کی تھی اور انہوں نے حضور ﷺ کے چچا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر کے ان کا مثلہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی معاف فرما دیا اور نرمی سے کلام کیا اور یہ فرمایا:

اے ابو سفیان! افسوس کیا ابھی تم پر وہ وقت نہیں آیا کہ تم کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کتنے حلیم ہیں اور کیسے ملانے والے ہیں اور کس قدر

کریم ہیں؟ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۳۳۴، مکارم الاخلاق صفحہ ۱۷)

حضور ﷺ لوگوں کی نسبت غصہ سے بہت دور اور خوشی میں سریع السیر (خوشی کی طرف جلدی کرنے والے) تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۳۳۴، مکارم الاخلاق صفحہ ۱۷ بالفاظ دیگر)

تیرہویں فصل

آپ ﷺ کا جُود وکرم اور سخاوت

جود وکرم، سخاوت وجوانمردی یہ قریب قریب ہم معنی ہیں لیکن بعضوں نے ان میں کچھ فرق بھی کیا ہے۔

کرم کے معنی یہ ہیں کہ خوشی دل سے ان کاموں میں خرچ کرنا جتنی مرتبہ اور نفع ہو۔ اس کو جرأت بھی کہتے ہیں اور یہ خست (کنجوسی) کی ضد ہے۔

اور سماحت یعنی سخاوت کے معنی یہ ہیں کہ خوشی دل سے اپنے اس حق سے جو دوسرے کے پاس ہے باز رہنا۔ یہ شکاسہ یعنی بخل کی ضد ہے۔

اور سخاوت یہ ہے کہ بسہولت خرچ کرے اور غیر پسندیدہ باتوں سے دور رہے۔ یہ جوُد ہے جو تنگی کی ضد ہے۔

ان اخلاق کریمہ میں بھی حضور ﷺ کا کوئی برابر نہ تھا اور نہ کوئی ان میں آپ ﷺ کا معارض۔ جو بھی آپ کو پہچانتا تھا وہ تعریف کرتا تھا۔

حدیث: جابر بن عبداللہ ؓ سے بالاسناد مروی ہے کہ وہ کہتے کہ حضور ﷺ سے جب کبھی کوئی سوال کرتا تو آپ "لا" یعنی نہیں کبھی نہ فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۳، ۲، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۰۵، شمائل ترمذی صفحہ ۲۷۹)

حضرت انس اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۰۵، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۴، مسند الطیالسی صفحہ ۲۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو بہت ہی سخاوت فرماتے تھے اور جب بھی جبریل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوتے تو آپ تیز ہوا سے زیادہ بھلائی میں سخاوت فرماتے۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۰۳، ۱۸۰۳)

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا تو آپ دو پہاڑوں کے درمیان کی برابر بکریاں عنایت فرما دیں۔ جب وہ اپنی قوم میں گیا۔ اس نے کہا: مسلمان ہو جاؤ

بیشک محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ کبھی فاقہ کا خوف رہتا ہی نہیں۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۵۷)

بہت لوگوں کو آپ ﷺ نے سو اونٹ تک دیئے۔ صفوان کو آپ نے سو دیئے پھر سو دیئے۔[1]

یہ اخلاق تو آپ ﷺ کے بعثت سے پہلے تھے۔ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل نے کہا: آپ ﷺ سب دیتے ہیں اور معدوم یعنی اخروی بھلائی کماتے ہیں۔[2] آپ نے ہوازن کو ان کے قیدی لوٹا دیئے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ (صحیح بخاری کتاب الاحکام جلد ۹ صفحہ ۵۹، مغازی جلد ۵ صفحہ ۱۲۶)

آپ ﷺ نے حضرت عباس ؓ کو اتنا سونا دیا کہ وہ اس کو اٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری باب الصلوۃ جلد ۱ صفحہ ۷۶) آپ ﷺ کی خدمت میں نوے ہزار درہم آئے۔ آپ اس کو بورے پر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے کسی سائل کو نہ لوٹایا یہاں تک سب تقسیم فرما دیئے۔ (ابوالحسن بن الضحاک فی الشمائل عن الحسن مرسلا کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۶۳)

اس وقت ایک سائل نے حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: اب میرے پاس کچھ نہیں۔ لیکن تم میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس آ جائیں گے میں ادا کر دوں گا۔

حضرت عمر ؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اتنی تکلیف نہیں دی جس پر آپ ﷺ قادر نہ ہوں۔ حضور ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۸۱)

انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ خرچ کیجئے۔ عرش کے مالک اللہ ﷻ سے کمی کا خوف نہ کیجئے۔ حضور ﷺ مسکرا دیئے اور خوشی کے آثار آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر نمودار ہو گئے اور فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

معوذ بن عفراء ؓ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک طباق کھجور اور ککڑی لایا تو آپ نے لپ بھر کے زیور اور سونا مرحمت فرمایا۔

(سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۸۵، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۲۶۳، ۲۵، ۱۰۸، ۲۷۳، ۲۶۹)

بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کل کے لئے کبھی کوئی چیز جمع کر کے نہ رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰، شمائل ترمذی صفحہ ۲۸۰)

غرضیکہ حضور ﷺ کے جود و کرم کے واقعات بکثرت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال کیا تو اس کو آپ نے نصف وسق یعنی تیس صاع عطا فرمائے۔ ایک اور شخص نے آ کر تقاضہ کیا۔ آپ

۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۰۶

۲۔ صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۶۳، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۳

نے اس کوایک وسق یعنی ساٹھ صاع دیئے اور فرمایا: نصف تیرے قرضہ میں اور نصف تم کو بخشش میں۔

چودہویں فصل

آپ ﷺ کی شجاعت و بہادری

شجاعت اور نجدہ ایک فضیلت ہے۔

شجاعت یہ ہے کہ غضب کی قوت ہوتے ہوئے اس کو عقل کے تابع کر دیا جائے۔

نجدہ یہ ہے کہ موت کے وقت نفس مطمئن ہو اور اس کے اس فعل کی تعریف کی جائے۔ یہ خوف کی ضد ہے۔

حضور ﷺ کی شجاعت و بہادری اس مرتبہ تک تھی کہ کوئی اس سے ناواقف نہ تھا۔ یعنی مشہور تھی۔ آپ ﷺ کو بہت سے سخت مواقع پیش آئے کہ بڑے بڑے بہادر شجاع نہ ٹھہر سکے۔ مگر آپ ﷺ ثابت قدم رہے اور نہ ہٹے۔ مقابلہ کیا مگر پیٹھ نہ دکھائی۔ نہ وہاں سے ایک انچ ادھر ادھر ہوئے۔ کوئی شجاع ہو مگر وہ بھاگنے پر مجبور ہوتا ہے، وہ دور شمار میں آتا ہے اور اس کے ٹل جانے کی یاد باقی رہتی ہے لیکن حضور ﷺ ہر مقام پر ثابت قدم ہی رہے۔

حدیث : حضرت براء ﷺ سے بالاسناد مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا غزوۂ حنین کے دن تم لوگ حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ کہا لیکن رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ پھر کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو سفید دراز گوش پر دیکھا اور ابوسفیان ﷺ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ درآنحالیکہ حضور ﷺ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لاَ کَذِبَ، اَنَا ابْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبْ۔ یعنی میں وہ نبی ہوں جو جھوٹا نہیں اور میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔

پس اس دن حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بہادر نہ دیکھا گیا۔ ایک راوی کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ اپنے دراز گوش (خچر) سے اتر گئے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی جلد۵ صفحہ ۱۲۶، صحیح مسلم جلد۳ صفحہ ۱۴۰۰)

مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عباس ﷺ سے نقل کیا۔ جب مسلمان اور کافر گتھم گتھا ہو گئے اور مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو حضور ﷺ اپنے دراز گوش (خچر) کو ایڑی لگا کر کفار کی طرف بڑھتے تھے اور میں اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور آپ ﷺ کو روکتا تھا کہ جلدی نہ کریں یہاں تک کہ ابوسفیان ﷺ نے آپ ﷺ کی رکاب پکڑ لی۔ پھر پکارا: اے مسلمانو! (آخر حدیث تک) (صحیح مسلم جلد۳ صفحہ ۱۳۹۸)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غصہ فرماتے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا غضب صرف اللہ ﷻ کے لئے ہوتا۔ تو کوئی چیز آپ ﷺ کے غضب کی تاب نہ لاسکتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بہادر، صاحب حوصلہ، سخی اور ہر معاملہ میں خوش نہ دیکھا۔ (مقدمہ داری جلد ۱ صفحہ ۳۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی شدت اختیار کر جاتی اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں تو ہم رسول اللہ ﷺ کے بچاؤ کی فکر کرتے۔ لیکن آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بھی دشمن کے قریب نہ ہوتا۔

بدر کے دن بیشک تم نے مجھ کو دیکھا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں تھے اور آپ ﷺ ہم سے آگے دشمن کے قریب تھے اور اس دن سب سے بڑھ کر آپ ﷺ لڑائی میں تھے اور کہتے ہیں کہ بہادر وہی گنا جاتا تھا جو دشمن کے قریب ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نزدیک ہوتا تھا کیونکہ آپ ﷺ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۵۸، جلد ۵ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے بہتر، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ گھبرا گئے اور لوگ آواز کی جانب چل پڑے تو دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس جانب سے واپس آ رہے ہیں۔ گویا آپ ﷺ اس آواز کی طرف پہلے ہی پہنچ گئے تھے اور خیر کی خبر لائے تھے۔ آپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر بلا زین و کاٹھی سوار ہو کر تلوار گلے میں لٹکا کر تشریف لے گئے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے ہرگز خوفزدہ نہ ہو۔

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۰۲، صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب کسی لشکر کے مقابل ہوتے تو مسلمانوں میں سے سب سے پہلے حملہ کرتے۔ (مکارم اخلاق صفحہ ۵۱۴)

اور جب ابی ابن خلف (منافق) نے یوم احد حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ کہتا تھا: کہاں ہیں محمد! اگر وہ بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ بدر کے دن جب نبی کریم ﷺ آئے اور اس سے فدیہ لیا گیا تو اس نے کہا تھا: میرے پاس ایک گھوڑا ہے اس کو روزانہ ایک رطل بھر چنے کا ٹوکرا کھلا کر پالوں گا تا کہ اس پر سوار ہو کر آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) شہید کر دوں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: (او بد بخت) انشاء اللہ ﷻ میں ہی تم کو قتل کروں گا۔

پس جب جنگ اُحد میں اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے گھوڑا بڑھا کر حضور ﷺ پر

حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کا راستہ چھوڑ دو۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حارث بن صمہ سے مبارزت فرمائی۔

تو آپ ﷺ نے اس کو اس طرح جھنجھوڑا کہ کفار ایسے بھاگے جس طرح اونٹ کی کمر سے مکھی بھنبھناتی اڑتی ہے جب اونٹ حرکت کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا مقابلہ فرمایا اور اس کی گردن میں اس شدت سے نیزے کی انّی ماری کہ وہ گھوڑے پر قلابازی کھاتا' لڑکھڑاتا گرا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی ایک پسلی توڑ دی۔

جب قریش کی طرف واپس لوٹا تو وہ کہتا تھا: مجھ کو محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا اور قریش کہتے تھے: کچھ مضائقہ نہیں۔ اس پر اس نے کہا: اگر وہ لوگ اس درد کا احساس کرتے جو مجھ کو ہوا تھا تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔ کیا یہ نہ کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتے تو یقیناً وہ مجھ کو قتل کر دیتے۔ غرضیکہ وہ مقام شرف میں مکہ واپس آتے آتے مر گیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۴۶ مصنف عبدالرزاق جلد ۵ صفحہ ۳۵۶ ' ۳۵۷)

پندرھویں فصل

آپ ﷺ کی حیاء و چشم پوشی

حیا وہ ایک ایسی رقت ہے جو انسان کے چہرے پر اس وقت نمودار ہوتی ہے جب وہ کسی مکروہ عمل کو دیکھے جس کا نہ کرنا بہتر ہو۔

اِغْضَاءُ یعنی چشم پوشی۔ یہ ایک وہ صفت ہے جب انسان کسی ایسی چیز کو دیکھے جس کو اپنی طبیعت سے برا جانتا ہو پھر اس سے منہ پھیرے۔

تو اس میں بھی حضور نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حیا فرمانے والے اور سب سے بڑھ کر غض بصر یعنی چشم پوشی کرنے والے تھے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّ ذَالِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْكُمْ. (پ ۲۲ الاحزاب ۵۳) بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔

حدیث: حضرت ابو سعید خدری ؓ سے بالاسناد مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے۔ جب حضور ﷺ کسی چیز سے کراہت فرماتے تو ہم حضور ﷺ کے چہرہ انور سے پہچان جاتے۔ حضور ﷺ کا چہرۂ انور لطیف تھا۔ ظاہری جلد باریک تھی۔ آپ ﷺ حیا کی وجہ سے

جس بات کو مکروہ سمجھتے اس سے رُوْ دَرْ رُوْ (بالشافہ) کلام نہ کرتے۔ یہ آپ ﷺ کی شریف النفسی تھی۔
(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۰۹ شمائل ترمذی صفحہ ۳۸۲)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کسی کی طرف سے کوئی ناگوار اطلاع ملتی تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ فلاں کا کیا حال ہے، وہ ایسا کہتا ہے۔ بلکہ آپ یہ فرماتے: فلاں قوم کیا کرتی ہے یا فلاں قوم کیا کہتی ہے۔ اس سے ان کو باز رہنے کی تلقین فرماتے اور ایسا کرنے والے کا نام نہ لیتے تھے۔ (سنن ابوداؤد شریف جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور آپ ﷺ کسی کی موجودگی میں ناگوار بات کی نسبت کلام نہ فرماتے تھے۔ پس جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس سے کہہ دیتے کہ اس کو دھوڈالو۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم اس کو کہہ دیتے کہ اس کو اتار دے۔ (تو وہ اتار دیتا)
(سنن ابوداؤد صفحہ ۵ صفحہ ۱۴۳ شمائل ترمذی صفحہ ۳۷۷)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ فحش گو تھے اور نہ عمداً فحش بات کہتے اور نہ بازاروں میں چلا چلا کر باتیں کرتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے۔ بلکہ اس کو معاف کردیتے' درگزر فرماتے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۳۷۷ سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

بروایت عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہما توریت میں ایسا ہی مروی ہے۔ انہیں سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ حیاء کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظر جما کر باتیں نہ فرماتے تھے۔ اور آپ کسی کی مکروہ بات کو اضطراراً کنایتاً فرمادیتے تھے۔
(سنن ابن ماجہ کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۹۸)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کبھی حضور ﷺ کا ستر نہ دیکھا۔
(ابن ماجہ جلد ا باب الطہارۃ جلد ا صفحہ ۲۱۷ شمائل ترمذی صفحہ ۳۸۲)

سولہویں فصل

آپ ﷺ کا حسن ادب و معاشرہ اور اخلاق

حضور اکرم ﷺ کا حسن معاشرہ' آپ ﷺ کا ادب اور لوگوں سے آپ ﷺ کے وسعت اخلاق کے بارے احادیث صحیحہ بکثرت مذکور ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وصف جمیل میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اور لوگوں سے زیادہ کشادہ سینہ اور سب سے بڑھ کر صادق القول اور سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے برتر معاشرہ و برتاؤ تھا۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ شمائل ترمذی صفحہ ۲۸، صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵)

حدیث: قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ سے بالا سناد مروی ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا۔ اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے آخر میں کہا کہ جب آپ ﷺ نے لوٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا دراز گوش (خچر) پیش کر کے اس پر ایک کمبل ڈال دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اس پر سوار ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ سے کہا: تم حضور ﷺ کی مصاحبت میں ساتھ جاؤ۔ قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ میں مجبوراً واپس آ گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم آگے بیٹھ جاؤ کیونکہ سواری کا مالک اس کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ آگے بیٹھے۔ (سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۲۸۳، عمل الیوم والیلۃ صفحہ ۱۱۵)

رسول اللہ ﷺ لوگوں سے الفت فرماتے اور ان سے نفرت نہ کرتے تھے اور آپ ﷺ ہر قوم کے با اخلاق فرد کی تکریم کرتے اور ان کو ان پر حاکم مقرر کرتے (بدخلق) لوگوں کو خوف خدا دلاتے اور ان سے احتراز فرماتے نہ یہ کہ ان سے منہ پھیر لیں یا بدخلقی کریں۔ اپنے اصحاب کی نگرانی فرماتے اور اپنے ہمنشیں کو اس کا حصہ مرحمت فرماتے۔ حاضر مجلس میں کوئی یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت سے زیادہ قریب ہوتا تو حضور ﷺ صبر فرماتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اٹھ کر چلا جائے تو چلا جائے اور جو شخص بھی اپنی حاجت کے لئے آپ ﷺ سے سوال کرتا تو اس کو دے کر بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے۔ غرضیکہ آپ ﷺ کا اخلاق اس قدر وسیع تھا کہ تمام لوگوں پر وہ محیط تھا۔ گویا ﷺ آپ سب کے باپ (بلکہ اس سے بڑھ کر) تھے اور تمام مسلمان آپ ﷺ کے نزدیک حق میں مساوی تھے۔

ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کی یہی تعریف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیشہ خوش رو، خوش خلق اور نرم دل رہتے اور آپ ﷺ سے کبھی بھی بدخلقی، بدکلامی، بازار میں چلا کر بولنا، بدگوئی اور عیب چینی صادر نہ ہوئی اور نہ آپ ﷺ خواہ مخواہ کسی کی مدح سرائی کرتے۔ جس چیز کو نہ چاہتے اس سے تغافل کرتے اور کوئی آپ ﷺ سے مایوس نہ ہوتا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۷)

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ص (پ۴۔ال عمران ۱۵۹)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو بیشک وہ تمہارے گرد سے پریشان ہوتے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. (پ۲۴۔حم سجدہ ۳۴) برائی کو بھلائی سے ٹال۔ (ترجمہ کنزالایمان)

جو آپ ﷺ کو بلاتا آپ ﷺ اس کی سنتے' جو ہدیہ پیش کرتا قبول فرماتے تھے۔ اگرچہ ایک ٹکڑا گوشت ہی کا ہوتا اور آپ ﷺ اس کا بدلہ دیتے۔

(سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۹۷' صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۳۷' ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۸۰۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی مجھ سے اُف نہ فرمایا اور نہ کبھی میرے کسی کام کو کہا کہ یہ کیوں کیا اور نہ کسی کا کے نہ کرنے پر یہ فرمایا: یہ کیوں نہ کیا؟ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۰۴' الادب المفرد صفحہ ۷۱' صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۰)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اخلاق میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص نہ تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ یا گھر والوں میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کو بلاتا تو آپ ﷺ لبیک ہی فرماتے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم کما فی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۶۹)

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی مجھے نہ روکا اور جب بھی مجھے دیکھتے تو آپ مسکرا دیتے۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۱۳۳' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۹۲۶)

حضور ﷺ اپنے صحابہ سے خوش کلامی بھی فرماتے اور ان سے مل کر بیٹھتے اور ان سے باتیں کرتے اور ان کے بچوں کو پیار کرتے' گود میں بٹھاتے اور آزاد مرد' غلام باندی اور غریب کی دعوت قبول فرماتے[1] اور عیادت (بیمار پرسی) شہر کے آخر کونے تک جا کر کرتے اور کسی معذور کا عذر قبول فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری باب غزوہ تبوک جلد ۶ صفحہ ۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جس نے کان میں بات کی تو آپ ﷺ اس وقت اس کی سماعت فرماتے جب تک وہ خود علیحدہ نہ ہو جاتا اور جو کوئی بھی آپ کا دست ﷺ مبارک پکڑ لیتا۔ آپ ﷺ اس سے اس وقت تک ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا اور کبھی یہ نہ دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے اپنے ہمنشین سے آگے گھٹنے کر کے بیٹھے ہوں[2] اور جو بھی حضور ﷺ سے

۱۔ سنن ابن ماجہ باب التجارات جلد ۲ صفحہ ۷۷۰' شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۳

۲۔ سنن ابوداؤد باب الادب جلد ۵ صفحہ ۱۲۷' کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۱۵۸

ملاقات کرتا تو اس سے پہلے سلام کرتے اور اپنے صحابہ سے پہلے خود مصافحہ فرماتے[1] اور کبھی یہ نہ دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے سامنے پائے اقدس پھیلا کر بیٹھے ہوں[2] کہ اس سے جگہ میں کسی کے لئے تنگی ہو اور آپ ﷺ اس کی عزت کرتے جو بھی حاضر بارگاہ ہوتا اور بسا اوقات اس کے لئے اپنا کپڑا ایا اپنے نیچے کا بستر بچھا دیتے اور اس کو اس پر بیٹھنے کی تاکید فرماتے اگرچہ وہ انکار کرتا۔

اپنے صحابہ کی کنیت مقرر فرماتے اور ان کو ان کے اچھے ناموں سے مخاطب کرتے۔ یہ ان کی عزت افزائی تھی۔ آپ ﷺ کسی کی بات کو قطع نہ فرماتے اگر اس کی بات لمبی ہو جاتی تو یا تو منع کر دیتے یا کھڑے ہو جاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ یا تو انتہا تک سماعت فرماتے یا خاموش بیٹھے رہتے۔

یہ بھی مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں آیا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نماز کو مختصر کر کے اس سے آنے کا مطلب پوچھتے۔ جب آپ ﷺ اس سے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز شروع کر دیتے۔ آپ ﷺ لوگوں سے زیادہ تبسم فرماتے اور ان سے پاکیزہ تر تھے۔ جب تک کہ آپ ﷺ پر قرآن نازل نہ ہوتا یا وعظ و خطبہ نہ فرماتے ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کا حضور ﷺ سے بڑھ کر تبسم نہ دیکھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۸۹، مسند امام احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نماز فجر کے بعد مدینہ منورہ کی باندیاں پانی بھرا برتن لاتیں اور حضور ﷺ ہر ایک برتن میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے اور بسا اوقات سردی کا موسم بھی ہوتا تھا اور اس سے لوگ تبرک حاصل کرتے تھے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۱۲)

سترھویں فصل

آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی اور رحمت

حضور ﷺ کی شفقت و مہربانی اور رحمت تمام مخلوق پر اس کے بارے میں اللہ ﷻ فرماتا ہے:

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (پ ۱۱، التوبہ ۱۲۸)

ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحم فرمانے والے (ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ سنن ابوداؤد باب الادب جلد ۵ صفحہ ۳۷۹

۲۔ دارقطنی کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۷

اور فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔ (پ۱۷۔الانبیاء۱۰۷) (ترجمہ کنز الایمان)

بعض علماء حضور ﷺ کی فضیلت میں کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنے ناموں سے دو نام اس آیت کریمہ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ میں عطا فرمائے۔

اور اسی کی مثل ابو بکر بن فواک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث: ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ فرمایا اور غزوۂ حنین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ غنیمت دیئے۔ پھر سو اونٹ پھر سو اونٹ۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا۔ صفوان رضی اللہ عنہ کہتا تھا کہ خدا کی قسم حضور ﷺ نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا بہت عطا فرمایا۔ حالانکہ میں حضور ﷺ کو مخلوق میں سب سے برا سمجھتا تھا لیکن حضور مجھے برابر عنایت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اب میرا یہ حال ہے کہ مخلوق میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی مجھے محبوب نہیں۔

مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے آ کر حضور ﷺ سے کچھ مانگا۔ حضور ﷺ نے اس کو عنایت فرما دیا۔ پھر فرمایا: کیا میں نے تم پر احسان کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں اور نہ تم نے کچھ احسان کیا۔

اس پر مسلمان غضبناک ہوئے اور اس کے مارنے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اشارے سے روک دیا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور اس کی طرف مزید مال بھیجا۔ پھر فرمایا: کیا میں نے تم پر احسان کیا؟ اس نے کہا: ہاں۔ اللہ ﷻ آپ ﷺ کو اہل و عیال کی جانب سے برکت دے۔ پھر اس سے حضور ﷺ نے فرمایا:

تو نے مجھ سے جو کہا کہا لیکن میرے صحابہ کے دل میں تیری طرف سے انقباض ہے اگر تو پسند کرے تو تو ان کے سامنے بھی وہی کہہ دے جو تو نے مجھ سے کہا ہے تاکہ تیری طرف سے ان کے دل بھی صاف ہو جائیں۔

اس نے کہا: بہت اچھا۔

جب دوسرا دن آیا یا شام آئی تو وہ اعرابی آیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ وہی دیہاتی ہے۔ اس نے جو کچھ کہا کہا پس میں نے اس کو کچھ

اور دیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں راضی ہو گیا' کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ اس دیہاتی نے کہا: ہاں اللہ ﷻ آپ ﷺ کو اہل وعیال کی جانب سے برکت دے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: میری اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی اونٹنی ہو اور وہ بھاگ جائے۔ پھر لوگ اس کے پیچھے دوڑیں مگر وہ اونٹنی قریب ہونے کی بجائے دور ہی بھاگتی جائے۔ اس وقت اس کا مالک ان سے کہے کہ میرے اور اونٹنی کے معاملہ میں تم دخل مت دو۔ میں اس کے لئے تم سے زیادہ نرم ہوں اور وہ خوب جانتی ہے۔ پس وہ اونٹنی کے آگے سے آیا اور زمین کی سبزی دکھا کر اس کو پکڑ لیا اور لوٹا لایا۔ یہاں تک کہ وہ آ گئی اور بیٹھ گی اور اس کے اوپر کجاوہ باندھ دیا اور اس پر سیدھا بیٹھ گیا اور اگر میں تم کو چھوڑ دیتا جیسا کہ اس نے کہا تھا تو تم اس کو قتل کر دیتے اور وہ جہنم میں جاتا۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۔۱۵' کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۱۶۰'۱۵۹)

حضور ﷺ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم میں سے کوئی میرے صحابہ کے بارے میں کچھ نہ پہنچائے۔ پس میں اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ جب میرا تمہاری طرف گزر ہو تو میرا دل صاف ہو۔ (سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۳۶۹' سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۱۸۳)

حضور ﷺ کو اُمت پر شفقت' تخفیف اور ان پر آسانی اس قدر منظور تھی کہ بعض وہ باتیں ناپسند فرماتے تھے جس میں یہ خوف ہو کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے۔ جیسا کہ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر اُمت کے بارے مجھے یہ بات شاق نہ ہوتی تو میں ان کو حکم دیتا کہ وہ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور کریں [1] اور رات کی نماز (تہجد) [2] اور صوم وصال (پے در پے روزے رکھنا) [3] سے صحابہ کو منع فرمانا اور عمارت کعبہ میں داخل ہونے کو اس لئے ناپسند فرمانا [4] کہ کہیں اُمت دشواری میں نہ پڑ جائے اور اللہ ﷻ سے اس کی آرزو کرنا کہ میرا سَبّ اور لعنت (کفار پر) کرنا اُمت کے لئے رحمت کر دے اور حضور ﷺ کا یہ حال مبارک کہ جب کسی بچے کے رونے کی آواز کو نماز میں سنا تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتے۔ (یہ سب حضور ﷺ کی شفقتوں میں سے ہے) (صحیح بخاری کتاب الاذان جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۲)

حضور ﷺ کی شفقتوں میں سے یہ بات بھی تھی کہ اپنے رب ﷻ سے دعا مانگی اور اس کا عہد لیا کہ میں جس شخص کو بھی برا کہوں یا لعنت بھیجوں تو اے مولا تو اس کو اس شخص کے لئے سبب پاکیزگی' رحمت' دعا' طہارت اور ایسی قربت جو قیامت کے دن مجھ سے نزدیک کر دے' بنا دے۔ [5]

۱۔ صحیح بخاری کتاب الجمعہ جلد ۲ صفحہ ۴ مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۰

۲۔ صحیح بخاری کتاب الوضو جلد ۱ صفحہ ۳۳' صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۴۱

۳۔ صحیح بخاری کتاب الصوم جلد ۳ صفحہ ۳۴' صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۷۶

۴۔ سنن ابوداؤد کتاب المناسک جلد ۲ صفحہ ۵۲۶' سنن ترمذی کتاب الصلوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰

۵۔ صحیح بخاری کتاب الدعوات جلد ۸ صفحہ ۶۵' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۰۹' ۲۰۰۸' ۲۰۰۷' مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۹۰

اور جب کوئی قوم حضور ﷺ کو جھٹلاتی تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کرتے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے حق میں آپ کی قوم کی وہ باتیں جو آپ کی تردید کرتی ہیں' سنی ہیں اور بیشک پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا حکم بجالائے جو کچھ آپ کی مرضی ہو۔

پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو پکارا اور حضور پر سلام عرض کیا اور کہا: مجھے جو چاہے حکم دیجئے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں پہاڑ ان پر الٹ دوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلکہ میں تو اس کی خواہش رکھتا ہوں کہ اللہ ﷻ ان کی پشتوں سے وہ لوگ پیدا فرمائے جو اللہ ﷻ کی عبادت کریں اور اس میں وہ کسی کو شریک نہ کریں۔

ابن منکدر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کیا: اللہ ﷻ نے آسمان' زمین اور پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی اُمت (دعوت) کو ڈھیل دیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ ﷻ ان کو توبہ نصیب کرے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱' صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۴۲۰)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو جب کبھی بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو پسند فرمایا۔ (صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۹۱' صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۴۲۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہماری حالت وطبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ بخوف اس بات کہ کہ ہم اُکتا نہ جائیں۔

(صحیح بخاری کتاب العلم جلد ۱ صفحہ ۱۶' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۱۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ ایک ایسے اونٹ پر سوار ہوئیں جو سخت مزاج تھا۔ اس کو آگے پیچھے کرتیں (تاکہ وہ سدھر جائے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نرمی اختیار کرو۔

(صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۰۴)

اٹھارہویں فصل

آپ ﷺ کی وفا' حسن عہد اور صلۂ رحمی

حضور ﷺ کے اخلاق کریمہ میں وفا' حسن عہد اور صلۂ رحمی یہ ہے کہ

حدیث: عبداللہ بن حمساء رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعثت یعنی اظہار نبوت سے

قبل میں نے حضور ﷺ سے ایک معاملہ خرید و فروخت کا کیا تھا۔ اس کا کچھ روپیہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ آ کر آپ ﷺ کو روپیہ ادا کروں گا۔ میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ میں آیا اور دیکھا کہ حضور ﷺ ہنوز اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے جوان! تو نے مجھے تکلیف دی تین دن سے اسی جگہ تیرا انتظار کر رہا ہوں۔

(سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۲۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی ہدیہ لاتا تو آپ فرماتے: اس کو فلاں عورت کے گھر لے جاؤ۔ جو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی ہے۔ وہ عورت ان کو بہت محبوب رکھتی تھی۔ (ابن حبان جلد ۹ صفحہ ۲۷)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت کھائی ہے کسی عورت پر اتنی غیرت نہ کھائی۔ میں نے حضور ﷺ کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے۔ جب بھی آپ بکری ﷺ ذبح فرماتے تو ان کی سہیلیوں کو ضرور ہدیہ ارسال فرماتے۔ آپ ﷺ سے ان کی بہن نے اجازت مانگی تو آپ ﷺ ان کے آنے سے خوش ہوئے۔

ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی۔ آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور اچھی طرح خیریت دریافت کی۔ جب وہ چلی گئی تو فرمایا: یہ عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زمانے میں آتی تھی۔ ایمان کی خوبیوں میں سے حسن سلوک بھی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الفضائل جلد ۵ صفحہ ۳۲، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۸۸)

بعض علماء نے آپ ﷺ کی یوں تعریف بیان کی ہے کہ آپ ﷺ اپنے قرابت داروں سے ملتے تھے بغیر اس تخصیص کے کہ کون ان میں افضل ہے۔ (یعنی ہر ایک سے ملتے تھے)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ فلاں کی اولاد میرے ورثاء میں نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان سے قرابت ہے۔ سو اس کی برتری سے ان کو ترجیح دیتا ہوں یعنی ملتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الاداب جلد ۸ صفحہ ۷، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۸)

بیشک حضور ﷺ نے امامہ بنت زینب (نواسی رسول ﷺ) کو اپنے کندھے پر اٹھا کر نماز پڑھی ہے۔ پس جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے تو ان کو نیچے اتار کر سجدہ کرتے پھر جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔

ابوقتادہ ﷺ سے مروی کہ نجاشی (بادشاہ حبش) کی طرف سے ایک وفد بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر استقبال کیا اوران کی تواضع کی۔ آپ ﷺ کے صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ہم حضور ﷺ کی طرف سے خدمت کے لئے کافی ہیں۔

فرمایا: یہ ہمارے صحابہ کی (بوقت ہجرت از مکہ تا حبش) خاطر کرتے رہے ہیں۔ اب میری خواہش ہے کہ میں ہی ان کی خاطر کروں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

اور جب آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء ہوازن کے قیدیوں میں آئی اور اس نے حضور ﷺ کو پہچان لیا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے چادر شریف بچھادی اور فرمایا: اگر تم میرے پاس عزت ومحبت سے رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو۔ ورنہ میں تمہیں کچھ سامان دے کر تمہاری قوم کی طرف لوٹا دوں۔ تو انہوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا۔ آپ ﷺ نے سامان دے کر واپس کردیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۱۹۹ البدایہ والنھایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴)

ابوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بچپن میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ ایک عورت آئی۔ جب حضور ﷺ کے نزدیک ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے لئے چادر بچھائی۔ میں نے کہا: یہ عورت کون ہے؟ صحابہ نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کی والدہ ہیں جس نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔

(سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۳۵۳ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۱۹۹)

عمرو بن السائب ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے چادر کا تھوڑا حصہ بچھا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں آپ ﷺ کی (رضاعی) والدہ آ گئیں تو آپ نے چادر کا دوسرا حصہ بچھا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے تو حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

(سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۳۵۴ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۰۰)

حضور ﷺ ثوبیہ باندی ابولہب کو اپنے دودھ پلائی کے صلہ میں کپڑے بھیجا کرتے تھے۔ پھر جب وہ فوت ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس کے قرابت داروں کو دریافت کیا: کہا گیا کہ کوئی باقی نہیں ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، ۱۰۸)

حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ خوش ہیں؟ خدا کی قسم اللہ ﷻ ہرگز آپ ﷺ کو رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپ ﷺ صلۂ رحمی کرتے ہیں اور کَل کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں کو کھلاتے اور مہمان کی تواضع کرتے ہیں اور مصیبتوں پر

حق کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۴ بخاری کتاب التفسیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۳)

انیسویں فصل

آپ ﷺ کا تواضع فرمانا

حضور ﷺ کا تواضع کرنا باوجودیکہ آپ ﷺ جلیل المنصب اور رفیع المرتبت ہیں۔ پس لوگوں میں سب سے بڑھ کر متواضع تھے اور تکبر آپ ﷺ سے معدوم تھا۔

اس خصوص میں تم کو صرف یہ حدیث کافی ہے کہ حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ کیا آپ ﷺ نبی بادشاہ ہونا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ؟ تو آپ ﷺ نے نبی بندہ ہونا پسند فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ سے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی اسی تواضع کی بنا پر اللہ ﷻ قیامت کے دن آپ ﷺ کو تمام اولاد آدم علیہ السلام کی سرداری مرحمت فرمائے گا اور آپ ﷺ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے۔ (مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

حدیث : اَبی اُمامہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عصاء مبارک پر ٹیک لگائے جب ہم پر تشریف لائے۔ تو ہم آپ ﷺ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہو کہ وہ ایک دوسرے کی یونہی تعظیم کرتے ہیں اور فرمایا: میں تو ایک بندہ ہوں۔ اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۳۹۸ سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۱)

حضور ﷺ دراز گوش (خچر) پر سوار ہوتے تو کسی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے اور مسکینوں کی عیادت کرتے اور غریبوں میں بیٹھ جایا کرتے تھے اور غلاموں کی دعوت قبول کرتے اور اپنے صحابہ میں مل جل کر اس طرح بیٹھ جایا کرتے کہ جہاں جگہ ملتی۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جتنا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا (کہ انہوں نے خدا کا بیٹا مان لیا معاذ اللہ) میں تو بندہ ہی ہوں تو مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول علیہ السلام کہو۔

(بخاری کتاب الانبیاء جلد ۴ صفحہ ۱۳۲ ابوداؤد کتاب الرقاق مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰، ۵۵، ۴۷، ۳۲، ۲۴، ۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت جس کی عقل میں خلل تھا' آئی۔ اس نے کہا: مجھے آپ ﷺ سے ایک حاجت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُم فلاں! تو مدینہ کے جس راستہ پر

چاہے بیٹھ جاؤ میں بیٹھ کر تیری ضرورت پوری کروں گا۔ وہ بیٹھ گئی تو حضور ﷺ بھی بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اس کی ضرورت پوری ہو گئی۔ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دراز گوش (خچر) پر سوار ہوتے تھے اور غلاموں کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ بنی قریظہ کے دن آپ ﷺ دراز گوش پر سوار تھے جس کی مہار کھجور سے بٹی ہوئی رسی کی تھی اور اس پر پالان تھا۔ (سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جو کی روٹی اور باسی سالن پر بلائے جاتے تو بھی دعوت قبول فرما لیتے تھے[1] اور کہا کہ حضور ﷺ نے پرانے کجاوہ پر حج فرمایا۔ اس پر جو صوف کی چادر تھی وہ چار درہم سے زیادہ کی نہ تھی[2]۔ اسی حال میں آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی:

اے اللہ جل جلالہ اس کو خالص حج بنا جس میں ریا و نمود نہ ہو۔ حالانکہ یہ حج آپ ﷺ نے اس وقت کیا تھا جب آپ پر زمین کے خزانے کھول دیئے گئے تھے اور اس حج میں سو اونٹ ہدی (قربانی) کے لئے ساتھ لے گئے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی ﷺ جلد ۲ صفحہ ۸۸۶)

اور جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور آپ ﷺ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اللہ جل جلالہ کے حضور میں عاجزی و تواضع سے سر کو پالان پر جھکا دیا تھا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ اس کے اگلے لکڑی کے سرے پر آپ کا سر لگ جائے۔

(دلائل للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۶۹۔ ۶۸ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۷ مسند ابی یعلی جلد ۶ صفحہ ۱۲۰)

حضور ﷺ کے متواضعانہ حالات میں سے ایک آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ مجھ کو یونس ابن متی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو[3] اور نہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دو اور نہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر پسند کرو[4] اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کے مستحق ہیں۔ جتنی دیر حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں رہے اتنے دن میں رہتا تو بلانے والے کی پکار کو مان لیتا[5] اور آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ کو یَا خَیْرُ الْبَرِیَّہ کہا تھا۔ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے۔[6]

۱۔ سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۳۴ سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۸۱۵ شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۳

۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب الحج جلد ۲ صفحہ ۹۶۵ شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۲ بیہقی جلد ۵ صفحہ ۳۳۴

۳۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۴ صفحہ ۱۲۶ صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۴۶

۴۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۴ صفحہ ۱۲۶ صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۴۴

۵۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۴ صفحہ ۱۱۷ صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۳۹

۶۔ صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۳۹

عنقریب ان احادیث پر اس کے بعد انشاء اللہ ﷻ بحث آئے گی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حسن اور ابی سعید وغیرہ رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کی تعریف میں مروی ہے اور بعضوں نے کچھ زیادہ بھی کیا ہے کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کا کام میں ہاتھ بٹاتے اور اپنے کپڑوں کو صاف فرماتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے' اپنی نعلین گانٹھتے' اپنی خدمت آپ کرتے اور گھر کی صفائی کرتے اور اونٹ کے عقال ڈالتے اور اس کو چارہ دیتے اور خادم کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے اور خادمہ کے ساتھ آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سامان خود لاتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۳ شمائل ترمذی صفحہ ۲۰٬۷ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸)

حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ کی باندیوں سے کوئی باندی حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیتی تو حضور ﷺ کو جہاں چاہتی لے جاتی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کا کام کر دیتے۔

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضور ﷺ کے رُعب سے اس کے بدن پر رعشہ آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خوفزدہ نہ ہو' میں بادشاہ نہیں ہوں' میں قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ (صحیح بخاری باب الکبر جلد ۸ صفحہ ۱۸' ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۸)

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ بازار گیا۔ آپ ﷺ نے قبا خریدی اور تولنے والے سے کہا: اس کو جھکتا تول۔ پورا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وزن کرنے والا جلدی اٹھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: ایسا ہی عجمی اپنے بادشاہوں سے کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں' میں تو تم میں سے ایک مرد ہوں۔ پھر آپ نے قبا لے لی۔ میں آگے بڑھا کہ حضور ﷺ سے یہ بوجھ لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شے کا مالک اس کا زیادہ حقدار ہے کہ وہی اس کو اٹھائے۔ (طبرانی اوسط فی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۷۶)

بیسویں فصل

آپ ﷺ کا عدل' امانت' عفت اور صدق قال (راست گوئی)

حضور ﷺ کا عدل وانصاف' امانت و پاکبازی اور سچائی کا حال یہ ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ امانت دار' سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کا انصاف اور ان میں سب سے زیادہ پاکباز اور راست گو تھے۔ جب سے آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے' ان اوصاف کا آپ ﷺ کے سخت سے سخت تر دشمن اور مخالف کو بھی اعتراف تھا اور اظہار نبوت سے قبل آپ ﷺ کو امین کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو امین اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ ﷺ میں اللہ ﷻ نے اخلاق صالحہ جمع فرمادیے تھے۔ اللہ ﷻ کے فرمان مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ط (پ۳۰ التکویر ۲۱) کی تفسیر میں اکثر مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں۔

جب قریش کا خانہ کعبہ کی تعمیر میں اختلاف ہوا کہ کون حجر اسود کو نصب کرے تو انہوں نے فیصلہ کیا صبح جو سب سے پہلے داخل ہو وہ نصب کرے۔ چنانچہ حضور ﷺ داخل ہوئے۔ یہ واقعہ قبل اظہار نبوت کا ہے۔ قریش نے بیک زبان کہا کہ یہ تو محمد ﷺ ہیں یہ امین ہیں ہم ان سے راضی ہیں۔

ربیع ابن خثیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے مقدمات فیصلے کے لئے حضور ﷺ کے پاس لے جاتے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں آسماں میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین۔

حدیث: حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بالاسناد مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ابو جہل نے کہا: ہم آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیہ کریمہ

لَا یُکَذِّبُوْنَکَ. (پ۷ الانعام ۳۳) (النحل ۱۰) وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

نازل فرمائی۔ اس کے علاوہ دوسروں نے بھی کہا کہ ہم آپ ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے اور نہ ہم میں آپ ﷺ جھوٹے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اخنس بن شریق ابو جہل سے بدر کے دن ملا۔ اس نے کہا:

اے ابوالحکم! اس وقت میرے اور تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سنے مجھے بتلاؤ کہ کیا محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟ ابو جہل نے جواب دیا کہ خدا کی قسم بلاشبہ محمد (ﷺ) بالکل سچے ہیں اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۷ صفحہ ۱۱۶ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۰۶،۲۰۷)

ہرقل (بادشاہ روم) نے حضور ﷺ کے بارے میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا تم ان کو اظہار نبوت سے پہلے جھوٹا پاتے تھے؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان جلد ا صفحہ ۵ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۳)

نضر بن حارث نے قریش سے کہا: کیا تم میں حضور ﷺ نے بچپن نہیں گزارا، کیا تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور تم سب سے زیادہ راست گو اور تم میں سب سے بڑھ کر امانت دار نہ تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی کنپٹی کے بالوں میں سفیدی دیکھی اور تمہارے پاس خدا کا کلام لائے تو تم

کہنے لگے کہ وہ ساحر جادوگر ہیں۔ نہیں خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہیں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

حضور ﷺ کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں نے کبھی اس عورت کے ہاتھوں کو نہ چھوا' جو آپ ﷺ کی ملک میں نہ ہو (یعنی بیوی یا باندی نہ ہو) (صحیح بخاری کتاب الاحکام جلد ۹ صفحہ ۲۶)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو حضور ﷺ کی تعریف میں ہے' ذکر ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر راست گو تھے اور صحیح حدیث میں ہے کہ تجھ پر افسوس ہے کہ اگر میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو میں نقصان و خسارہ میں ہوں۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۲۱)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب بھی حضور ﷺ کو دو کاموں میں سے ایک کے اختیار کرنے کو کہا گیا۔ تو آپ ﷺ نے جب تک اس میں گناہ نہ ہو آسان کو اختیار کیا اور اگر اس میں گناہ ہوتو اور لوگوں سے زیادہ اس سے بچتے تھے۔

ابوالعباس مُبَرِّدْ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسریٰ (ایران کے بادشاہ نوشیرواں) نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا اور کہتا کہ ہوا کا دن سونے کے لئے' ابر کا دن شکار کے لئے' بارش کا دن پینے کھیلنے کے لئے اور سورج یعنی روشنی کا دن ضروریات کے لئے مناسب ہے۔ ابن خالویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ (نوشیرواں) ان میں دنیاوی سیاست کا بہترین جاننے والا تھا۔ (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے)

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ ۝ — جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔

(پ ۲۱۔ الروم ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

لیکن ہمارے نبی ﷺ نے اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اللہ عزوجل کے لئے اور ایک حصہ اپنے اہل کے لئے اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر اپنے حصہ کو بھی اپنے اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پس آپ ﷺ خاص لوگوں سے عام لوگوں کی مدد لیا کرتے تھے اور فرماتے کہ تم لوگ ان محتاج و غریب لوگوں کی حاجتیں مجھ تک پہنچاؤ' جو میرے پاس تک نہیں آسکتے ہیں کیونکہ جو شخص ایسے لوگوں کی حاجت پہنچاتا ہے جو خود نہیں پہنچا سکتا' اللہ عزوجل اس کو بڑی گھبراہٹ والے دن (قیامت) میں امن دے گا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۵)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کسی کو دوسرے شخص کے گناہ کے بدلے میں نہیں پکڑا کرتے تھے اور نہ کسی کی تصدیق دوسرے کے خلاف کرتے تھے۔ (مراسیل لابی داؤد حدیث ۴۶۸)

ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ؓ سے اور وہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے کبھی جاہلیت کے دور میں اہل جاہلیت کے کاموں کے کرنے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ سوائے دومرتبہ کے پھر ان دونوں کاموں میں اللہ ﷻ میرے اور میرے ارادہ میں حائل ہوگیا۔ پھر میں نے کبھی ارادہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اللہ ﷻ نے مجھ کو رسالت سے مشرف کیا۔ مزید فرمایا

میں نے ایک رات اپنے ساتھی لڑکے سے کہا جو میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا' اگر تو میری بکریاں سنبھال لے تو میں مکہ میں جا کر جوانوں کی طرح وہ باتیں کروں جو وہ کرتے ہیں۔ پس میں اس ارادہ میں نکلا یہاں تک کہ میں مکہ کے پہلے مکان میں آیا تو میں نے کسی کی شادی کے سلسلہ میں وہاں دف اور باجہ بجنے کی آواز کو سنا۔ میں وہاں بیٹھ گیا کہ دیکھوں کیا گاتے ہیں؟ میرے کانوں پر غیبی طور پر کسی نے تھپکنا شروع کردیا اور میں سوگیا۔ پھر میں دن چڑھے ہی بیدار ہوا اور لوٹ آیا اور میں کچھ نہ کرسکا۔ پھر ایک دفعہ ایسا ہی ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد پھر کبھی میں نے ایسا ارادہ نہیں کیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۳' دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۱۴۳' البدایہ والنھایہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷' الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۸۹)

اکیسویں فصل

آپ ﷺ کا وقار' خاموشی' مروّت اور نیک سیرتی

حدیث : خارجہ بن زید ؓ سے بالاسناد مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ مجلس میں باوقار تھے۔ آپ کے اعضاء سے کوئی چیز نہ نکلتی (جو وقار کے خلاف ہو)

(مراسیل ابوداؤد باب الادب صفحہ ۲۳۱)

ابوسعید خُدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء کرلیتے تھے۔ (یعنی گھٹنوں کو کھڑا کرکے ان کو ہاتھوں یا کپڑے سے گھیر لینے کو احتباء کہتے ہیں) حضور ﷺ کی اکثر نشست احتباء پر ہوتی۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۱۹' سنن ابوداؤد باب الادب جلد ۵ صفحہ ۱۷۵)

جابر بن سَمُرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ چہار زانو بیٹھتے اور کبھی بغیر احتباء تشریف رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد جلد ۱ صفحہ ۴۶۴-۴۶۳۔ اسی کی مثل نسائی جلد ۳ صفحہ ۸۰' ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۱۷۸)

یہ قُیلہ کی حدیث میں ہے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۱۸)

اور آپ ﷺ خاموش طبیعت تھے کہ بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ جو اچھی بات نہ کہے اس سے پہلوتہی فرماتے تھے اور آپ ﷺ کا ضحک (ہنسنا) صرف مسکرانا ہوتا۔ آپ ﷺ کی مجلس علم وحیاء

اور خیر وامانت کی مجلس ہوتی۔ اس میں زور زور سے بولنا نہ ہوتا اور بے پردہ عورتیں نہ بیٹھتیں۔ جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو آپ ﷺ کے صحابہ سر جھکا دیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور آپ ﷺ کی تعریف میں ہے کہ آپ ﷺ آگے کو جھک کر اور نرمی سے چلتے تھے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے کی طرف چل رہے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ چلتے تو اپنے تمام اعضاء کو سمیٹ کر چلتے۔ اس شان کے ساتھ کہ نہ اس میں گھبراہٹ ہوتی اور نہ سستی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہتر طریقہ حضور ﷺ کا طریقہ ہے۔

(صحیح بخاری باب الادب جلد ۸ صفحہ ۲۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں ترتیل و ترسیل تھی یعنی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خاموشی چار صفتوں پر مبنی تھی۔ علم، قوت، تقدیر، تفکر۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح باتیں کرتے کہ اگر شمار کرنے والا شمار کرنا چاہے تو کر سکے۔ آپ ﷺ عطر اور عمدہ خوشبو کو پسند فرماتے اور ان دونوں کو اکثر استعمال فرماتے اور دوسروں کو ان کی تلقین کرتے تھے۔ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۲۹۸)

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے تمہاری دنیا میں سے عطر اور بیوی محبوب ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۲۹۸)

حضور ﷺ کی مروّت میں سے یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنے سے منع فرمایا[1] اور اپنے سامنے جو قریب ہو اس کے کھانے کا حکم دیا۔[2] مسواک کرنے اور انگلیوں کے جوڑوں کو صاف کرنے اور خصال فطرت یعنی ختنہ کرنے، موئے زیر ناف لینے، مونچھوں کے کترنے، ناخنوں کے کاٹنے، بغلوں کے بال لینے، کلی کرنے، داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری کتاب اللباس جلد ۷ صفحہ ۱۳۷، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۲۔۲۲۱، ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۱۹۴)

۱۔ مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۰۹، طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۸۰، ابوداؤد باب الاشربہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۵، ترمذی جلد ۳ صفحہ ۲۰۳، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۴۔۱۱۳۳

۲۔ صحیح بخاری کتاب الاطعمہ جلد ۷ صفحہ ۵۹، مسلم شریف جلد ۳ صفحہ ۱۵۹۹۔۱۶۰۰

بائیسویں فصل

آپ ﷺ کا زہد وتقویٰ

دنیا میں آپ ﷺ کے زہد وتقویٰ کا حال اخبار واحادیث سے پہلے گزر چکا ہے۔ جو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے بیان میں اس کتاب میں آ چکی ہیں۔ وہ تمہارے لئے بہت کافی ہیں۔ اب یہاں مختصر سا بیان کافی ہے۔

آپ ﷺ دنیا میں تھوڑے پر قناعت کرتے اور اس کی نمود ونمائش سے اجتناب فرماتے تھے۔ حالانکہ تمام دنیا آپ ﷺ کی وجہ سے پیدا کی گئی اور آپ ﷺ پر فتوحات بکثرت ہوئیں۔ باوجود اس کے آپ ﷺ نے جب وصال فرمایا تو آپ ﷺ کی ایک زرہ یہودی کے یہاں گھریلو اخراجات کے سلسلہ میں گروی پڑی ہوئی تھی اور آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً. اے اللہ ﷻ رزق کو اولادِ محمد (ﷺ) کے لئے توشہ بنا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۸۲، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۲۸۱)

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالاسناد مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی تین دن متواتر شکم سیر ہو کر گیہوں کی روٹی نہ کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

(صحیح بخاری باب الاطعمہ جلد ۷ صفحہ ۶۵، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۲۸۱، سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۹)

دوسری روایت میں ہے کہ جو کی روٹی دو دن متواتر شکم سیر ہو کر نہ کھائی۔ اگر چاہتے تو یقیناً اتنا ملتا کہ کسی کے دل میں خطرہ ہی نہ رہتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اللہ ﷻ سے وصال فرمایا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں نہ دینار تھے نہ درہم اور نہ بکری تھی نہ اونٹ۔ (صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۲۵۶)

عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا، سوائے ہتھیاروں اور ایک خچر اور تھوڑی زمین کے وہ بھی صدقہ کر دی گئی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۲۶)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے گھر میں اس حال میں انتقال فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو کوئی جگر والا کھاتا صرف ایک طاقچہ میں کچھ جو تھے۔ حالانکہ حضور ﷺ نے فوراً مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ پر یہ پیش کش کی گئی تھی کہ مکہ کے میدان کو میرے لئے سونا کر دیا جائے۔

میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب ﷻ! ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں۔ جس دن میں بھوکا رہوں اس دن تیری بارگاہ میں مناجات کروں اور تجھ سے دعا مانگوں اور جس دن کھاؤں اس دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر کروں۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۸۱' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۸۳۔۲۲۸۲)

دوسری حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ ﷻ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو ان پہاڑوں کو سونا کر دوں۔ جہاں آپ ﷺ تشریف لے جائیں' آپ ﷺ کے ساتھ جائیں۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر سر کو نیچا رکھا پھر فرمایا:

اے جبریل علیہ السلام! دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کہیں مال نہ ہو۔ اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ علیک وسلم اللہ ﷻ اس قول ثابت پر آپ ﷺ کو ثابت قدم رکھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۵' مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۷۱)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم آل محمد ﷺ کا یہ حال تھا کہ ایک ایک مہینہ گھر میں آگ تک روشن نہ ہوتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۸۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے حال میں وصال فرمایا کہ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے اہل خانہ نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہ بھرا تھا۔ حضرت عائشہ اور ابو امامہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مع اہل خانہ متواتر کئی کئی راتیں یونہی گزارتے کہ کوئی چیز کھانے کی نہ پاتے تھے۔

(صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۹۵' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۲۸۱' ترمذی جلد ۴ صفحہ ۱۰۔۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی نہ دستر خوان پر کھایا نہ پیالیوں میں اور نہ پتلی روٹی (چپاتی) اور نہ مسلّم بکری آپ ﷺ کے لئے کبھی تیار ہوتی۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۸۲)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا بستر جس پر آپ آرام فرماتے تھے' چمڑے کا ہوتا جس میں کھجور کے ریشہ (چھال) بھرے ہوتے۔

(صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۸۲' شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۱' صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۶۵۰' ابوداؤد کتاب اللباس)

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر

اپنے گھر میں کمبل کا ہوتا جس کو دوہرا کر دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس پر آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے اس کی چار تہہ کر دی۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا: تم نے رات میرے لئے کیا بستر بچھایا تھا؟

میں نے اس کو بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ اس پر نیند نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا[1] اور آپ ﷺ کبھی کھجور کے چھلکوں سے بنی ہوئی چارپائی پر بھی آرام فرماتے جس سے آپ کے پہلو میں نشان پڑ جاتے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۱۲۸، سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۰، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۹۴۴)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا شکم مبارک کبھی بھی نہ بھرا اور نہ کبھی کسی سے اس کا شکوہ کیا۔ آپ ﷺ کو شکم سیر ہونے سے فاقہ زیادہ پسند تھا۔ بلاشبہ آپ ﷺ ساری ساری رات بھوکے رہتے مگر یہ بھوک اگلے دن کے روزکو نہ روکتی۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو رُوئے زمین کے خزانے، پھل، میوے اور فراخ زندگی اپنے رب ﷻ سے مانگ لیتے اور جب میں آپ ﷺ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تو آپ کی اس حالت اور بھوک کو دیکھ کر رحم آتا اور رو پڑتی تھی۔

اور میں عرض کرتی: میں آپ ﷺ پر قربان اگر آپ ﷺ دنیا میں سے اتنی غذا لے لیا کریں جو آپ ﷺ کی بھوک کے لئے کافی ہو (تو کیا مضائقہ) آپ ﷺ فرماتے: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے دنیا سے کیا سروکار! میرے بھائی اولوالعزم رسولوں نے اس سے زیادہ شدائد و مصائب پر صبر کیا ہے۔ وہ اسی حال میں گزر گئے اور اپنے رب ﷻ کے حضور پہنچ گئے۔ سو اللہ ﷻ نے ان کو عمدہ ٹھکانہ دیا اور بہترین جزا عطا فرمائی اور میں حیا کرتا ہوں کہ اگر یہاں خوشحالی میں رہوں تو کل ان سے کم درجہ میں رہوں۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں (رسولوں) کے ساتھ جا ملوں۔ فرماتی ہیں: اس کے بعد ایک مہینہ بھی قیام نہ فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری پوری کر لی۔

تیسویں فصل

آپ ﷺ کی خشیت وطاعت اور مشقت وریاضت

حضور ﷺ کا خوف وطاعت الٰہی کرنا اور اس کے لیے عبادت میں مشقت برداشت کرنا یہ اپنے ﷻ رب کے علم ومعرفت کے موافق تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا۔

۱۔ شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۱

حدیث : حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے بالاسناد مروی ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ ﷻ کا علم وعرفان حاصل ہے۔ اگر تم جانتے تو یقیناً تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ ہماری روایت میں ابو عیسیٰ ترمذی نے ابوذر ﷜ سے مرفوعاً یہ زیادہ کیا ہے کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چلاتا ہے اس کو چلانا ہی چاہیے اس میں چار انگلی کی بھی ایسی جگہ نہیں جس میں کوئی فرشتہ اللہ ﷻ کے لئے سجدہ نہ کرتا ہو۔ خدا کی قسم اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم ہنستے کم اور روتے زیادہ اور بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور جنگل میں نکل جاتے اور اللہ ﷻ سے پناہ مانگتے اور کہتے کہ کاش میں درخت ہوتا جو کاٹا جاتا۔ یہ کلام ابوذر ﷜ [1] سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔ مغیرہ ﷜ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنی نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک پھول گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اتنی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کے قدم متورم ہو جاتے تھے۔ آپ سے کہا گیا: آپ ﷺ کیوں اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے سبب اگلے پچھلوں کے تمام ذنوب معاف فرما دیئے ہیں۔ فرمایا:

کیا میں اللہ ﷻ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ [2]

اسی کے مثل حضرت ابوسلمہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر عمل ہمیشگی کا ہوتا تھا۔ تم میں سے کون ہے کہ وہ طاقت رکھے جو حضور ﷺ رکھتے تھے۔ فرماتی ہیں: روزہ رکھتے تھے تو ہم کہتے اب کبھی افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے تھے تو ہم کہتے اب روزہ نہیں رکھیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم جلد ۳ صفحہ ۳۷، صحیح مسلم صلوۃ المسافرین جلد ۱ صفحہ ۵۴۱)

اسی کے مثل ابن عباس، ام سلمہ اور انس ﷜ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم یہ چاہو کہ حضور ﷺ کو رات میں نماز پڑھتا دیکھو تو نماز پڑھتے ملتے۔ اگر تم چاہو کہ حالت خواب میں محو استراحت دیکھو تو آپ ﷺ سوتے ملتے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم جلد ۳ صفحہ ۳۴، صحیح مسلم کتاب الصوم جلد ۲ صفحہ ۸۱۱، شمائل ترمذی صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵، سنن ابن ماجہ کتاب الصوم جلد ۱ صفحہ ۵۴۶، صحیح بخاری کتاب الصوم جلد ۱ صفحہ ۳۴)

عوف بن مالک ﷜ کہتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔ آپ نے مسواک کی پھر وضو کیا، کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

۱۔ سنن ترمذی کتاب الزہد جلد ۳ صفحہ ۳۸۱، سنن ابن ماجہ کتاب الزہد جلد ۲ صفحہ ۱۴۰۲

۲۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۸۷، صحیح مسلم کتاب المنافقین جلد ۴ صفحہ ۲۱۷۲

آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ جب آپ ﷺ کسی آیت رحمت کی تلاوت فرماتے تو کچھ وقفہ کرتے اور دعا مانگتے اور جب کسی آیت عذاب کو پڑھتے تو آپ ﷺ وقفہ کرتے اور اس سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ ﷺ نے قیام کی برابر طویل رکوع کیا۔ اس میں پڑھا: سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْعَظْمَةِ. پاک ہے وہ ذات جو صاحب شوکت و ملک اور عظمت والی ہے۔ پھر سجدہ کیا اور یہی پڑھا۔ دوسری رکعت میں آل عمران پڑھی پھر سورت پھر سورت پڑھی۔ اسی طرح آپ ﷺ کرتے رہے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹، شمائل ترمذی صفحہ ۲۵۰، نسائی باب الدعاء فی السجود جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور کہا کہ پھر سجدہ کیا قیام کے برابر اور اسی کے برابر دو سجدوں کے درمیان جلسہ کیا اور کہا کہ آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ اور آل عمران اور نساء اور مائدہ پڑھی۔ (صحیح مسلم باب الاستحباب تطویل القراءۃ فی صلوٰۃ اللیل جلد ۱ صفحہ ۵۳۶)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور ایک ہی آیت قرآن کو پڑھتے پڑھتے رات تمام کر دی۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۳۲)

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے شکم پاک سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے ہانڈی پکتی ہے۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۲، سنن نسائی باب البکاء فی الصلوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۱۳)

ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمگین و متفکر رہتے تھے۔ کسی آن آپ ﷺ کو راحت نہ تھی اور حضور ﷺ نے فرمایا: میں ہر روز سو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔ ایک روایت میں ستر مرتبہ آیا ہے۔ (سنن ابوداؤد باب الوتر جلد ۱ صفحہ ۲۲۷، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کی سنت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: معرفت (الٰہی) میری اصل پونجی ہے اور عقل میرے دین کی جڑ ہے اور محبت میری بنیاد ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکر الٰہی میرا غمخوار ہے اور پاکبازی میرا خزانہ ہے اور غم میرا ساتھی ہے اور علم میرا ہتھیار ہے اور صبر میری چادر ہے اور رضا میری غنیمت ہے اور فقر میرا فخر ہے اور زہد میری حرفت ہے اور یقین میری طاقت ہے اور صدق میرا مددگار ہے اور طاعت میرا حسب ہے اور جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ میرے دل کا پھل اس کے ذکر میں ہے اور میرا غم اپنی اُمت کے لئے ہے اور میرا شوق میرے رب ﷻ کی طرف ہے۔

چوبیسویں فصل

انبیاء علیہم السلام کے کمالِ خلق اور مَحاسنِ جمیلہ

آ گاہ ہو اور اللہ ﷻ ہمیں تمہیں توفیق خیر مرحمت فرمائے کہ بلاشبہ تمام نبی و رسول علیہم الصلوۃ والسلام صفات کے علی وجہ الکمال' ولادت' حسن صورت' نسبی شرافت' پاکیزہ اخلاق اور تمام خوبیوں کے حامل تھے۔ ان صفتوں میں تمام خوبیاں آ جاتی ہیں کیونکہ یہ ہی کمال کی صفات ہیں اور انسانی کمال و اکمال اور تمام فضیلتوں کے وہی جامع تھے۔ اس لئے کہ ان کا رتبہ تمام مرتبوں میں بزرگ اور ان کا درجہ تمام درجات میں اعلیٰ وارفع ہے لیکن اللہ ﷻ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ فرماتا ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ. (پ۳۔ ال عمران ۱)

وہ رسول ہیں ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت دی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرماتا ہے:

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (پ۲۵۔ الدخان ۳۲)

بیشک ہم نے ان کو پسند کیا ہے علم کے لئے تمام جہان والوں پر۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضور ﷺ فرماتے ہیں: سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی صورت والے ہوں گے۔ پھر آخر حدیث میں فرمایا:

(وہ گروہ) ایک ہی آدمی کی خلقت پر جوان کے والد حضرت آدم علیہ السلام کی صورت ہوں گے۔ ان کا طول ستر ہاتھ آسمان میں ہے۔ (صحیح بخاری باب بدء الخلق جلد ۴ صفحہ ۹۳' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۱۷۹۔۲۱۷۸)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (شب معراج) دیکھا۔ پس وہ ایک ایسے مرد تھے جن کی ناک اونچی باریک اور درمیان میں اٹھی ہوئی تھی۔ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ میں سے تھے۔

میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ معتدل جوان اور ان کے چہرہ پر جھریاں، سرخ رنگ تھے گویا کہ وہ حمام میں سے نکلے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام لاغر بدن مثل تلوار کے تھے اور فرمایا: میں اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ان (ابراہیم علیہ السلام) سے زیادہ مشابہ ہوں۔ ایک اور حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا: گندم گوں مردوں میں جن کو تم دیکھتے ہو وہ سب

سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۵۳، صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت لوط ؑ کے بعد نبیوں کو ان کی قوم کی شریف نسلوں میں سے بھیجتا رہا ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ صاحب ثروت یعنی مال ومنال میں زیادہ ہوتے تھے۔ (مستدرک جلد ۲ صفحہ ۵۶۱)

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ سے اور دار قطنی نے قتادہ ؓ کی حدیث کو حضرت انس ؓ سے نقل کیا کہ اللہ ﷻ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز پیدا فرمایا اور تمہارے نبی ﷺ ان میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز ہیں۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۵۴)

حدیث ہرقل (بادشاہ روم) میں ہے۔ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں صاحب نسب (شریف) ہیں اور یونہی ہر رسول ؑ ان کی شریف نسلوں میں تشریف لاتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

اللہ ﷻ نے حضرت ایوب ؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ط نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (پ ۲۳۔ ص ۴۴)

بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اللہ ﷻ نے حضرت یحیٰی ؑ کے بارے میں فرمایا:

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (الی قوله) وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ (پ ۱۶۔ مریم ۱۲ تا ۱۵)

اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام لے (یہاں تک کہ) اور جس دن زندہ اٹھایا جائے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ. (پ ۳۔ ال عمران ۳۹)

بیشک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحیٰی کا جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ لا (پ ۳۔ ال عمران ۳۳)

بیشک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہاں سے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ (پ۱۵۔الاسریٰ ۳) بیشک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ ۖ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (پ۳۔ال عمران ۴۵-۴۶)

اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم کا بیٹا رو دار (باعزت) ہوگا دنیا اور آخرت میں قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور وہ خاصوں میں سے ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ قف اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ص وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ (پ۱۶۔مریم ۳۰-۳۱)

بچہ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں دینے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی۔ (پ۲۲۔الاحزاب ۶۹)

اے ایمان والو! ان جیسا نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو ستایا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام مرد باحیا اور انتہائی ستر پوش تھے کہ وہ کسی کو اپنے جسم کا کوئی حصہ حیا کی وجہ سے نہ دکھاتے تھے۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

فَوَھَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا۔ (پ۱۹۔الشعراء ۲۱)

تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور ان میں سے ایک جماعت کی تعریف میں فرمایا:

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ. (پ۱۹۔الشعراء۱۴۲) بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ o (پ۲۰۔القصص ۲۶) بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانت دار ہو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُوْلُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ. (پ۲۶۔الاحقاف ۳۵) پس آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ کُلًّا هَدَیْنَا (الی) فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (پ۷۔الانعام ۸۴ تا ۹۰) اور ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب عطا کئے۔ ان سب کو ہم نے راہ دکھائی (یہاں تک کہ) تو تم انہیں کی راہ چلو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس کے بعد اللہ ﷻ نے انبیاء علیہم السلام کی اصلاح، ہدایت، اجتباء (پسندیدگی) حکم اور نبوت کے اوصاف کی بڑی تعریف فرمائی۔ فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ. (پ۲۶۔ع۱۹)

تو ہم نے اس کو مژدہ دیا جاننے والے بچے کا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ. (پ۲۳۔الصّٰفّٰت ۱۰۱) بردبار کا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ o اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ o (پ۲۵۔الدخان ۱۷۔۱۸) اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کر دو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ (پ۲۳۔ الصّٰفّٰت ۱۰۲)
خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

اِنَّہٗ کَانَ مُخۡلَصًا۔ (پ۱۶۔ مریم ۵۱)
بیشک وہ چنا ہوا تھا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے فرمایا:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿ؕ﴾ (پ۲۳۔ ص ۳۰)
کیا اچھا بندہ، بیشک وہ رجوع لانے والا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

وَاذۡکُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ اُولِی الۡاَیۡدِیۡ وَالۡاَبۡصَارِ ۝ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰہُمۡ بِخَالِصَۃٍ ذِکۡرَی الدَّارِ ۝ وَاِنَّہُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ۔ (پ۲۳۔ ص ۴۵ تا ۴۸)
اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ۔ (پ۲۳۔ ص ۳۰)
بیشک وہ بڑا رجوع لانے والا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

پھر فرمایا:

وَشَدَدۡنَا مُلۡکَہٗ وَاٰتَیۡنٰہُ الۡحِکۡمَۃَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ۝ (پ۲۳۔ ص ۲۰)
اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا:

قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ۝ (پ۱۳۔ یوسف ۵۵)
مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا۔ (پ۲۳۔ الصّٰفّٰت ۴۷)
خدا نے چاہا عنقریب مجھ کو صابر پائیں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ خدا نے چاہا عنقریب مجھ کو نیکوکاروں میں پاؤ گے۔ (پ۲۰۔القصص ۲۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ ط اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں میں تو جہاں تک بنے سنوارنا چاہتا ہوں۔ (پ۱۲۔ھود ۸۸) (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (پ۱۷۔الانبیاء ۷۴) اور لوط کو ہم نے حکم اور علم دیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ۔ بیشک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے۔ (پ۱۷۔الانبیاء ۹۰) (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت سُفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دائمی علم تھا جن کا ذکر بہت سی آیتوں میں ان کی عادتوں اور خصلتوں اور اخلاق کی نسبت کیا گیا۔ جن سے ان کا کمال معلوم ہوتا ہے اور بہت سی احادیث میں ان کا تذکرہ آچکا ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بلاشک وتردد میں کریم ابن کریم ابن کریم ہوں۔ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں جو نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی ہیں۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام ہیں جن کی آنکھیں تو سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجودیکہ ان کو بڑا ملک وسلطنت عطا فرمائی ہوئی تھی مگر اللہ ﷻ کی جناب میں ان کے خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ وہ آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے اور لوگوں کو توقسم قسم کے لذیذ کھانے کھلاتے اور خود جو کی روٹی کھاتے تھے۔[2]

آپ کی طرف وحی کی گئی کہ اے عابدوں کے سردار! اے زاہدوں کے پیشوا کے فرزند! آپ کا حال یہ تھا کہ ایک بڑھیا اس حالت میں آپ کو روک لیتی تھی کہ آپ ہوا کے دوش پر اپنے لشکر کے

۱۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ مستدرک جلد ۲ صفحہ ۵۷۱۔۵۷۰

۲۔ الزھد وامام احمد بن حنبل صفحہ ۹۱

ہمراہ پرواز کررہے ہوں۔ آپ علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے تو ہوا ٹھہر جاتی۔ پھر اس کی ضرورت پر غور فرماتے پھر روانہ ہو جاتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ علیہ السلام کا کیا حال ہے کہ زمین کے خزانوں کے مالک ہوتے ہوئے پھر بھوکے رہتے ہیں۔ فرمایا: مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ میں اگر شکم سیر ہو گیا تو کہیں کسی بھوکے کو بھول نہ جاؤں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی قرأت آسان کر دی گئی تھی۔ آپ حکم دیتے کہ سواری پر زین کسی جائے۔ قبل زین کسنے کے آپ زبور کی تلاوت کر لیتے تھے۔ آپ علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی کھاتے تھے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ. اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنائیں اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھیں۔ (پ۲۲، سبا:۱۰-۱۱) (ترجمہ کنزالایمان)

آپ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کیا تھا کہ مجھے اپنے ہاتھ کی کمائی کا اتنا رزق دے کہ وہ بیت المال سے مستغنی کر دے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور سب سے زیادہ محبوب روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا۔ وہ آدھی رات کو سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔[1] صوف کا لباس پہنتے اور بالوں کا بستر ہوتا اور جو کی روٹی نمک وریت ملی ہوئی کھاتے تھے۔ اپنے پانی کو آنسوؤں سے ملاتے۔ بعد لغزش کسی نے ان کو ہنستا ہوا نہ دیکھا۔ اپنے رب عزوجل کے حیاء کی وجہ سے کسی نے آسمان کی طرف نظر اٹھاتے نہ دیکھا۔ اپنی ساری عمر روتے ہوئے ہی گزاری۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام اتنا روئے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی تھی۔ حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کے رخساروں پر انہوں نے لکیریں ڈال دی تھیں۔[2] بعض نے کہا کہ آپ علیہ السلام چھپ کر گھر سے نکلتے اور اپنی عادت وخصلت کی معلومات حاصل کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام اپنی تعریف سنتے تو تواضع وانکسار اور زیادہ کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا: اگر آپ گدھا رکھتے تو اچھا تھا۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۲ صفحہ ۱۲۸، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۱۶

۲۔ کتاب الزھد صفحہ ۷۱

آپ نے فرمایا: میں اللہ ﷻ کے نزدیک اس سے برتر ہوں کہ میں گدھے کے ساتھ وقت گزاروں۔[1] آپ اُون کا لباس پہنتے' درختوں کے پتے کھاتے اور آپ کوئی مکان نہ رکھتے تھے۔ جہاں بھی نیند آجاتی وہیں سوجاتے۔ آپ کے نزدیک سب سے پیارا نام یہ تھا کہ کوئی مسکین کہہ کر یاد کرے۔

(کتاب الزہد صفحہ ۵۵)

بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو کمزوری کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے پیٹ سے سبزی کے دانے نظر آتے تھے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے تمام نبیوں کو آزمائش میں ڈالا گیا۔ کسی کو فقر سے' کسی کو جوؤں سے اور یہ ان کے لئے تمہارے تحفے سے زیادہ محبوب تھا۔ (مستدرک کتاب الرقاق جلد ۴ صفحہ ۳۰۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خنزیر (سؤر) سے کہا جب وہ آپ کو ملا۔ ''سلامتی کے ساتھ جا۔'' اس بارے میں آپ سے کہا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں مکروہ جانتا ہوں کہ اپنی زبان کو بری بات سے آلودہ کروں۔

مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کھانا تر گھاس تھی اور خشیت الٰہی سے اتنے روتے تھے کہ آنسوؤں سے ان کے رخساروں پر گڑھے پڑ گئے تھے اور آپ علیہ السلام وحشی جانوروں کے ساتھ کھاتے تا کہ آپ علیہ السلام لوگوں سے نہ ملیں۔ (البدایہ والنھایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

طبری رحمۃ اللہ علیہ نے وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تختوں سے سایہ لیتے اور پتھر کے گڑھے میں کھاتے اور جب پینے کی خواہش ہوتی تو پتھر کے گڑھے سے پانی اس طرح پیتے جس طرح دابۃ (چوپایہ) پیتا ہے۔ یہ اللہ ﷻ کے حضور میں تواضع تھا۔ اسی وجہ سے اللہ ﷻ نے اپنے شرف ہمکلامی سے نوازا۔

انبیاء علیہم السلام کی یہ سب خبریں لکھی ہوئی ہیں اور ان کے اوصاف کمالیہ' اخلاق جمیلہ' عادات و شمائل حسنہ مشہور و معروف ہیں۔ ہم ان کے بیان سے کلام کو طویل نہیں کرتے اور ان کی طرف توجہ نہ کرو جو بعض جاہل مورخین و مفسرین کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور وہ ان کی شان کے مخالف ہے۔

پچیسویں فصل

آپ ﷺ کی مختلف امور میں عادت مبارکہ

اللہ ﷻ تم کو عزت دے ہم نے حضور ﷺ کے چند اخلاق حمیدہ' فضائل جلیلہ اور خصائل جمیلہ

۱۔ مصنف ابی شیبہ کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۸۷

بتا دیئے ہیں اور ان سب کی صحت و تطابق بھی دکھا دی ہے۔ یہ سب کچھ آثار و احادیث سے ہم نے بیان کیا ہے۔ بروجہ قناعت و کفایت ورنہ حضور ﷺ کا مقام بڑا وسیع ہے۔

حضور ﷺ کے حقوق کا باب تو اتنا دراز ہے کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے ہی دلائل منقطع ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ کی خصوصیات کے علم کا سمندر اتنا وافر ہے کہ کوئی ڈول اسے مکدر کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہم نے ان میں سے صرف وہ چیزیں بیان کی ہیں جو معروف ہیں اور اکثر صحاح اور مشہور کتابوں میں مروی ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کل میں سے قلیل اور بہت میں سے تھوڑے پر اکتفا کیا ہے۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان فصلوں کو ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ختم کر دیں کیونکہ وہ حدیث حضور ﷺ کے شمائل و اوصاف کا وافر مجموعہ ہے اور آپ ﷺ کی سیرت و فضائل پر پورا پورا ذخیرہ ہے۔ ہم اس کے ساتھ آخر میں ایک ایسی تنبیہ بھی جو الفاظ و معانی کے لطیف نکتوں پر مشتمل ہوگی ملائیں گے۔

حدیث : بروایات متعددہ بالا سناد حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے سوال کیا۔[1] کیونکہ وہ آپ ﷺ کی بہت تعریفیں کرتے تھے۔ میں نے خواہش کی کہ مجھے بھی وہ کچھ بیان کر دیں تا کہ میں اس کو حفظ کر لوں۔ چنانچہ انہوں نے بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ

رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر خوب بھرا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند جگمگاتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد نہ زیادہ لمبا تھا نہ پست' آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا' آپ ﷺ کے بال متوسط تھے کہ نہ بالکل سیدھے اور نہ خمدار' اگر بالوں کو دو طرفہ نہ کرتے تو مانگ نکل آتی ورنہ نہیں' آپ ﷺ کے بال کانوں کی لو سے بڑھے ہوتے اگر آپ ﷺ ان کو چھوڑتے' آپ ﷺ کا رنگ گورا' پیشانی کشادہ' ابرو باریک اور لمبے باہم ملے ہوئے نہ تھے' دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت بھر جاتی' آپ ﷺ کی ناک باریک اور اونچی' اس میں نور تھا جو بلند تھا' جو شخص بلا تامل دیکھتا وہ گمان کرتا کہ درمیان میں حصہ اونچا ہے' آپ ﷺ کی داڑھی گھنی' آپ ﷺ کی آنکھیں سیاہ' رخسار پتلے' فراخ دہن' چمکتے ہوئے کھلے دانت' آپ ﷺ کی گردن شفاف گویا صاف چاندی کی خوبصورت صراحی' آپ ﷺ کے اعضاء معتدل بھرے ہوئے گوشت والے باہم ملے ہوئے' پیٹ اور سینہ ہموار' چوڑا سینہ' دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ' فربہ جوڑوں والے' برہنہ بدن[2] کی حالت میں

۱۔ شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۵' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۸۶

۲۔ برہنہ سے مراد جب ستر کے علاوہ بدن کے کسی حصے سے کپڑا ہٹا ہوتا۔

بدن چمکتا' گلے سے ناف تک بالوں کی لکیر مثل ایک خط کے نظر آتی' پستان بالوں سے خالی' اس کے سوا کلائی' مونڈھے اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے' بازو لمبے' ہتھیلی چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی' دونوں قدم بھی بھرے ہوئے' انگلیاں لمبی' اعصاب لمبے' آپ ﷺ کے دونوں قدم درمیان سے قدرے بلند صاف و نرم کہ ان دونوں پر سے پانی فوراً بہہ جائے جب ان پر پانی ڈالا جائے۔

چلنے میں اطمینان سے قدم اٹھاتے' وقار کے ساتھ جھک کر چلتے' قدم لمبا رکھتے' جب آپ ﷺ چلتے تو گویا آپ ﷺ اوپر سے نیچے اتر رہے ہیں' جب آپ ﷺ کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورے انہماک سے متوجہ ہوتے' نگاہ نیچی رکھتے' زمین پر آپ ﷺ کی نظر بہ نسبت آسمان کی طرف نظر کرنے سے زیادہ تھی' آپ ﷺ کی نظر اکثر گوشۂ چشم سے ہوتی' اپنے صحابہ کے پیچھے چلتے' جو ملاقات کرتا اس کو اس سے پہلے آپ ﷺ سلام کرتے۔

میں نے کہا: حضور ﷺ کے گفتار کی صفت بیان کیجئے۔

کہا: رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمگین و متفکر رہتے' آپ ﷺ کے لئے کوئی لمحہ چین و راحت کا نہ تھا' بلا ضرورت کلام نہ کرتے' خاموشی طویل ہوتی۔ گفتگو کی ابتداء و اختتام جبڑوں کے ساتھ ہوتی۔ آپ ﷺ جوامع الکلم تھے جس میں وضاحت ہوتی نہ فضول ہوتا نہ کمی' نرمی ہوتی سختی نہ ہوتی' نہ کسی کی تذلیل ہوتی۔ نعمت کو بڑی سمجھتے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ کسی چیز کی برائی نہ کرتے' کسی ذائقہ کی مذمت نہ کرتے اور نہ خواہ مخواہ اس کی تعریف کرتے' آپ ﷺ کے غضب کے سامنے کوئی کھڑا نہیں رہ سکتا۔ جبکہ کسی حق کے لئے کوئی مانع ہوتا یہاں تک کہ اس حق کی مدد کرتے اور اپنے نفس کے لئے کبھی آپ ﷺ غضب نہ کرتے اور نہ اس کی حمایت کرتے۔

جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ کا اشارہ فرماتے اور جب تعجب کرتے تو اس کو پلٹتے اور جب بات کرتے تو اس کو ہتھیلی سے ملا لیتے اور اپنے داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی پر مارتے اور جب آپ ﷺ خفا ہوتے تو منہ پھیر لیتے اور الگ ہو جاتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہیں نیچی کرتے۔ آپ ﷺ کا ہنسنا مسکرانا ہوتا۔ اس حالت میں آپ ﷺ کے دندان مبارک مثل اولے کے شفاف نظر آتے۔

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے بھائی) حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے ایک عرصہ تک اس حدیث کو بیان نہیں کیا۔ پھر جب میں نے ان کو یہ بیان کی تو وہ مجھ سے پہلے ہی سبقت لئے ہوئے تھے اور ان کو یاد تھی۔ پھر اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضور ﷺ کے حالات معلوم کئے کہ کس طرح آپ ﷺ کا شانۂ اقدس میں داخل ہوتے' کس طرح اس سے نکلتے' کس طرح

بیٹھتے اور کیا حالت تھی؟ تو بیان میں سب کچھ بتلا دیا۔

حضرت امام حسین ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے والد) علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضور ﷺ کے مکان میں داخل ہونے کی کیفیت دریافت کی۔ تو فرمایا:

آپ ﷺ اپنے کاشانہ میں دخول کے مجاز و ماذون تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ مکان میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو دخول کے تین حصے کرتے۔ ایک حصہ اللہ ﷻ کے لئے اور ایک حصہ اپنے اہل کے لئے اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر اپنے حصہ کو اپنے اور دوسرے عام لوگوں میں تقسیم فرما دیتے۔ پس اس کو عام پر خواص کے ذریعہ لوٹا دیتے۔ غرضیکہ کوئی بات عوام سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ اُمت کے حصہ میں اپنی مرضی سے اہل فضل کو ترجیح دیتے اور ان کا حصہ دین میں ان کے مرتبہ کے مطابق ملتا۔ ان میں کوئی ایک ضرورت والا' کوئی دو ضرورت والے' کوئی کئی ضرورت والے ہوتے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ مشغول ہو جاتے اور ان کو ان کی اصلاح میں مشغول رکھتے اور امت کی ان کا حال معلوم کر کے اصلاح فرماتے اور ان کو وہ خبریں سناتے جو ان کے لئے مفید ہوتیں اور فرماتے:

تم میں ہر ایک موجود و حاضر کو چاہئے کہ وہ تم میں جو غائب ہے اور مجھ تک اپنی حاجت پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا' اس کی حاجت مجھ تک پہنچائے کیونکہ جو شخص بادشاہ تک اس شخص کی حاجت پہنچا دے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ ﷻ قیامت کے دن اس کے دونوں قدموں کو ثابت (قائم) رکھے گا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں اس قسم کی باتیں ہوتیں اور نہ آپ ﷺ اس کے سوا کچھ کسی سے قبول فرماتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سفیان بن وکیع ﷺ کی حدیث میں فرمایا: صحابہ آپ ﷺ کی مجلس میں حاجت مند ہوتے اور شکم سیر ہو کر جدا ہوتے اور فقیہہ بن کر نکلتے۔

میں نے کہا: آپ ﷺ کے نکلنے کی مجھ کو حالت بیان فرمایئے آپ ﷺ اور کیا کرتے تھے۔

فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنی زبان مبارک کو قبضہ میں رکھتے۔ وہی فرماتے جو اُمت کے لئے نفع بخش ہوتا۔ ان سے محبت کرتے ان کو جدا نہ کرتے' ہر قوم کے کریم کی عزت فرماتے اور اس کو ان پر حاکم مقرر کرتے' (برے) لوگوں سے حذر (خوف) کرتے اور ان سے بچتے نہ یہ کہ ان سے منہ پھیر لیتے یا بدخلقی کرتے۔ اپنے صحابہ کی خبر گیری کرتے اور لوگوں سے لوگوں کے حال پوچھتے' اچھی چیز کی تعریف و خوبی بیان کرتے اور بُری چیز کی برائی اور اس کی رسوائی بیان کرتے۔ آپ ﷺ کا حکم متوسط ہوتا نہ کہ

مختلف یعنی زیادہ نرم وسخت نہ ہوتا۔ آپ ﷺ اس خوف سے غافل نہ رہتے کہ لوگ کہیں غافل نہ ہو جائیں یاست نہ پڑجائیں۔ آپ ﷺ ہر حالت کے لئے تیار تھے۔ آپ ﷺ حق میں کمی نہ کرتے اور غیر حق کی طرف تجاوز نہ کرتے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے قریب ہوتے وہ بہتر لوگوں میں سے ہوتے۔ آپ ﷺ کے نزدیک ان میں وہ افضل تھا جو خیر خواہی کی باتیں زیادہ کرتا اور آپ ﷺ کے نزدیک وہ بڑے مرتبہ والا ہوتا جو لوگوں کے لئے نفع رساں اور موجب تقویت ہوتا۔

اس کے بعد میں نے مجلس کی کیفیت معلوم کی کہ آپ ﷺ اس میں کیا کرتے تھے؟

فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی نشست وبرخاست اللہ ﷻ کے ذکر کے لئے ہی ہوتی اور کسی جگہ کو اپنے لئے وطن نہ بناتے اور دوسروں کو وطن بنانے سے منع فرماتے۔ جب کسی قوم کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور اس کا حکم بھی دیتے۔ ہر مصاحب کو اس کا حصہ دیتے یہاں تک کہ کوئی مصاحب یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی بھی اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص بھی کسی ضرورت سے آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ ﷺ رُکے رہتے۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی چلا جاتا۔ جو شخص بھی آپ سے اپنی حاجت کے لئے سوال کرتا' آپ ﷺ یا تو اسے کچھ دیتے یا نرم بات کچھ فرما دیتے۔ آپ ﷺ کا دست مبارک اور آپ ﷺ کا خلق کریم لوگوں کے لئے وسیع تھا گویا آپ ﷺ ان کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے۔ آپ ﷺ کے نزدیک حق میں سب برابر تھے۔ البتہ تقویٰ ان (لوگوں) کو زیادہ قریب اور بڑھانے والا تھا۔

دوسری روایت میں صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک وہ سب حق میں برابر تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم وحیاء اور صبر وامانت کی مجلس تھی۔ کوئی شخص اس میں آواز اونچی نہ کرتا اور اس میں عورتیں بے پردہ نہ ہوتیں اور نہ اس میں کوئی یاوہ گوئی ہوتی اور یہ فقرہ ان دونوں روایتوں کے علاوہ ہے کہ صحابہ ؓ باہم تقویٰ کی بنا پر مہربانی اور انکساری کرتے۔ بڑوں کی عزت کی جاتی اور چھوٹوں پر لطف وکرم، حاجت مندوں کی مدد کرتے اور مسافروں پر مہربانی۔

پھر میں نے مصاحبوں، ہم نشینوں پر حضور ﷺ کے ساتھ سلوک کا حال دریافت کیا۔

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خندہ رو' خوش خلق اور متواضع رہتے۔ آپ ﷺ نہ بدخلق' نہ سخت طبیعت' نہ چلانے والے' نہ یاوہ گو اور نہ عیب لگانے والے تھے اور نہ خواہ مخواہ کسی کی تعریف کرنے والے' جس کی حاجت نہ ہوتی اسی سے تغافل کرتے اور آپ ﷺ سے کوئی مایوس نہ رہتا۔ آپ ﷺ نے اپنے پر تین چیزیں ترک کر دی تھیں: (1) ریا' (2) ذخیرہ اندوزی اور (3) فضول باتیں۔ لوگوں پر تین

باتیں ترک کر رکھی تھیں: (1) کسی کی برائی نہ کرتے (2) کسی کو عار نہ دلاتے (3) اس کے عیوب تلاش نہ کرتے۔

آپ ﷺ وہی بات کہتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ جب آپ ﷺ کلام فرماتے ہوتے تو صحابہ ؓ سر جھکا دیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں اور جب حضور ﷺ خاموش ہو جاتے تب بات کرتے اور حضور ﷺ کی مجلس میں کبھی جھگڑا نہ کرتے۔ جب آپ ﷺ سے کوئی بات کرتا تو سب خاموش ہو جاتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔ ان کی باتیں ایسی تھیں گویا وہ پہلا ہی شخص ہے۔ صحابہ کرام ؓ کی ہنسی پر آپ ﷺ بھی مسکرا دیتے اور ان کے تعجب پر آپ بھی متعجب ہو جاتے۔ کسی مسافر کی سخت کلامی پر آپ ﷺ صبر فرماتے' اور فرماتے:

جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو کہ وہ طلب کرتا ہے تو اس کی مدد کرو اور کسی کی تعریف پسند نہ فرماتے۔ مگر یہ کہ وہ گرویدہ ہو۔ کسی کی بات نہ کاٹتے اگر وہ بات لمبی کر دیتا تو یا تو اشارہ سے روک دیتے یا کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیتے۔ یہاں سفیان بن وکیع ؓ کی حدیث ختم ہو گئی۔

دوسری حدیث میں اتنا اور ہے کہ میں نے پوچھا کہ حضور ﷺ کے سکوت کی کیا کیفیت تھی؟ فرمایا: آپ کا سکوت چار باتوں پر تھا: (1) حلم (2) حذر یعنی خوف (3) تقدیر (4) تفکر۔

لیکن تقدیر کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں پر نظر کرتے اور ان کے احوال سننے میں برابری کرتے اور تفکر کا یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ ان چیزوں پر غور فرماتے جو باقی رہیں اور فنا ہو جائیں۔ حضور ﷺ کے لئے آپ کے صبر ﷺ میں حلم جمع کر دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کو کوئی چیز اتنی غضب میں نہ لاتی کہ آپ ﷺ کو ہلکا کر دے اور آپ ﷺ کے لئے حذر میں چار باتیں جمع کر دی گئیں:

1. اچھی بات کو آپ لیتے تا کہ لوگ آپ ﷺ کی پیروی کریں۔
2. بری بات ترک فرما دیتے تا کہ لوگ اس سے باز رہیں۔
3. اصلاح اُمت کے لئے رائے میں کوشش فرماتے اور آپ ﷺ اس پر قائم رہتے۔
4. جو اُمت کے لئے دنیا و آخرت میں مفید و کار آمد ہو۔ اِنْتَهَى الْوَصْفُ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَعَوْنِهِ.

چھبیسویں فصل

احادیث کے مشکل الفاظ کے معنی میں

اس باب کی آخری فصل میں احادیث کے غریب اور مشکل الفاظ کا ترجمہ صاحب کتابُ

الشفاء نے کیا ہے۔ چونکہ ترجمہ میں وہ گزر چکی ہیں اس لئے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ (مترجم)

باب سوم

آپ ﷺ کی قدر و منزلت احادیث کی روشنی میں

یہ باب ان احادیث صحیحہ مشہورہ کے بیان میں ہے جن میں حضور ﷺ کی خدا کی بارگاہ میں عظیم قدر و منزلت ہے اور آپ ﷺ کی ان مکرم خصوصیات کا ذکر ہے جو دونوں جہان میں آپ ﷺ کو حاصل ہیں۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ نوع بشر میں سب سے زیادہ بزرگ، اولاد آدم علیہ السلام کے سردار اور اللہ ﷻ کے نزدیک مرتبہ میں تمام لوگوں سے افضل اور آپ ﷺ کا درجہ سب سے اعلیٰ اور قرب میں سب سے بلند ہے۔

اس امر کو ملحوظ رکھنا کہ احادیث کریمہ جو آپ ﷺ کے مرتبہ و مقام کے اظہار میں ہیں، بہت زیادہ ہیں۔ ہم نے صرف ان میں سے صحیح و مشہور پر اکتفا کیا ہے اور ہم نے ان کے معانی و مفہوم کو بارہ فصلوں پر منحصر کر دیا ہے۔

پہلی فصل

آپ ﷺ کے ذکر کی رفعت اور اسم مبارک کی برکت کے بیان میں

اس بارے میں کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جو آپ ﷺ کی منزلت و برگزیدگی اور آپ ﷺ کے ذکر کی رفعت و بزرگی اور اولاد آدم میں آپ ﷺ کی سرداری ہے اور ان خصوصیات کے ذکر میں جو دنیا میں آپ ﷺ کے مرتبہ کی زیادتی اور آپ ﷺ کے اسم مبارک کی برکت ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما سے بالاسناد مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ ﷻ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کر کے ان میں سے مجھے بہتر قسم میں کیا۔

یہ اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے کہ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ط

(پ ۲۷ ـ الواقعہ ۴۱ ـ ۲۷)

---

1. دلائل النبوۃ للبیھقی جلد ۱ صفحہ ۱۷۰

یعنی داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے پس میں اصحاب یمین میں سے ہوں اور میں ان میں سب سے بہتر

پھر اللہ ﷻ نے ان دو قسموں کو تین کیا اور مجھ تینوں میں سب سے بہتر میں رکھا۔ یہ اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے۔ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ. (پ۲۷ الواقعہ ۸تا۱۰)

تو داہنی طرف والے اور کیسے داہنی طرف والے اور بائیں طرف والے اور کیسے بائیں طرف والے جو سبقت لے گئے وہ سبقت ہی لے گئے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

پھر اللہ ﷻ نے تینوں کے قبائل بنائے۔ پس مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ میں کیا اور یہ اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ. (پ۲۶ الحجرات ۱۳) اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

تو اللہ ﷻ کے نزدیک اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے بڑھ کر متقی و مکرم ہوں یہ فخر نہیں اظہار حال ہے۔ پھر ان قبیلوں کے گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھر میں کیا۔ یہ اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ. (پ۲۲ الاحزاب ۳۳) اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم پر سے ناپاکی دور فرما دے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کے لئے نبوت کب ضروری قرار دی گئی؟

فرمایا: اس حالت میں کہ آدم علیہ السلام ابھی روح و جسد کے مابین تھے۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب جلد۵ صفحہ ۲۴۵)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ ﷻ کے نزدیک میں اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل

علیہ السلام آئے اور کہا کہ میں نے زمین کے تمام مشارق و مغرب روند ڈالے میں نے محمد ﷺ سے بڑھ کر کسی مرد کو افضل نہیں پایا اور کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہ دیکھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم طبرانی اوسط کمافی مسائل الصفا للسیوطی صفحہ ۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج حضور ﷺ کی خدمت میں براق لایا گیا۔ تو اس نے شوخی کی۔ جبریل علیہ السلام نے اس سے کہا: کیا حضور ﷺ کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر آپ ﷺ سے زیادہ خدا کا مکرم کوئی سوار نہ ہوا۔ تو وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

(ترمذی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل جلد ۲ صفحہ ۱۳۶، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ا صفحہ ۱۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کے صلب میں رکھ کر زمین پر اتارا اور مجھ کو حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں رکھ کر کشتی کو پار کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں مجھ کو رکھ کر آگ میں اتارا۔

پھر ہمیشہ یونہی اصلاب مکرمہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھ کو اپنے والدین سے پیدا فرمایا جو کبھی برائی (زنا) کے قریب تک نہ گئے۔

(الحدیث ابن ابی عمر العدنی مسندہ کمافی مسائل الصفا للسیوطی صفحہ ۹۰)

اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ ‏ ‏ ‏ مُسْتَوْدِعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

حضور ﷺ ولادت سے پہلے (صلب آدم میں) سائیوں میں تھے اور استحقام (آدم و حوا علیہم السلام) میں تھے۔ جہاں ورق بدن پر لپیٹے جاتے ہیں۔ (یعنی جنت میں)

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ ‏ ‏ ‏ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ

پھر آپ شہروں کی طرف اترے درانحالیکہ نہ آپ بشر تھے نہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) اور نہ خون بستہ تھے۔

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ ‏ ‏ ‏ أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ ایک نطفہ تھے جو کشتی میں سوار ہوئے اور نسر کو لگام دی درانحالیکہ کشتی کے باہر قوم نوح علیہ السلام غرق تھی۔

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ ‏ ‏ ‏ إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ

آپ اصلاب (پشت پدر) رحم (مادر) کی طرف منتقل ہوئے۔ جب ایک زمانہ گزر گیا اور دوسرا

زمانہ آیا۔

بعض نسخوں میں ان شعروں کا بھی اضافہ ہے۔

ثُمَّ احْتَوٰی بَیْتُکَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

پھر آپ کے گھر کو شاہد نسب خندف (ابن مضر کی بیوی کا نام ہے) نے بلندی کو گھیر لیا جس کے پٹکے تھے۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ

اور آپ جب پیدا ہوئے تو تمام زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق جگمگا گئے۔

نَحْنُ فِی ذَالِکَ الضِّيَاءِ وَفِی النُّوْرِ وَ سُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

اب ہم اس روشنی اور نور وہدایت کے راستہ میں داخل ہوگئے ہیں۔

يَا بَرْدَ نَارِ الْخَلِيْلِ يَا سَبَبًا لِعِصْمَةِ النَّارِ وَهِیَ تَحْتَرِقُ

اے حضرت خلیل علیہ السلام کی آگ ٹھنڈی کرنے والے اور آگ سے بچنے کا سبب بحال یہ کہ وہ آگ جل رہی تھی۔

حضور ﷺ سے حضرت ابوذر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو پانچ اور ایک روایت میں چھ چیزیں دی گئیں۔ جو کسی نبی علیہ السلام کو مجھ سے پہلے نہیں ملیں۔

1. ایک مہینہ کی مسافت تک رعب ودبدبہ کے ساتھ میری مدد کی گئی۔
2. میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک بنادی گئی۔ اب میری اُمت کا ہر شخص جہاں بھی ہو نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ سکتا ہے۔
3. مال غنیمت میرے لئے حلال کردیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر حلال نہ تھا۔
4. مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔
5. مجھے منصب شفاعت مرحمت فرمایا گیا

اور ایک روایت میں اس عبارت کی جگہ یہ ہے کہ مجھ سے کہا گیا سوال کیجئے دیا جائے گا[1] اور دوسری روایت میں ہے کہ میری امت مجھ پر پیش کی گئی اب مجھ پر تابع ومتبوع کوئی مخفی نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے احمر واسود (عرب وعجم) کی طرف بھیجا گیا۔[2] بعض کہتے ہیں کہ ''اسود'' سے مراد

۱۔ صحیح بخاری باب التیمم جلد ا صفحہ ۶۲ (مزید حوالاجات کے لئے مناحل الصفاء للسیوطی صفحہ ۹۱

۲۔ صحیح مسلم کتاب المساجد حدیث جابر جلد ا صفحہ ۳۷۱

عرب ہے۔ اس لئے کہ ان کے رنگوں پر گندم گوئی رنگ غالب ہوتا تھا جو سیاہی کی قسم کا ہے اور احمر سے مراد عجم ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے امتوں کی سفیدی وسیاہی مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ احمر سے مراد انسان اور اسود سے مراد جن ہے۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے۔ رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی اور جوامع الکلم مجھے دیا گیا اور میں سو رہا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں اور ایک روایت میں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔ (صحیح مسلم جلد کتاب المساجد جلد ا صفحہ ۳۷۲ـ۳۷۱)

عقبہ بن عامر ﷺ سے مروی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے آگے جانے والا (فرط) ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور بیشک میں خدا کی قسم یقیناً اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی اور بیشک مجھے خدا کی قسم تم سے اس بات کا خوف نہیں کہ میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن تم سے اس کا خوف ہے کہ کہیں تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔
(صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ صحیح مسلم کتاب الطہارۃ جلد ا صفحہ ۲۱۸ سنن نسائی کتاب الطہارۃ جلد ا صفحہ ۹۴ مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۴۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد نبی اُمی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھ کو جوامع الکلم اور اس کی مہریں دی گئیں اور مجھ کو دوزخ کے خزانچی اور حاملین عرش بتائے گئے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے قیامت کے سامنے بھیجا گیا۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۹۲، ۵۰)

ابن وہب ﷺ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:
سوال کیجئے اے محمد صلی اللہ علیک وسلم میں نے عرض کی:

اے رب ﷻ میں کیا سوال کروں۔ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے نوازا، حضرت نوح علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملک عطا فرمایا جو ان کے بعد کسی کو لائق نہیں۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: جو چیز اے محبوب تم کو دی ہے وہ ان سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ کو میں نے کوثر عطا فرمائی۔ آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا کہ اس کے ساتھ آسمان کے درمیان پکارا جاتا ہے اور آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے زمین کو پاک بنایا اور آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کئے۔ آپ تو لوگوں میں مغفور

چلتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ سے پہلوں کے لئے نہیں کی ہیں۔ آپ کی امت کے دلوں کو مصاحف بنایا (کہ وہ قرآن کو حفظ کرتے ہیں) اور آپ کے لئے آپ کی شفاعت کو پردہ میں رکھا ہے۔ آپ کے سوا کسی نبی ﷺ کے لئے میں نے نہیں چھپایا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۰۲)

دوسری حدیث میں ہے جس کو حذیفہ ؓ نے روایت کی ہے۔ مجھ کو رب العزت ﷻ نے بشارت دی ہے کہ میرے ساتھ جنت میں میری امت میں سے سب سے پہلے جو داخل ہوں گے وہ ستر ہزار ہیں اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن کا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا اور مجھے یہ عنایت کیا کہ میری امت نہ بھوکی رہے گی اور نہ مغلوب ہوگی اور مجھ کو عطا فرمائی نصرت' عزت' رعب جو کہ میری امت کے سامنے ایک مہینہ کی مسافت تک جاری ہے۔ میرے لئے اور میری امت کے لئے مال غنیمت حلال کیا۔ ہم پر بہت سی وہ چیزیں حلال کیں جو ہم سے پہلوں کے لئے حلال نہ تھیں اور ہم پر دین میں تنگی نہ رکھی گئی۔ (تاریخ ابن عساکر کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۹۲)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: نبیوں میں کوئی نبی ایسا نہیں جس کو ایسی نشانیاں نہ دی گئی ہوں جن کو دیکھ کر ایمان لائے۔ لیکن مجھے جو چیز دی گئی ہے وہ وحی قرآن ہے کہ اللہ ﷻ نے مجھ پر وحی فرمائی۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری اتباع کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے۔

(صحیح بخاری باب الاعتصام جلد ۹ صفحہ ۵۷' صحیح مسلم فی کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۳۴' مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۴۱'۴۵۱)

محققین اس حدیث کے معنی میں کہتے ہیں۔ جب تک دنیا باقی ہے آپ ﷺ کے معجزات باقی رہیں گے اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے تمام معجزات اسی وقت جاتے رہے۔ حاضرین کے سوا کسی نے ان کو نہ دیکھا اور قرآن ایسا معجزہ ہے کہ اس پر قیامت تک زمانہ کے بعد زمانہ گزرتا جائے' لوگ کھلے طور پر واقف رہیں گے نہ کہ خبر کے طور پر۔ اس سلسلہ میں بہت طویل بحث ہے۔ یہ صرف خلاصہ ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں آخر میں کتاب کے باب المعجزات میں کچھ مزید بیان کریں گے۔

حضرت علی مرتضٰی ؓ سے مروی ہے کہ ہر نبی کو سات نجباء یعنی صاحب شرافت وزیر دیئے گئے لیکن تمہارے نبی ﷺ کو چودہ نجیب (وزیر) دیئے گئے۔ ان میں سے ابوبکر' عمر' ابن مسعود اور عمار ؓ ہیں۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳۲۹)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے مکہ سے ہاتھیوں کو تو روک لیا مگر اہل مکہ پر اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا اور یہ بات میرے بعد کسی کے لئے حلال نہیں اور میرے لئے بھی صرف

دن کی ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم جلد ا صفحہ ۲۸، صحیح مسلم کتاب الحج جلد ۲ صفحہ ۹۸۸)

عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کا بندہ اور نبیوں کا آخر (خاتم) اس وقت سے ہوں جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وعدہ ہوں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بشارت۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷، ابن حبان جلد ۸ صفحہ ۱۰۶، مستدرک جلد ۸ صفحہ ۴۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے تمام آسمان والوں اور انبیاء علیہم السلام پر محمد ﷺ کو فضیلت دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آسمان والوں پر کیا فضیلت ہے؟ فرمایا: یہ کہ اللہ عزوجل آسمان والوں سے فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں اُس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔

(پ ۱۷ ۔ الانبیاء ۲۹) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ عزوجل نے محمد ﷺ سے فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی۔

(پ ۲۶ ۔ فتح ۱) (ترجمہ کنزالایمان)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: انبیاء علیہم السلام پر کیسے فضیلت ہے؟ فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (پ ۱۳ ۔ ابراہیم ۴)

اور محمد ﷺ کے لئے فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ (پ ۲۲ سبا ۲۹) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بھیجا۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم کو اب آپ اپنے بارے میں خبر دیجئے۔

اسی کے مثل ابوذر اور شداد بن اوس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[1]

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ہاں میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں کہ انہوں نے کہا ہے:

1۔ دارمی، ابونعیم، کمانی مسائل الحنفاء للسیوطی صفحہ ۹۳

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ. اے رب ہمارے بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔ (پ۱ البقرہ ۱۲۹) (ترجمہ کنزالایمان)

اور میری بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ میری پیدائش کے وقت میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس کی روشنی سے بصرہ کے محل اور شام کی زمین روشن ہوگئی اور سعد بن بکر کی اولاد میں مجھے دودھ پلایا گیا۔

انہی ایام میں میں اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ اپنے گھروں کے پیچھے بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک دو مرد سفید لباس میں میرے قریب آئے۔ دوسری حدیث میں ہے تین مرد آئے۔ ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لائے اور مجھ کو پکڑ کر میرے پیٹ کو چاک کیا۔ اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث میں ہے کہ گردن سے لے کر پیٹ کے نرم حصہ تک چاک کیا۔ پھر میرا دل نکال کر اس کو چیرا اور اس سے سیاہ خون جما ہوا (علقہ) نکال کر دور کیا۔ اس کے بعد میرے دل اور میرے پیٹ کو اسی سرد پانی (برف) سے دھویا اور صاف کیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ پھر ان دونوں مردوں نے کوئی چیز لی دیکھا تو وہ نور کی انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی کہ دیکھنے والا حیرت زدہ ہو جائے۔ انہوں نے اس سے میرے دل پر مہر لگائی اور اسے ایمان وحکمت سے پر کیا۔ اس کے بعد اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ دوسرے مرد نے شق شدہ جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرا پس وہ درست ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ دل سخت ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔[1] پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

امت کے دس مردوں کے ساتھ وزن کرو۔ اس نے مجھے وزن کیا تو میں ان سے بڑھ گیا۔

پھر کہا کہ امت کے سو مردوں کے ساتھ وزن کرو۔ اس نے مجھے وزن کیا تو میں ان سے بھی وزنی تھا۔ پھر کہا کہ امت کے ہزار مردوں سے وزن کرو۔ اس نے مجھے وزن کیا تو میں ان سے بھی وزنی تھا۔ پھر کہا کہ آپ کو چھوڑ دو اگر تم ان کو ساری امت کے ساتھ بھی وزن کرو گے تب بھی بھاری ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر انہوں نے مجھے سینہ سے لگا کر میرے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور کہا: اے حبیب اللہ ﷺ آپ ڈریئے نہیں۔ اگر آپ ﷺ کو معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کیسی بھلائی کی گئی تو آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔

اس حدیث کے بقیہ میں ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ ﷻ کے نزدیک آپ ﷺ کا بڑا اعزاز و

[1] سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۲۹

اکرام ہے۔ بیشک اللہ ﷻ اور اس کے فرشتہ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کے بعد وہ چلے گئے۔ اب میں اس امر کو بخوبی دیکھ رہا ہوں۔

ابو محمد مکی اور فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہما اللہ عنہم اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے وقت بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَ یُرْوٰی وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ.[1] اے خدا حضور ﷺ کے طفیل مجھ کو خطا سے معاف فرما۔

اور ایک روایت میں کہ میری توبہ قبول فرما۔ اللہ ﷻ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کہاں سے محمد ﷺ کو جانا؟

عرض کیا: میں نے جنت کے ہر مقام پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا دیکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ محمد ﷺ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ اسی سے میں نے جانا کہ تیرے نزدیک تیری تمام مخلوق میں آپ ﷺ ہی سب سے برتر عزت والے ہیں۔ پس اللہ ﷻ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا۔ اسی قائل کے نزدیک یہ تفسیر اس آیہ کریمہ کی ہے:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ. حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات سیکھے۔ (پ۱ البقرہ ۳۷) (ترجمہ کنزالایمان)

دوسری روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا: جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے اپنے سر کو تیرے عرش کی طرف اٹھایا۔ تب میں نے اس میں لکھا دیکھا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اسی وقت میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک آپ کے سوا (ان جیسا) کوئی عظیم المرتبت نہیں ہے جبھی تو تو نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا اسم مبارک ملایا۔

پس اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی۔ قسم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی بیشک آپ ﷺ تمہاری اولاد میں سب سے آخری نبی ہیں۔ وَلَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ. اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو اے آدم علیہ السلام میں تم کو پیدا نہ فرماتا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ﷺ تھی اور ایک روایت میں ابوالبشر تھی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۸۹)

سُرَیج بن یونس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ ﷻ کے چند فرشتے

---

[1] طبرانی صغیر جلد ۲ صفحہ ۳۵۵، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۸۹

گشت کرتے ہیں۔ ان کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی مرد ہو تو ُ ُ سے اسی مناسبت کی بناء پر (اس کا) اعزاز و اکرام کریں۔

ابن قانع رحمۃ اللہ علیہ قاضیٔ ابی الحمراء ﷺ سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو عرش پر لکھا دیکھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اس مرتبہ کے ساتھ میری رفعت سے تائید فرمائی گئی۔ (معجم الصحابہ وطبرانی کمانی مناہل الصفا للسیوطی)

تفسیر میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیہ کریمہ

وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا.[1] اور اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا۔

(پ ۱۶۔ الکہف ۸۲) (ترجمہ کنز الایمان)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ سونے کی تختیاں تھیں جس پر لکھا تھا:

اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے وہ کیونکر رنج اٹھاتا ہے اور اس شخص پر جو جہنم کا یقین رکھتا ہے وہ کیونکر ہنستا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا اور اہل دنیا کے انقلابات کو دیکھتا ہے وہ کیونکر دنیا میں مطمئن ہے۔

اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ میں اللہ ﷻ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد ﷺ میرے بندے اور میرے رسول ﷺ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر مکتوب ہے۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. ''میں ہی اللہ ﷻ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں میں اس کو عذاب نہ دوں گا جو اس کا قائل ہو۔

منقول ہے کہ ایک پرانے پتھر پر یہ مکتوب پایا گیا۔ مُحَمَّدٌ تَقِیٌّ مُصْلِحٌ وَ سَیِّدٌ اَمِیْنٌ. محمد ﷺ پرہیزگار اصلاح کرنے والے اور سردار وامین ہیں۔

سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ خراسان کے ایک شہر میں ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے پہلو میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسرے پہلو میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. مکتوب تھا۔

مورخین نے ذکر کیا ہے۔ ہندوستان کے کسی شہر میں ایک سرخ گلاب کا پھول ہے۔ اس پر سفید خط سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. مکتوب ہے۔

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا کہے گا جس کا نام ''محمد'' ہے وہ کھڑا ہو جائے تاکہ حضور ﷺ کے نام کی برکت سے جنت میں داخل ہو

ا۔ شعب الایمان للبیہقی کمانی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۹۴

جائے۔

ابن قاسم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''سماع'' میں اور ابن وہب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''جامع'' میں مالک رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اہل مکہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جس گھر میں ''محمد'' نام کا کوئی شخص ہو وہ ضرور بڑھے گا اور ان کو رزق (وافر) دیا جائے گا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں ''محمد'' نام کے ایک یا دو یا تین شخص ہوں اُن کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں۔ (طبقات ابن سعد کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۹۵)

عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ اللہ ﷻ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو ان میں سے دل مصطفیٰ ﷺ کو پسند فرمایا اور اپنی بارگاہ میں برگزیدہ کیا۔ اب آپ ﷺ کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۵۳)

نقاش ؓ نے بیان کیا کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ط

اور تمہیں یہ نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ (پ ۲۲ الاحزاب ۵۳) (ترجمہ کنزالایمان)

تو حضور نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا: اے گروہ مومنین! بیشک اللہ ﷻ نے مجھ کو تم پر بہت فضیلت دی اور میری بیویوں کو تمہاری بیویوں پر بہت فضیلت دی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

دوسری فصل

آپ ﷺ کے وہ فضائل جو شبِ معراج عطا فرمائے گئے

حضور ﷺ کے ان فضائل میں جو شبِ معراج بزرگیاں عطا فرمائی گئیں اور مناجات، رویت الٰہی، امامت انبیاء علیہم السلام، سدرۃ المنتہیٰ تک عروج اور اپنے رب ﷻ کی بڑی نشانیوں کے ملاحظہ فرمانے میں مرتبہ دیا گیا۔

حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے واقعہ معراج ہے۔ جس میں آپ کی رفعت درجات اور ترقی منازل مضمر ہیں۔ جن کی قرآن کریم نے خبر دی اور احادیث صحیحہ نے ان کی تشریح کی۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی. (پ۱۵۔بنی اسرائیل۱)	پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اورفرمایا:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی (الی) لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی. (پ۲۷۔النجم۱۔۱۸)	اے چمکتے تارے (محمد) کی قسم جب معراج سے اترے (یہاں تک کہ) بیشک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

صحت واقعہ معراج ﷺ میں مسلمانوں میں اصلاً اختلاف نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ جو حضور ﷺ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے اور اس کے عجائبات اور ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیات کی تشریح احادیث کثیرہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان میں جو کامل تر ہیں ان کو پہلے بیان کریں۔اسی ضمن میں اشارتاً ان احادیث کا بھی ذکر کر جائیں جن کا ذکر کرنا محلاً ضروری ہو۔

حدیث: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے پاس براق لایا گیا۔ جو ایک چوپایہ سفید رنگ' نسبتاً گدھے سے اونچا خچر سے پست تھا۔ وہ اپنے قدم وہاں رکھتا جہاں نظر کی انتہا ہے۔فرمایا: میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور اس کو اس حلقہ سے باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ پھر مسجد میں داخل ہو کر اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ جب باہر نکلا تو جبریل علیہ السلام نے ایک پیالہ میں شراب اور دوسرے میں دودھ پیش کیا۔ میں نے دودھ کو پسند فرمایا۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ ﷺ نے فطرت کو اختیار فرمایا۔ پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

پوچھا گیا: تم کون ہو؟ جواب دیا۔ جبریل علیہ السلام۔

پھر پوچھا گیا: کون تمہارے ساتھ ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا ان کو حکم ہوا ہے؟ کہا: انہیں حکم ہوا ہے۔ تو ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔

پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں بھی جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سوال

ہوا کہ کون؟ کہا: جبریل علیہ السلام۔ سوال ہوا: کون تمہارے ساتھ ہے؟ جواب دیا: محمد ﷺ پھر پوچھا: ان کو حکم ملا ہے؟ جواب دیا: انہیں حکم دیا گیا ہے۔ پس دروازہ کھل گیا۔

اس وقت کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں بھی جبریل علیہ السلام سے اسی طرح سوال و جواب ہوئے۔ دروازہ کھلا تو دیکھا کہ میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوں۔ جن کو ساری دنیا کا نصف حسن دیا گیا ہے۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

پھر چوتھے آسمان پر بھی یونہی سوال جواب کے بعد دروازہ کھلوایا۔ دیکھا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ انہی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (پ ۱۶، مریم ۵۷) ہم نے ان کو بلند مکان دیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا اور وہی سوال و جواب ہوئے۔ دروازہ کھلا تو دیکھا وہاں ہارون علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے بھی مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

پھر چھٹے آسمان پر بھی یہی ہوا۔ تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے بھی مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

پھر ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں بھی وہی کچھ ہوا۔ دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ کا حال یہ ہے کہ ستر ہزار ایسے فرشتے روزانہ آتے ہیں جن کی دوبارہ آنے کی باری نہیں آتی۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ (ایک بیری کا درخت ہے) کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر تھے اور اس کے پھل (بیر) مٹکوں کے برابر۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جب اس کو اللہ تعالیٰ نے ڈھانپ لیا تو وہ بدل گیا۔ تو مخلوق میں کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے حسن و خوبی کی تعریف کر سکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد جب میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اترا تو انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟

فرمایا: پچاس نمازیں۔ عرض کیا: آپ اپنے رب کی طرف واپس ہو کر تخفیف (کمی) کی درخواست کیجئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ میں نے اپنی امت بنی

اسرائیل کو آزمالیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب ﷻ کی طرف واپس آیا اور عرض کیا: اے رب ﷻ میری امت پر کمی کیجئے۔ تو اس اللہ ﷻ نے پانچ کم کردیں۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا اور ان سے کہا کہ پانچ کی کمی ہوگئی۔ تو عرض کیا: آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر واپس جا کر کمی کی درخواست کیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اللہ ﷻ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین آنا جانا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

اے محمد (ﷺ) دن رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر ایک نماز دس کے برابر ہے۔ گویا وہ پچاس نمازیں ہی محسوب ہوں گی اور جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو عمل میں نہ لائے تو ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر عمل کرے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اور اس کو عمل میں نہ لائے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر وہ اس کا مرتکب ہو ہی گیا تو صرف ایک ہی بدی لکھی جائے گی۔ فرمایا: جب میں نے اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دی۔ تو انہوں نے کہا: اپنے رب ﷻ کی طرف جایئے اور کمی کی درخواست پھر کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام میں رب ﷻ کی طرف بار بار جاتا رہا ہوں اب حیا معلوم ہوتی ہے۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق خیر دے، فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہایت عمدہ صحیح بیان کیا ہے اور کوئی دوسرا اس سے بہتر بیان نہیں کرسکا۔ دوسروں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں بہت کچھ غلط ملط کیا ہے۔ خصوصاً شریک ابن نمیر کی روایت کہ انہوں نے اس کے شروع میں حضور ﷺ کی خدمت میں فرشتے کا آنا اور آپ ﷺ کے بطن مبارک کا شق کرنا اور آب زم زم سے اس کا دھونا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ تو وحی سے قبل آپ ﷺ کے عہد طفولیت کا ہے۔ بلاشبہ شریک ابن نمیر نے اپنی حدیث میں اس کو مانا ہے کہ یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے کا ہے اور واقعہ معراج کا تذکرہ کیا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ نزول وحی کا واقعہ ہے اور بہت سوں نے کہا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ بعض نے کہا کہ نزول وحی سے پہلے کا ہے۔

ثابت نے ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ دائی حلیمہ سعدیہ کے یہاں ایام رضاعت میں بچوں کے ساتھ تھے تو انہوں نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو شق کیا۔

یہ واقعہ معراج کی حدیث سے بالکل علیحدہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں نے روایت کیا ہے اور

دونوں قصوں کی تصحیح کی ہے اور واقعہ معراج میں بیت المقدس تک اور سدرۃ المنتہیٰ تک جانا یہ علیحدہ واقعہ بیان کیا ہے۔ بلاشبہ آپ ﷺ بیت المقدس تک گئے اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھے ہیں۔ اس نے ان تمام اشکال کو دور کر دیا جن کا اوروں نے وہم ڈالا تھا۔

(صحیح بخاری المناقب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، کتاب توحید جلد ۹ صفحہ ۱۲۰، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

یونس رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب اور شریک بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی۔ جبریل علیہ السلام اترے، میرے سینے کو چاک کیا۔ پھر آب زم زم سے اس کو دھویا پھر ایمان و حکمت سے پُر ایک سونے کا طشت لائے۔ اس سے میرے سینے کو بھرا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف لے گئے۔ اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ جلد ۱ صفحہ ۶۶، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے، اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور کچھ زیادتی و کمی ہے اور آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کی ترتیب میں اختلاف ہے۔

(سنن نسائی کتاب الصلوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۸۔۲۱۷)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ زیادہ عمدہ اور صحیح ہے۔

واقعات معراج کی احادیث میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے مفید نکتے پیدا ہوتے ہیں، ان کو ہم اپنے مقاصد و مطالب میں بیان کریں گے۔

منجملہ ان میں سے حدیث ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ اس میں ہر نبی کا یہ قول ہے کہ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ. یعنی مرحبا ہو اے نبی صالح اور صالح بھائی سوائے آدم و ابراہیم علیہم السلام کے کہ انہوں نے کہا: وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ. یعنی اے صالح فرزند!

اور اس میں طریق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پھر مجھے اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ ایک کشادہ ہموار مقام پر پہنچا کہ اس میں قلموں کے چرچرانے کی آواز سنتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا۔ اس کو ایسے رنگوں نے ڈھانپ لیا کہ میں نہیں جانتا وہ کیا ہیں۔ فرمایا: پھر جنت میں داخل کیا گیا۔

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھا تو

وہ روئے۔ ندا کی گئی: کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کہ اے میرے رب ﷻ یہ وہ شخص ہے جس کو میرے بعد تو نے بھیجا اور ان کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان جلد صفحہ نمبر ۱۴۸ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۶ صحیح بخاری کتاب الانبیاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء میں دیکھا کہ نماز کی تیاری کی جا رہی ہے۔ تو میں نے ان کی امامت کی۔ ایک کہنے والے نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ داروغۂ دوزخ مالک علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام سے نوازیئے۔ میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مجھے سلام پیش کیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۱۹۸)

حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر چلے کہ یہاں تک کہ بیت المقدس آئے۔ براق سے اتر کر اس کو ایک پتھر سے باندھ دیا۔ فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو کہنے لگے: اے جبریل علیہ السلام یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول خاتم النبیین ہیں۔

انہوں نے کہا: کیا تم ان کی طرف بھیجے گئے ہو؟

کہا: ہاں۔ سب نے کہا: اللہ ﷻ آپ کو حیات دے یہ بھائی اور خلیفہ ہیں۔ کتنے اچھے بھائی اور کتنے اچھے خلیفہ ہیں۔ پھر انہوں نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور اپنے رب ﷻ کی حمد بجا لائے۔ ان میں سے ہر ایک کی گفتگو کا ذکر کیا۔ وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام ہیں۔

پھر نبی کریم ﷺ کے کلام کا ذکر کیا کہ بلاشبہ محمد ﷺ اپنے رب ﷻ کی حمد بجا لائے۔

فرمایا: تم سب نے اپنے رب ﷻ کی تعریف کی اور میں اپنے رب ﷻ کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ پاکی ہے اس اللہ ﷻ کی جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین اور تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر کر کے بھیجا اور اس نے مجھ پر وہ قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو بہتر امت کیا اور میری امت کو درمیانی امت بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہی اول اور آخر ہے اور میرے سینہ کو کھول دیا اور ہر برائی کو مجھ سے دور کیا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اسی وجہ سے تم پر محمد ﷺ فضیلت پا گئے۔ پھر ذکر کیا کہ حضور ﷺ کو آسمان دنیا کی طرف لے جایا گیا اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جیسا کہ گزارا۔ (صحیح مسلم نسائی ترمذی بحوالہ تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۲۱)

حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ جو کچھ زمین سے اوپر چڑھتا ہے۔ وہاں اس کی انتہا ہو جاتی ہے اور وہاں روک لئے جاتے ہیں اور جو چیز اوپر سے اترتی ہے وہ بھی وہیں منتہی ہوتی ہے' وہاں سے قبض کر لی جاتی ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ○ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

(پ۲۷۔ النجم ۱۶) (ترجمہ کنز الایمان)

فرمایا کہ وہ سونے کے پتنگے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۵۷' مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۸۷)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی روایت میں جو کہ ربیع بن انس ﷺ کے واسطہ سے ہے' مروی ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ یہی سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جہاں آپ ﷺ کی امت کے ہر ایک عمل جو آپ ﷺ کے راستہ پر فوت ہوتا ہے پہنچتے ہیں۔

یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے جس کی جڑ میں سے چار نہریں جاری ہیں۔ ایک نہر صاف پانی کی' دوسری نہر دودھ کی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا' تیسری نہر شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہے' چوتھی نہر صاف شہد کی۔

سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار ستر سال تک چل سکتا ہے۔ اس کا ایک پتہ مخلوق کو ڈھانکنے والا ہے۔ اس کو نور اور فرشتوں نے ڈھانک لیا ہے۔ خدا کے فرمان اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی (پ۲۷ النجم ۱۶) کا یہی مفہوم ہے۔

اللہ ﷻ نے حضور ﷺ سے فرمایا: مانگئے؟ آپ ﷺ نے عرض کیا۔

تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنا کر ان کو بڑا ملک دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو نے کلام فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑا ملک دیا' لوہے کو ان کے لئے نرم کیا اور پہاڑوں کو ان کے لئے تابع فرمان۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم دے کر جن و انس' شیاطین اور ہوا کو ان کا تابع فرمان بنایا اور ان کو ایسا ملک دیا جو ان کے بعد کسی کو لائق نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توریت و انجیل سکھائی اور ان کو مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو تندرست بنانے والا کیا۔ ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی اور وہ مردود ان دونوں پر کوئی راہ نہیں پاتا۔

تب اللہ ﷻ نے حضور ﷺ سے فرمایا: میں نے تم کو خلیل اور حبیب بنایا اور یہ توریت میں

مکتوب ہے کہ محمد ﷺ رحمٰن کے حبیب ہیں۔ اور میں نے تم کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری امت کو ایسا کیا کہ وہی اول اور وہی آخر ہیں اور میں نے تمہاری امت کو ایسا کیا کہ ان کے لئے خطبہ جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو اور اے محبوب میں نے تم کو خلقت کے اعتبار سے تو پہلے اور بعثت کے لحاظ سے آخر بنایا اور میں نے تم کو سبع مثانی دیا جو کہ میں نے کسی نبی کو تم سے پہلے نہیں دیا اور میں نے تم کو سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (خاص طور پر) دیں۔ وہ میرے عرش کے نیچے کا خزانہ ہے جو تم سے پہلے کسی نبی کو نہ دیا اور میں نے تم کو شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔

اور دوسری روایت میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں (خاص طور) پر دی گئیں۔ یعنی پانچ نمازیں' سورہ بقرہ کی آخری آیتیں اور آپ ﷺ کی امت کے ان لوگوں کو ہلاک کرانے والے گناہ کبیرہ سے بخشش جنہوں نے کبھی خدا کا شرک نہ ٹھہرایا اور فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (پ۲۷۔ النجم ۱۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (ترجمہ کنز الایمان)

جبریل علیہ السلام کو ان کی اپنی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔

شریک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا فرمایا۔ ان کو یہ مرتبہ ان کے کلیم ہونے کی وجہ سے ملا۔

فرمایا: پھر مجھے اس سے اوپر لے گئے۔ اس مقام کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرا یہ گمان تھا کہ کوئی مجھ سے بڑھ کر ہوگا۔ (یہ راوی کا تصرف معلوم ہوتا ہے حالانکہ توریت میں اس کی فضیلت مذکور ہے۔) (نسیم الریاض کمافی مناہل الصفا للسیوطی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ جبریل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں کندھوں کو ہلایا بس میں کھڑا ہوا اور اس درخت کی طرف جو وہاں تھا بڑھا اور اس میں پرندوں کے دو گھونسلے کی مانند ایک میں میں بیٹھا اور دوسرے میں وہ (جرائیل علیہ السلام) پھر وہ بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ اس نے مشرق اور مغرب کو ڈھانپ لیا اور اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا میں ادھر ادھر دیکھتا رہا اور میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گویا ایک باریک کپڑا ہے جو زمین سے ملا ہوا ہے۔ میں نے ان کے مرتبہ علم کو جان لیا جو اللہ عزوجل نے مجھ پر دیا ہے۔ (یہ ان کی جزوی فضیلت ہے ورنہ کلی

فضیلت حضور ﷺ ہی کو حاصل ہے۔ مترجم) میرے لئے آسمان کے دروازے کھلوائے گئے اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور میرے پیچھے پردہ ڈالا گیا کہ اس کی دراڑیں موتی اور یاقوت کی تھیں۔ پھر اللہ ﷻ نے جو چاہا مجھے وحی فرمائی۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی مرتضیٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ جب اللہ ﷻ نے ارادہ فرمایا کہ اپنے رسول ﷺ کو اذان سکھائے تو جبریل علیہ السلام ایک جانور لائے۔ جس کو براق کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے شوخی کی۔

جبریل علیہ السلام نے کہا: ٹھہر جا۔ خدا کی قسم تیرے اوپر حضور ﷺ سے بڑھ کر خدا کی بارگاہ میں کوئی مکرم بندہ سوار نہیں ہوا۔

پھر آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ اس پردے کے قریب تک لے گیا جو اللہ ﷻ کے قریب تھا۔ آپ ﷺ اس حالت میں تھے کہ پردے یعنی حجاب کے پیچھے سے ایک فرشتہ نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام یہ کون ہے؟

کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ خدا کی بارگاہ میں بہت مقرب ہوں لیکن اس فرشتہ کو جب سے میں پیدا ہوا ہوں۔ اس سے پہلے نہ دیکھا۔

فرشتے نے کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اس کو پردے کے پیچھے سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اس سے پردے کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا۔ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بقیہ کلمات اذان کو اسی طرح ذکر کیا گیا مگر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ o حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب کا ذکر نہیں کیا اور کہا پھر فرشتے نے حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور آپ ﷺ کو آگے لے گیا تب آپ ﷺ نے آسمان والوں کی امامت فرمائی جس میں آدم و نوح علیہما السلام بھی تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۳۲۹، تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۱۹)

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ اس کے راوی نے کہا کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کی شرافت کو تمام آسمان و زمین والوں پر کامل کر دیا۔

قاضی ابو الفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق خیر دے۔ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حجاب (پردے) کا جو ذکر ہے وہ پردہ مخلوق کے حق میں ہے نہ کہ خالق کے حق میں۔ وہ لوگ محجوب ہیں اور اللہ ﷻ جل اسمہٗ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کو چھپائے۔ اس لئے کہ پردہ میں وہ چیز ہو سکتی

ہے جو اندازہ میں آئے اور وہ ہمارے حواس خمسہ میں آنے والی ہو لیکن اس کے پردے مخلوق کی آنکھوں عقلوں اور فہموں پر ہیں۔ جس کے ساتھ وہ چاہے جیسا چاہے اور جب چاہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ خود فرماتا ہے:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ ہاں ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔ (پ۳۰ المطففین ۱۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اس پردہ والی حدیث کے کہ فرشتہ پردے میں سے نکلا واجب ہے کہ یہ معنی کئے جائیں کہ وہ ایک پردہ تھا کہ دوسرے فرشتے اس فرشتہ کے سوا اللہ ﷻ کی عظمت و سلطنت عجائب ملکوت و جبروت پر آگاہ نہ تھے۔ حدیث کے اس معنی پر جبریل علیہ السلام کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یہ فرشتہ جو پردے کے پیچھے سے نکلا ہے۔ وہ ہے جس کو اپنی خلقت سے لے کر اس وقت تک اس سے پہلے نہ دیکھا۔ یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یہ پردہ ذات الٰہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اس پر کعب احبار رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی دلیل لائی جاسکتی ہے۔ جو انہوں نے سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ کہا کہ اس کی طرف فرشتوں کا علم منتہی ہوتا ہے اور اس کے نزدیک سے خدا کا حکم پاتے ہیں۔ اس سے آگے ان کا علم بڑھتا نہیں۔

لیکن اس حدیث میں یہ قول کہ رحمٰن (اللہ ﷻ) سے متصل ہے تو یہ حذف مضاف اللہ ﷻ پر محمول کیا جائے گا یعنی عرش رحمان سے متصل ہے یا اس کی بڑی آیات کے کسی امر سے یا اس کے معارف کے حقائق کے مبادی سے جس کو وہی زیادہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ. اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے۔ (پ۱۳ یوسف ۸۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اور حدیث میں یہ قول کہ پردے کے پیچھے سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اس جگہ سے حضور ﷺ نے کلام الٰہی کو سنا لیکن پردے کے پیچھے سے جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ. کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو۔ (پ۲۵ الشوریٰ ۵۱) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کی رویت سے بشر کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ بات بالکل درست ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو (بے حجاب) دیکھا تو ہوسکتا ہے کہ

آپ ﷺ اس مقام کے علاوہ کسی اور وقت میں دیکھا ہو یا اس سے پہلے دیکھا ہو اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے گئے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے رویتِ الٰہی کی۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

تیسری فصل

آپ ﷺ کی معراج جسمانی تھی یا روحانی؟

علماء سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ کی معراج روحانی تھی یا جسمانی۔ اس میں تین قسم کی روایتیں ہیں۔

ایک گروہ اس طرف ہے کہ یہ معراج روحانی تھی اور یہ نیند میں دیکھنا ہے۔ باوجود یکہ اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خواب حق اور وہ وحی ہے۔ اس طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گئے ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے اور انہیں سے اس کے خلاف بھی مشہور ہے۔ اس کی طرف محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ — اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا آزمائش کو۔

(پ۱۵۔ الاسرٰی ۶۰) (ترجمہ کنزالایمان)

اور وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کو گم نہیں کیا اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ ایک دن میں سو رہا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے بموجب کہ حضور ﷺ مسجد حرام میں سو رہے تھے اور قصہ معراج بیان کیا۔ پھر اس کے آخر میں کہا جب بیدار ہوا تو میں مسجد حرام میں تھا (یہ دلائل معراج منامی کے قائلین کے ہیں)

اکابر علماء سلف اور تمام مسلمان اس طرف گئے ہیں کہ حضور ﷺ کی معراج بیداری میں جسمانی تھی اور یہی قول حق ہے اور حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت عمر، حضرت ابی ہریرہ، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابوحبہ بدری، حضرت ابن مسعود، حضرت ضحاک، حضرت سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ، ابن جریج رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور یہی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر حجت ہے اور یہی مذہب طبری، امام ابن حنبل رحمہما اللہ اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کا ہے اور یہی مذہب اکثر فقہائے متاخرین، محدثین، متکلمین اور مفسرین رحمہم اللہ کا ہے۔

اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو بیداری کی حالت میں جسمانی معراج بیت المقدس تک ہوئی اور آسمانوں تک روحانی ہوئی۔ وہ اللہ ﷻ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو لے گیا ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک راتوں رات۔

(پ۱۵۔الاسریٰ۱) (ترجمہ کنزالایمان)

پس وہ مسجد اقصیٰ تک اس معراج کی انتہا کو مانتے ہیں جس میں تعجب و حیرت واقع ہے اور اس میں آپ ﷺ کی بڑی قدر و مدح، وہاں تک تشریف لے جانے اور معراج ہونے کی کرامت نکلتی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر معراج جسمانی مسجد اقصیٰ سے آگے تک بھی ہوتی تو اس کو اللہ ﷻ ذکر فرماتا۔ اس کا ذکر حضور ﷺ کی مدح میں اور اضافہ کرتا۔ پھر یہ دونوں گروہ اس میں مختلف ہیں کہ کیا حضور ﷺ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی یا نہیں۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے سوا دوسروں کی حدیث پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپ اور جبریل علیہ السلام براق کی پشت پر سوار تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ اور وہ واپس آ گئے۔

(تفسیر درمنثور جلد۵ صفحہ۲۱۶ سورۃ الاسریٰ)

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق دے کہتے ہیں کہ حق و صحیح بات انشاء اللہ ﷻ اس میں یہی ہے کہ حضور ﷺ کو معراج جسم و روح دونوں کے ساتھ شب معراج میں ہوئی اور اسی پر آیہ کریمہ اور معتبر اخبار صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ظاہر اور حقیقت سے تاویل کی طرف عدول نہیں کرنا چاہئے۔

سوائے امر محال کے اور حضور ﷺ کی معراج جسمانی اور حالت بیداری میں کوئی استحالہ نہیں۔ اس لئے کہ اگر منامی (خواب میں) ہوتی تو اللہ ﷻ ''رُوْحُ عَبْدِہٖ'' فرماتا ''بِعَبْدِہٖ'' نہ فرماتا اور یہ کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(پ۲۷۔النجم۱۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اگر خواب میں ہوتی تو یہ نہ نشانی ہے اور نہ معجزہ اور نہ کفار اس سے تعجب کرتے اور نہ اس کو

جھٹلاتے اور نہ ضعیف الاعتقاد مسلمان مرتد ہوتے اور نہ فتنے میں پڑتے۔ اس لئے کہ ایسی خوابوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ یہ انکار اسی وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے جسم و بیداری کی حالت میں معراج کی خبر دی ہے۔ کیونکہ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز پڑھنے کا حدیث میں ذکر ہے۔ بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دوسروں کی روایت کے بموجب آسمانوں میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

پھر جبریل علیہ السلام کا براق لانا' معراج کی خوشخبری دینا' آسمانوں کے دروازے کھلوانا اور یہ کہا جانا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اور یہ کہنا کہ محمد ﷺ اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا ان کی ساری باتیں' ان کا مرحبا کہنا' نمازوں کا فرض ہونا اور اس میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنا جانا اور بعض حدیثوں کے مطابق جبریل علیہ السلام کا میرا ہاتھ پکڑنا' آسمان پر لے جانا' پھر اتنا اونچا لے جانا کہ ہموار میدان آجائے وہاں قلموں کے چرچرانے کی آواز سننا' سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا' وہاں کی سیر کرنا۔ یہ سب احادیث میں مذکور ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ معراج آنکھوں دیکھا حال ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا خواب نہ تھا۔ (صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۷۱ مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حجر اسود کے پاس سو رہا تھا کہ جبریل علیہ السلام آئے اور پیچھے سے مجھے ہلایا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے نظر نہ آیا پھر لیٹ گیا۔ تین دفعہ یوں ہی ہوا۔ تیسری مرتبہ میرے کندھوں کو پکڑ کر اس نے ہلایا اور مجھے مسجد کے دروازے تک لے گیا تو وہاں ایک جانور تھا اور براق کی خبر دی۔ (تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میرے گھر سے ہی معراج کرائی گئی۔ اس وقت عشاء کی نماز پڑھ کر ہمارے درمیان حضور ﷺ سو گئے۔ جب صبح فجر سے کچھ قبل حضور ﷺ نے ہم کو جگایا۔ جب آپ ﷺ اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تو فرمایا:

اے اُم ہانی! میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز جیسا کہ تم نے دیکھا اس وادی میں پڑھی۔ پھر بیت المقدس میں جا کر اس میں نماز پڑھی۔ پھر صبح کی نماز اب تمہارے ساتھ جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پڑھی ہے۔ یہ حجت ہے اس بات پر کہ آپ ﷺ کی معراج جسمانی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شداد بن اوس ایک روایت میں اُن سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شب معراج کی صبح حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے رات کو کاشانہ اقدس میں

تلاش کیا۔ آپ کو نہ پایا؟ ان کو جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام اٹھا کر بیت المقدس لے گئے تھے۔ (تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج مسجد اقصیٰ کے سامنے نماز پڑھی۔ پھر میں صخرہ میں داخل ہوا تو ایک فرشتے کو تین ... نے کھڑا پایا۔ (الی اخر الحدیث) (تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۶)

یہ تصریحات بالکل ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی استحالہ نہیں اور اپنے ظاہری معنی میں ہی محمول ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا:

میرے مکان کی چھت پھاڑی گئی۔ اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پس جبریل علیہ السلام اترے اور میرا شرح صدر کیا۔ پھر آب زم زم سے غسل دیا۔ آخر قصہ تک۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اوپر لے گئے۔ (معراج کرائی) (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے پاس (آنے والے) آئے اور مجھ کو زم زم تک لے گئے اور میرا شرح صدر کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رکاوٹ محسوس کی جب قریش مجھ سے معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ وہ مجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتے تھے جن کو میں نے محفوظ نہ کیا تھا۔ تو میں نے سخت ہچکچاہٹ محسوس کی جو کہ اس سے پہلے کبھی مجھے محسوس نہ ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا کر میرے پیش نظر کر دیا۔ اسی کے مثل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۲۴، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ پھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس آیا، بحالیکہ انہوں نے اپنا پہلو بھی بدلا نہ تھا۔

چوتھی فصل

معراج روحانی کے دلائل کا رد

یہ فصل ان دلائل کے ابطال میں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ معراج (نوم) خواب میں تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو حجت میں لاتے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ يَاالَّتِیْ اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ o (پ۱۵، اسریٰ ۶۰)
اور ہم نے کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دیکھا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس کو اللہ ﷻ نے رؤیا قرار دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کا فرمان سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ. (پ۱۵، اسریٰ ۱) اس کو رد کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسریٰ حالت نوم کے لئے بولا ہی نہیں جاتا اور فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اس کی تائید کرتا ہے کہ وہ رؤیا عینی مشاہدہ تھا۔

اور معراج جسمانی (شخصی) تھی۔ اس لئے کہ خواب میں دیکھنا تو فتنہ ہے ہی نہیں اور نہ اس کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے خواب میں اس کی مثل کائنات میں ایک گھڑی کے اندر مختلف اطراف میں چلا جاتا ہے۔ علاوہ بریں اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت قصہ حدیبیہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی اور جو کچھ لوگوں کے دلوں میں اس سے واقع ہوا اس کو بیان کر دیا۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

لیکن ان کی یہ دلیل کہ حضور ﷺ نے حدیث میں مَنَامًا (خواب) کہا ہے اور دوسری حدیث میں بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ (میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا) آیا ہے اور یہ قول کہ وَھُوَ نَائِمٌ (دراں حالیکہ سورہا تھا) اور یہ قول کہ ثُمَّ اسْتَیْقَظْتُ (پھر میں بیدار ہوا) اس کو حجت میں نہیں لایا جا سکتا۔

اس لئے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں سب سے پہلے فرشتہ اس حالت میں پہنچا ہو کہ آپ ﷺ سوتے ہوں یا شروع اٹھانے کے وقت آپ ﷺ سوتے ہوں۔ حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ معراج کے سارے واقعات میں آپ سوتے رہے ہوں۔ البتہ آپ کا یہ فرمانا کہ پھر میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا۔ شاید کہ اسْتَیْقَظْتُ بمعنی اَصْبَحْتُ (یعنی صبح کی میں نے) مراد ہو یا واپسی کے بعد آ کر سو گیا۔ پھر جاگا تو مسجد حرام میں تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ معراج لمبی رات تک نہ تھی۔ بلکہ وہ تو رات کے کچھ حصہ میں تھی اور کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت کے عجائبات کے مطالعہ نے ڈھاک لیا تھا اور آپ کے باطن کو ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ نے اور اپنے رب کی بڑی نشانیوں کے ملاحظہ نے وارفتہ کر دیا تھا۔ آپ بشری حالت میں اسی وقت لوٹے جب مسجد حرام میں واپس آ گئے۔

اور تیسری وجہ یہ کہ آپ کی نیند اور بیداری حقیقی معنی میں ہو جو الفاظ کا ظاہری اقتضاء ہے لیکن معراج جسمانی ہوئی اس حال میں کہ آپ کا قلب حاضر تھا۔

اور انبیاء علیہم السلام کی نیند (خواب) حق ہوتی ہے۔ ان کی آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن ان کے قلوب بیدار ہوتے ہیں۔

بعض اصحاب کے اشارات اس طرف مائل ہوئے ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ آپ کا آنکھوں کو بند کرنا اس لئے تھا کہ کوئی محسوس چیز آپ کو اللہ ﷺ سے نہ روک سکے۔ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے نماز کے وقت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ اس معراج میں آپ کی یہ حالت ہو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نیند سے مطلب یہ ہو کہ سونے والوں کی طرح سیدھے لیٹے ہوں اور اس تاویل کو آپ کا یہ فرمان قوی بناتا ہے جو عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں سوتا تھا اور بعض دفعہ فرمایا کہ لیٹا تھا۔

ھُدبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آپ سے منقول ہے کہ میں حطیم میں سو رہا تھا اور بعض دفعہ فرمایا: حجر اسود کے پاس لیٹا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا۔ پس اس حالت کو نیند کہہ دیا کیونکہ سونے والی حالت غالب تھی۔

بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ اضافات یعنی سونا، شکم کا چاک کرنا، اللہ ﷺ سے قریب و بعید ہونا صرف شریک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ جو حضرت انس سے مروی ہے۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔ اس لئے کہ شکم کا چاک ہونا احادیث صحیحہ میں اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ عہد طفولیت میں تھے جو نبوت سے پہلے کا وقت کا ہے اور اس لئے بھی کہ حدیث میں قبل بعثت کا ذکر ہے اور معراج باتفاق بعثت کے بعد ہوئی ہے۔ پس یہ سب دلائل حضرت انس کی روایت کو کمزور کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے متعدد طریقوں سے بیان کیا ہے کہ یہ روایت دوسروں سے منقول ہے۔ حضور ﷺ سے اس کو نہیں سنا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ تو مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور کتاب مسلم میں کہا کہ شاید یہ مالک ابن صعصعہ سے ہے۔ یعنی شک کے لفظ روایت کیا اور ایک دفعہ کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے۔

لیکن اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ میں نے حضور ﷺ کے جسد اقدس کو گم نہیں کیا۔

اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے مشاہدہ سے نہیں بیان کرتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس وقت تک آپ کی بیوی نہیں ہوئی تھیں اور نہ آپ کی ایسی عمر تھی کہ اس میں کوئی یاد رہ سکے اور شاید کہ وہ

اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئی تھیں کیونکہ وقوع معراج کے تعین میں اختلاف ہے۔ پس جبکہ وقوع معراج اگر اول اسلام میں ہو جیسا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور جو اس کی موافقت کرتے ہیں کہ بعثت کے ڈیڑھ سال بعد ہوئی۔ حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرت کے وقت آٹھ سال کی بچی تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ وقوع معراج ہجرت سے پانچ سال قبل اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال قبل ہوئی۔ قرین صحت پانچ سال ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی دلیل طویل ہے جو ہماری غرض سے متعلق نہیں۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود مشاہدہ نہیں کیا تو یہ دلیل اس بات کی ہے کہ انہوں نے دوسروں سے سن کر بیان کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کی خبر پر ان کی روایت کو ترجیح دی جائے۔ حالانکہ ان کے سوا دوسرے اس کے خلاف کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث اُم ہانی رضی اللہ عنہا میں صاف طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ اوروں نے بھی روایت کیا ہے۔

اب نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ثابت نہیں اور دوسری احادیث زیادہ ثابت اور صحیح ہیں۔ ہماری اس سے مراد اُم ہانی کی حدیث ہے اور نہ وہ جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ حضرت عائشہ کی حدیث رضی اللہ عنہا میں ہے کہ "میں نے جسم اقدس کو گم نہیں کیا" حالانکہ حضور ﷺ ان سے مدینہ میں ملے ہیں۔ یہ تمام دلیلیں ان کی روایت کو کمزور کر رہی ہیں۔ بلکہ آپ کا جسم کے ساتھ تشریف لے جانے پر انہیں کا صحیح قول دلالت کرتا ہے۔

وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے آنکھ سے دیدار الٰہی کی روایت کا انکار کرتی ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ خواب میں ہوتا ہے تو اس کا انکار نہ کرتیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (پ۲۷۔النجم۱۱) جو دیکھا دل نے نہ جھٹلایا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس سے دل کا دیکھنا مراد ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ خواب کا دیکھنا اور وحی تھی نہ کہ آنکھ اور حواس سے مشاہدہ کرنا۔ تو ہم اس کے جواب اور مقابلہ میں یہ آیت پیش کریں گے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى. (پ۲۷۔النجم۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس میں دیکھنے کی نسبت آنکھ کی طرف کی ہے اور مفسرین آیت کریمہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ دل نے آنکھ کو حقیقت کے سوا وہم میں نہ ڈالا بلکہ اس کی رویت کی دل نے تصدیق کی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دل نے انکار نہ کیا جو آپ ﷺ کی آنکھ نے دیکھا۔

پانچویں فصل

آپ ﷺ کا اللہ ﷻ کو دیکھنا

علماء سلف نے حضور ﷺ کا رب تبارک وتعالی کی رویت (دیکھنے) میں اختلاف کیا ہے۔ اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا۔

حدیث: حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے[1] کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: یا ام المومنین! کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟

تو فرمایا: تمہارے اس سوال سے میرے بال کھڑے ہو گئے۔ تین باتیں ایسی ہیں جو تم سے کہے وہ جھوٹا ہے۔ ایک یہ کہ جو تم سے کہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ. (پ ۷۔ الانعام ۱۰۳) "آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں" (ترجمہ کنزالایمان)

آخر حدیث تک بیان کیا اور ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی قائل ہے اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔[2]

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[3] وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور اس کے خلاف بھی ان سے منقول ہے کہ انہوں نے اس کے انکار کے ساتھ دنیا میں رویت الٰہی ناممکن فرمایا ہے۔ اس کی محدثین، فقہاء اور متکلمین کی ایک جماعت قائل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی آنکھ سے رویت الٰہی کی۔ انہیں سے عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے اپنے دل سے اس کو دیکھا۔ ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک شخص کو بھیجا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھے کہ کیا حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کا دیدار کیا۔ فرمایا: ہاں۔ اور ان سے یہی زیادہ مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو اپنی آنکھ سے

۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۶۰، صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جلد ۲ صفحہ ۹۱

۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۶۱، صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جلد ۲ صفحہ ۹۱

۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

دیکھا۔ یہ ان سے متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ (تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۶۴۸، سورۃ النجم)

اور فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلعت سے اور حضور ﷺ کو رویت سے خاص فرمایا۔ ان کی دلیل یہ فرمان الٰہی عزوجل ہے:[1]

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ (پ ۲۷، النجم ۱۱۔۱۳)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے مابین تقسیم فرمایا ہے۔ پس حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب عزوجل کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ اپنے رب عزوجل سے کلام فرمایا۔

ابوالفتح رازی اور ابواللیث سمرقندی رحمہما اللہ کعب احبار رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کرتے ہیں جو عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس اور کعب رضی اللہ عنہما ایک دفعہ جمع ہوئے۔ تب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو ہاشم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، یہاں تک کہ پہاڑوں نے اس کا جواب دیا اور کہا: بیشک اللہ عزوجل نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضور ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تقسیم کر دیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام سے تو کلام کیا اور حضور ﷺ کو آپ ﷺ کے قلب کے ساتھ دیدار کرا دیا۔ (تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۶۴۷)

شریک رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا: کیا آپ ﷺ نے اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا؟ فرمایا: میں نے اس کو دل سے دیکھا، آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

(جامع البیان جلد ۲۷ صفحہ ۴۷، تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۶۴۸)

مالک بن یخامر رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اور اس نے کہا کہ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۸۵۔۲۹۰)

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اللہ عزوجل کی قسم کھاتے تھے کہ

---

[1] سنن نسائی، مستدرک، بحوالہ تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۶۴۷

یقیناً حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا۔

ابوعمر طلمنکی ؓ نے عکرمہ ؓ سے اس کو روایت کیا اور بعض متکلمین نے اس مذہب کو ابن مسعود ؓ سے منسوب کیا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مروان ؓ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے پوچھا: کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں۔

نقاش رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا قائل ہوں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو اپنی آنکھ سے دیکھا، دیکھا، دیکھا آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے گئے یہاں تک کہ آپ کا سانس ختم ہو گیا۔ یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا۔

ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دل سے دیکھا اور دنیا میں آنکھوں سے دیکھنے کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔

سعید ابن جبیر ؓ کہتے ہیں کہ میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ دیکھا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ نہ دیکھا۔

حضرت ابن عباس اور عکرمہ، حسن اور ابن مسعود ؓ کا آیت کی تاویل میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ ﷻ کو اپنے دل سے دیکھا اور حضرت حسن اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی کہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے دیدار الٰہی کیا۔

ابن عطا سے اللہ ﷻ کے ارشاد

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۝ (پ۳۰۔الم نشرح ۱) کیا ہم نے آپ کا انشراح صدر نہ کیا۔ کی تفسیر میں مروی ہے کہ کہا کہ حضور ﷺ کا شرح صدر رویت الٰہی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شرح صدر کلام ہے۔

ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ اللہ ﷻ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے سر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور فرمایا: ہر نشانی جو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کو دی گئی۔ بلاشبہ اس کی مثل ہمارے نبی ﷺ کو دیا گیا اور انہیں رویت الٰہی سے فضیلت دے کر خاص کیا۔

اور بعض ہمارے مشائخ نے اس میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے لیکن جائز ہے کہ یہ ہوا ہو۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق خیر دے' فرماتے ہیں کہ حق الامر جس میں کوئی شق وشبہ نہیں یہ ہے کہ دنیا میں اللہ ﷻ کی رویت عقلاً جائز ہے اور عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ دنیا میں دیدار الٰہی جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار الٰہی کی خواہش و طلب کی اور امر محال سے بے خبری نبی کی شان سے بعید ہے اور اس کا سوال وطلب کرنا اللہ ﷻ کے نبی کے لیے جائز نہیں۔ نبی علیہ السلام اسی کا سوال کرتا ہے جو جائز و غیر مستحیل ہو لیکن اس کا وقوع و مشاہدہ ان امور غیبیہ میں سے ہے جس کو اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جب ہی تو اللہ ﷻ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: لَنْ تَرٰانِیْ (پ۹ الاعراف ۱۴۳) (مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے) یعنی تم میں اتنی طاقت نہیں ہے اور نہ اتنا تحمل کہ میری رویت برداشت کر سکو۔ پھر اللہ ﷻ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کا مثل' جوان سے زیادہ قوی وثابت ہو کر دیا' وہ کوہ طور ہے۔

ان تمام باتوں میں ایسی کوئی بات نہیں کہ دنیا میں اس کی رویت کو محال بنائے۔ بلکہ فی الجملہ اس کا جواز ہی نکلتا ہے اور شریعت میں بھی کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں جو رویت الٰہی کے محال و ممتنع پر ہو۔ اس لئے ہر موجود کی رویت جائز ہے' مستحیل و متعذر نہیں۔ یہ کوئی دلیل نہیں ہے جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ. (پ۷ الانعام ۱۰۳) آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں (ترجمہ کنزالایمان)

کیونکہ اس آیت کریمہ کی مختلف تاویلیں ہیں اور یہ بھی کہ جو اس کی رویت کو دنیا میں ممتنع کہتا ہے۔ مطلقاً محال کا مقتضی نہیں (بلکہ دنیا کی تخصیص ہی اس کا پتہ دے رہی ہے کہ آخرت میں انشاء اللہ ﷻ ضرور رویت ہوئی۔ شرح شفاء)

بلاشبہ اسی آیت سے بعض علماء رویت الٰہی کے جواز و عدم محال پر فی الجملہ استدلال کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں اللہ ﷻ کو کفار کی آنکھیں نہیں پا سکتیں۔ بعض نے کہا کہ اس کا احاطہ (گھیر) نہیں کر سکتیں۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ بعض نے کہا کہ آنکھیں تو اس کا ادراک نہیں کر سکتیں مگر دیکھنے والے اس کو پا سکتے ہیں[1] یہ تمام تاویلیں نہ تو منع رویت کی مقتضی ہیں اور عدم محال کی۔

اسی طرح ان کی دلیل یہ بھی نہیں ہو سکتی جو اللہ ﷻ نے فرمایا: لَنْ تَرٰانِیْ (پ۹ الاعراف ۱۴۳) (مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے) اور نہ یہ کہ تُبْتُ اِلَیْکَ (تیری طرف رجوع کیا) جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ عموم پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہ جو اس کے معنی یہ بتاتا ہے کہ "تم دنیا میں نہیں دیکھ

۱۔ تفسیر ابن جریر سورۃ الانعام جلد ۷ صفحہ ۱۹۹

سکتے۔'' یہ بھی تو ایک تاویل ہے۔ نیز اس میں ممانعت کی کوئی صراحت نہیں اور یہ کہ یہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں وارد ہے۔

جب کسی کلام میں بہت سی تاویلیں اور بکثرت احتمالات پیدا ہو جائیں تو اس سے کوئی قطعی اور حتمی فیصلہ نہیں ہوتا۔ (خواہ وہ جواز کا ہو یا امتناع کا)

اور ان کی دلیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول کہ تُبْتُ اِلَیْکَ (تیری طرف رجوع ہوتا ہوں) کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنے سوال سے رجوع کرتا ہوں۔ جب تک تو اس کی قدرت و طاقت نہ دے۔

ابوبکر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''لَنْ تَرَانِیْ'' کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ کسی بشر کو یہ طاقت نہیں کہ دنیا میں میری طرف نظر کر سکے اور جو بھی میری طرف نظر کرے گا مر جائے گا۔

میں نے بعض علمائے سلف اور متاخرین کو اس کے یہ معنی بیان کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں اس لئے ممتنع ہے کہ دنیا والوں کی ترکیب اور ان کے قوامی (اعضاء) کمزور ہیں۔ آفتوں اور فنا کے عوارض سے وہ متغیر ہوتے رہتے ہیں پس وہ دیکھنے کی طاقت رکھتے ہی نہیں لیکن آخرت' تو ان کی وہاں ترکیب دوسری طرح پر ہوگی اور ان کو ایسا رزق دیا جائے گا جو قوی' ثابت اور باقی رکھنے والا ہوگا۔ ان کی آنکھوں اور دلوں کے نُور پُور سے ہوں گے تو ان کو رویت کی طاقت دے دی جائے گی۔

اس طرح میں نے مالک ابن انس رضی اللہ عنہ کا قول دیکھا ہے۔ کہا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ باقی ہے اور باقی کو فانی کے ساتھ نہیں دیکھا جاتا اور جب آخرت ہوگی اور آنکھیں باقی رہنے والی دی جائیں گی تو باقی کو باقی کے ساتھ دیکھ لیں گے۔

یہ کلام عمدہ اور نفیس ہے۔ اس میں کوئی دلیل استحالہ پر نہیں البتہ ضعفِ قدرت کی وجہ اس کا دیدار نہیں کر سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کو چاہے قوی کر دے گا اور رویت الٰہی کو برداشت کرنے کی جب وہ طاقت دے گا تو اس کے حق میں وہ محال نہ رہے گا۔

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بصر کی قوت و طاقت کتنی تھی اور قوت الٰہیہ سے ان دونوں کی کیسی قوت دراکہ تھی جس کو انہوں نے جانا اس طرح جانا اور جو دیکھا کیسے دیکھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں آیتوں کے جواب اور اس کے معنی بیان کرنے کے

دوران میں فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ ﷻ کو دیکھا اسی وجہ سے وہ تو بے ہوش ہو کر زمین پر آ گئے اور پہاڑ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے ادراک کے ساتھ اللہ ﷻ نے اس کو پیدا کیا تھا۔

اللہ ﷻ کے اس قول سے انہوں نے احتیاط کیا ہے کہ

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِيْ۔ (پ۹ الاعراف ۱۴۳) — ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا (ترجمہ کنز الایمان)

وَاللّٰہ اعلم. پھر فرمایا:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ o — پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش

(پ۹ الاعراف ۱۴۳) (ترجمہ کنز الایمان)

پہاڑ پر تجلی کے یہ معنی ہیں کہ اس پر اس کا ظہور ہوا حتیٰ کہ اس کو دیکھا۔ یہ اس قول (ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ) کے موافق ہے۔

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کی طرف متوجہ کر کے تجلی فرمائی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً وہ فوت ہو کر زمین پر آ جاتے' پھر ہوش میں نہ آتے۔ یہ قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بیشک پہاڑ نے رب ﷻ کو دیکھا ہے اور پہاڑ کے دیکھنے سے قائل استدلال کرتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنے رب ﷻ کو دیکھا کیونکہ اس نے اس کو جواز کی دلیل ٹھہرایا ہے اور جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس لئے کہ آیات میں منع پر کوئی نص نہیں۔

لیکن ہمارے نبی ﷺ کے لیے دیدار الٰہی ﷻ کا واجب ہونا اور یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے اپنی آنکھ سے دیکھا تو اس میں بھی کوئی دلیل قطعی اور نص نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں معتبر تو سورۂ النجم کی دو آیتیں ہیں اور ان دونوں میں اختلاف منقول ہے اور دونوں کا احتمال ممکن ہے اور نہ کوئی قطعی' متواتر حدیث حضور ﷺ سے اس بارے مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث وہ ان کے اعتقاد کی خبر ہے۔ انہوں نے اس کی اسناد نبی کریم ﷺ کی طرف نہیں کی تا کہ ان کے ضمنی اعتقاد پر (عمل) واجب ہے۔ اسی طرح آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ عنہ محتمل تاویل ہے اور اس کی سند اور متن دونوں

مضطرب ہیں اور حضرت ابوذر ﷛ کی دوسری حدیث بھی مختلف، محتمل اور مشکل ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ وہ نور ہے میں اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہوں[1] اور ہمارے بعض بزرگوں نے کہا کہ وہ نورانی ہے جو مجھے دکھائی دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو فرمایا: میں نے نور دیکھا۔[2] لہٰذا صحت رویت الٰہی پر ان میں سے کسی ایک سے بھی حجت پکڑنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر یہ صحیح ہو کہ میں نے نور دیکھا تو بلاشبہ آپ ﷺ نے اس کی خبر دی کہ آپ ﷺ نے اللہ ﷻ کو نہ دیکھا۔ آپ ﷺ نے تو نور دیکھا اس نے اس سے روک دیا اور رویت الٰہی میں حجاب بن گیا[3] اور اسی طرف یہ قول بھی لوٹتا ہے کہ وہ نور ہے کیونکہ دیکھ سکتا ہوں یعنی میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ آنکھوں کے سامنے تو نور کے پردے ڈھکے ہوئے تھے، اسی کی مثل وہ دوسری حدیث بھی ہے کہ "اس کا حجاب نور ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کو نہ دیکھا۔ لیکن اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے[4] اور یہ آیہ کریمہ پڑھی:

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی. (پ۲۷۔ النجم ۸) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا اور پھر خوب اتر آیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ ﷻ اس پر قادر ہے کہ جو ادراک آنکھ میں ہے وہ دل میں پیدا فرما دے یا وہ جیسا چاہے، اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی صریح حدیث اس بارے میں وارد ہو تو اس پر اعتقاد رکھا جائے گا اور اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں کوئی امر محال نہیں ہے اور نہ کوئی مانع قطعی ہے جو کہ اس کو رد کیا جائے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

چھٹی فصل

واقعہ معراج میں حضور ﷺ کا اللہ ﷻ سے مناجات کرنا اور کلام کرنا

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی. (پ۲۷۔ النجم ۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۶۱

۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۶۱

۳۔ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۶۲

۴۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ صفحہ ۲۷

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ جبریل علیہ السلام کو وحی فرماتا اور وہ حضور ﷺ کی خدمت میں لاتے' سوائے شاذ حالتوں کے۔ اس کے ساتھ جو احادیث شامل ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی طرف بلا واسطہ وحی فرمائی اور یہی واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے اور اسی طرف بعض متکلمین گئے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ سے شب معراج کلام کیا۔ اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے۔

اور حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما لوگوں نے نقل کیا ہے اور دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں۔ نقاش رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے واقعہ شب معراج میں حضور ﷺ سے اللہ ﷻ کے اس قول دَنٰی فَتَدَلّٰی (قریب ہوئے اور قریب ہوئے) کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو جبریل علیہ السلام نے چھوڑ دیا۔ تب مجھے تمام آوازیں (آنا) ختم ہوگئیں۔ اس وقت اپنے رب ﷻ کا کلام سنا وہ فرماتا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم تمہارا خوف جاتا رہے قریب آؤ قریب آؤ! اسی کے مثل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس میں انہوں نے اس آیت سے دلیل لی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط (پ۲۵۔الشوریٰ ۵۱)	کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

علماء فرماتے ہیں کہ اس کی یہی تین قسمیں ہیں۔ یا تو پردے کے پیچھے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا یا فرشتہ کو بھیج کر ہو جیسے تمام انبیاء علیہم السلام پر ہوا اور اکثر حالتوں میں ہمارے نبی ﷺ پر ہوتا رہا۔ اب رہی تیسری قسم وحی کے طور پر باتیں کرنا۔ سو کلام کی تقسیم میں اس کے سوا کوئی صورت نہیں باقی رہی کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ بالمشافہ کلام ہو اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وحی یہاں پر یہ ہے کہ نبی کے دل میں کلام کا القا کر دیا جائے بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے۔

ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واقعہ شب معراج میں ذکر کیا ہے جو کہ کلام الٰہی کو حضور ﷺ کے سننے میں آیت سے زیادہ واضح ہے۔ اس میں ذکر کیا ہے کہ فرشتے نے اللہ اکبر' اللہ اکبر کہا۔ پردے کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا: میرے بندے نے صحیح کہا میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں اور اذان کے تمام کلمات کا اسی طرح ذکر کیا۔ ان دونوں حدیثوں کے مشکلات' بعد کی فصل میں اور جو اس کے مشابہ ہیں اگلے باب کی فصل اول میں کلام آئے گا۔

حضور ﷺ سے اللہ ﷻ کا کلام فرمانا اور ان مخصوص نبیوں سے کلام کرنا جس کو وہ خاص کرے

جائز ہے۔ عقلاً محال و ممتنع نہیں اور نہ شریعت میں مخالفت پر کوئی دلیل ہے۔ پھر اگر اس میں کوئی حدیث صحیح ثابت ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا یقیناً حق ہے اور کتاب مجید میں اس کی صراحت کی گئی ہے اور اس کو مصدر سے ذکر کیا ہے تاکہ حقیقت پر دلالت کرے اور آپ ﷺ کا مرتبہ بڑھایا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ساتویں آسمان پر بسبب کلام الٰہی تعالیٰ کے ہیں۔ اور حضور ﷺ کو ان سب میں اوپر لے جایا گیا۔ یہاں تک کہ مقام استویٰ تک پہنچے اور قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔ یہ کیونکر آپ ﷺ کے حق میں محال ہوگا یا کلام الٰہی کا سننا بعید ہوگا۔ پس پاکی ہے جس کو بھی جیسا چاہے نوازے اور اس نے ایک کو ایک پر درجات دیئے۔

ساتویں فصل

شب معراج آپ ﷺ کا قرب

لیکن وہ جو حدیث معراج اور ظاہر آیت میں قرب و نزدیکی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی ٥ وَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی. (پ۲۷۔ النجم ۹-۸) میں ہے۔

اس میں اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ قرب و نزدیکی منقسم ہے حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام کے مابین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہے یا سدرۃ المنتہیٰ مراد ہے۔ اس کو رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے قرب و نزدیکی مراد ہے۔ اس کے معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ دَنٰی یعنی قریب ہوئے اور تَدَلّٰی بہت قریب ہوئے۔ یہ روایت ہے کہ قرب کے معنی میں دونوں لفظ واحد ہیں۔ اس کو مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

ماوردی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جو حضور ﷺ سے قریب ہوا۔ فَتَدَلّٰی اور حضور ﷺ اس سے قریب ہوئے یعنی اس کے امر (حکم) سے قریب ہوئے۔

نقاش نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ دَنٰی قریب ہوا اپنے بندہ محمد ﷺ سے فَتَدَلّٰی.[1] پس حضور ﷺ اس سے قریب ہوئے تو دیکھا جو چاہا اور اپنی قدرت و عظمت حضور ﷺ کو دکھائی۔

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ صفحہ ۲۶

حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں تقدیم وتاخیر ہے۔ شب معراج حضور ﷺ کے قریب رف رف ہوا۔ اس پر آپ نے تشریف رکھی پھر وہ بلند ہوا۔ پس حضور ﷺ اپنے رب ﷻ کے قریب ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب جبریل علیہ السلام جدا ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں۔ تب اپنے رب ﷻ کے کلام کو میں نے سنا۔

صحیح حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے اور اللہ رب العزت قریب ہوا اور بہت قریب ہوا۔ یہاں تک کہ دو کمان کا یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ آپ ﷺ کی طرف اللہ ﷻ نے جو چاہا وحی فرمائی۔ منجملہ ان کے پچاس نمازوں کی وحی ہے اور حدیث اسراء کا ذکر گیا۔

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور ﷺ ہیں جو اپنے رب ﷻ سے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے قریب کی کوئی حد نہیں اور بندوں کے قریب کی حد ہوتی ہے۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرب سے "کیفیت" منقطع ہو گئی تھی۔ (یعنی وہاں کیف وکم کا گزر ہی نہیں) کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کس طرح جبریل علیہ السلام قریب سے حجاب میں رہے اور حضور ﷺ معرفت و ایمان سے کتنے قریب ہوئے۔ پھر سکون قلب کے ساتھ وہاں تک اترے جہاں تک کہ آپ ﷺ کو قریب کیا گیا اور آپ ﷺ کے دل سے تمام شک وشبہات دور ہو گئے۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق خیر دے' فرماتے ہیں کہ جانو! وہ جو قریب ونزدیک کی نسبت اللہ ﷻ کی جانب سے ہے یا اللہ ﷻ کی طرف ہے وہ قرب مکانی نہیں اور نہ قرب اس کی انتہا ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا ہے کہ "قرب کی کوئی حد نہیں"، اس سے یہی مطلب ہے کہ حضور ﷺ کا اپنے رب ﷻ سے قریب ہونا اور اس کا آپ ﷺ سے قریب ہونا۔ اس سے آپ ﷺ کی بڑی منزلت' آپ ﷺ کے رتبہ کی شرافت' انوار معرفت کی نورانیت' اسرار غیبیہ کا مشاہدہ اور آپ ﷺ کی قدر ومنزلت کا اظہار ہے اور اللہ ﷻ کی جانب سے آپ ﷺ کے لئے نیکی' محبت' خوشی اور اکرام ہے اور اس میں وہ تاویل کی جاتی ہے جو اس فرمان نبوی میں تاویل کی جاتی ہے کہ

يَنْزِلُ رَبُّنَا اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَاءِ. ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔

(ان کی) وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ اترنا فضیلت وخوبصورتی اور قبول واحسان کے لئے ہے۔

واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص یہ وہم کرتا ہے کہ اللہ ﷻ بنفسہٖ قریب ہوا تو وہ مسافت کو مانتا ہے۔ (حالانکہ بعد وقرب مسافت کے لحاظ سے ممتنع ہے) بلکہ جو چیز بنفسہٖ خدا سے قریب ہوگی اتنا ہی وہ بعد کے قریب ہوگی۔ یعنی اس کی حقیقت کے ادراک سے۔ اس لئے اللہ ﷻ کے لئے نہ قرب ہے اور نہ بُعد۔

اور اللہ ﷻ کا یہ فرمان قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. (پ۲۷۔النجم۹) اس میں جو شخص ضمیر کو اللہ ﷻ کی طرف لوٹاتا ہے اور جبریل علیہ السلام کی طرف نہیں کرتا۔ تو اس وقت اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور ﷺ سے نہایت قرب، مہربانی کا مقام، ظہور معرفت اور حقیقی شرافت کے ساتھ ہے اور یہ بھی مقصود ہوسکتا ہے کہ وہ قرب آپ ﷺ کی رغبت ومطلب کو پورا کرنا، اظہار نیکی اور رفعت منزلت و مرتبت اللہ ﷻ کی جانب سے آپ پر ہو۔

اس میں بھی وہی تاویل ہے جو حضور ﷺ کے اس فرمان میں ہے جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا میں اس سے ایک گز قریب ہوں گا اور جو میرے پاس چل کر آئے گا تو میں اس کے پاس دوڑ کر آؤں گا۔[1] سو یہ قرب، اجابت، قبول دعا، احسان اور مقصد کا پورا کرنا ہے۔

آٹھویں فصل

حضور ﷺ بروز قیامت خصوصی فضیلت سے مکرم ہوں گے

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے باہر آؤں گا اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ جمع ہو کر آئیں گے اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا۔ جب وہ مایوس ہو جائیں گے، میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور میں اپنے رب ﷻ کے حضور تمام اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا اور یہ فخر نہیں۔ (اظہار واقعہ ہے) (سنن ترمذی جلد۵ صفحہ۲۴۵ کتاب المناقب)

ابن زفر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں جو ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس کے الفاظ حدیث یہ ہیں کہ میں لوگوں سے سب سے پہلے باہر آؤں گا جب وہ اٹھائے جائیں گے اور ان کا سردار ہوں گا۔ جب وہ آئیں گے اور میں ان کا خطیب بنوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہوں

۱۔ صحیح بخاری کتاب التوحید جلد۹ صفحہ۱۲۶

گا جب وہ روک لئے جائیں گے اور میں ان کا خوشخبری دینے والا ہوں گے جب وہ حیران ہوں گے، بزرگی کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر اللہ ﷻ کے حضور مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں۔ میرے گرداگرد ایک ہزار خدمتی ہوں گے گویا وہ چمکتے موتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتی لباس میں سے مجھے ایک جوڑا پہنایا جائے گا پھر عرش کے داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ میرے سوا کوئی مخلوق میں سے اس جگہ کبھی کھڑا نہ ہوا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولاد آدم کا علیہ السلام سردار ہوں گا۔ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور یہ فخر نہیں اور آدم علیہ السلام اور ان کے سوا تمام نبی علیہم السلام میرے جھنڈے ہی کے نیچے ہوں گے۔ میں پہلا وہ شخص ہوں گا جو زمین سے باہر آئے گا اور یہ فخر نہیں۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۴۶ سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا: بروز قیامت میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا۔ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو قبر سے نکلے گا اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ہی بروز قیامت لواء الحمد کا اٹھانے والا ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں اور میں ہی پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں گا۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ فخر نہیں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو جنت میں شفاعت کرے گا اور میرے اُمتی سب سے زیادہ ہوں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں بروز قیامت سید الناس ہوں گا۔ تم جانتے ہو یہ کیوں ہوگا؟ اللہ ﷻ اولین و آخرین کو جمع کرے گا اور حدیث شفاعت کا ذکر کیا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ حدیث ۱۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں خواہش رکھتا ہوں کہ بروز قیامت میرا اجر تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہو۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)

دوسری حدیث میں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ بروز قیامت تم میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ پھر فرمایا: یہ دونوں بروز قیامت میری امت میں ہوں گے لیکن حضرت

ابراہیم علیہ السلام وہ فرماتے ہوں گے آپ تو میری دعا اور میری اولاد ہیں، مجھ کو اپنی امت میں شمار فرمایئے اور عیسیٰ علیہ السلام اس لئے امتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام باہم علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں تو مختلف ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں کہ ان کے اور میرے مابین کوئی نبی نہیں ہے اور میں لوگوں کی نسبت ان کے ساتھ زیادہ حقدار ہوں۔

اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں بروز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا۔ آپ ﷺ دنیا میں بھی ان کے سردار ہیں اور قیامت میں بھی۔ لیکن (قیامت کے ساتھ) آپ ﷺ کا ارشاد فرمانا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ کی سیادت و شفاعت منفرد ہے۔ کوئی اس میں دوسرا مزاحم نہیں۔ جب لوگ آپ ﷺ کی طرف التجائیں کریں گے اور آپ ﷺ کے سوا کسی کو نہ پائیں گے اور آپ ﷺ ایسے سردار ہوں گے کہ آپ ﷺ کی طرف لوگ اپنی ضروریات میں پناہ لیں گے۔ تو آپ ﷺ اس وقت لوگوں میں تنہا سردار ہوں گے۔ اس میں کوئی آپ ﷺ کا دعویدار اور مزاحم نہ ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ. (پ۲۴۔ المومن ۱۶)

آج کس کی بادشاہی ہے (ترجمہ کنز الایمان)

(پھر خود ہی فرمائے گا) لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. (پ۲۴۔ المومن ۱۶)

ایک اللہ سب پر غالب کی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حالانکہ دنیا اور آخرت اسی کا ملک ہے لیکن آخرت میں چونکہ دنیا میں جو دعوے کرتے تھے ان کے دعوے ختم ہو جائیں گے۔ (اس لئے اس نے یہ فرمایا)

اسی طرح تمام لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی التجا کریں گے تو آخرت میں بغیر کسی دعویدار کے ان کے سردار ہوں گے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ا حدیث ۱۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بروز قیامت جنت کے دروازہ پر آ کر دروازہ کھلواؤں گا۔ خازنِ جنت (داروغہ) کہے گا تم کون ہو؟ میں کہوں گا: محمد ﷺ کہے گا مجھے آپ ﷺ ہی کے لئے حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا (لمبا) ہے اور اس کے کونے برابر کے ہیں۔ اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پیاری۔ اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو اس کو پئے گا کبھی وہ پیاسا نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۳ صفحہ ۱۷۹۳)

حضرت ابوذر ﷺ سے اسی کی مثل مروی ہے۔ [1] اس کی لمبائی اتنی ہے جتنی عمان سے ایلہ تک ہے۔ اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں۔

ثوبان ﷺ سے اس کے مثل مروی ہے ان میں سے ایک نے کہا: سونے کا۔ دوسرے نے کہا چاندی کا۔

اور حارثہ بن رہب ﷺ کی روایت ہے کہ اس کی مابین مدینہ اور صنعا کے برابر ہے اور انس ﷺ نے کہا: مرایلہ اور صنعا کے برابر ہے۔ ابن عمر ﷺ نے کہا: کوفہ اور حجر اسود کے مابین لمبائی ہے اور حوض کی حدیث کو حضرت انس [2] جابر، سمرہ، ابن عمر، عقبہ ابن ارقم، ابن مسعود، عبداللہ بن زید، سہل بن سعد، سوید بن جبلہ، ابوبکر، عمر بن خطاب، ابن بریدہ، ابوسعید خدری، عبداللہ صالحی، ابوہریرہ، براء، جندب، عائشہ، اسماء ابوبکر کی صاحبزادیاں، ابوبکرہ، خولہ بن قیس، وغیرہم ﷺ نے بھی روایت کیا ہے۔

نویں فصل

آپ ﷺ کی محبت وخلت کا بیان

ان احادیث صحیحہ کا ذکر جن میں محبت وخلت کی وجہ سے حضور ﷺ کو فضیلت حاصل ہے اور مسلمانوں کی زبان پر آپ "حبیب اللہ ﷺ" کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حدیث: حضرت ابوسعید ﷺ سے بالاسناد مروی ہے اور وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ ﷻ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق ﷺ کو بناتا اور دوسری حدیث میں ہے کہ تمہارا صاحب اللہ ﷻ کا دوست ہے اور عبداللہ بن مسعود ﷺ کے طریقہ سے ہے کہ بیشک اللہ ﷻ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنالیا۔

حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی آپ ﷺ کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ ﷺ نکلے یہاں تک کہ جب ان کے نزدیک ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ان کی باتیں سنیں جو وہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سنا کہ ایک ان میں کہہ رہا تھا۔

تعجب ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: کیا یہ زیادہ عجیب بات نہیں؟ کہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ ﷻ نے کلام فرمایا۔ ان میں سے دوسرے

۱۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۸

۲۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۷۔ مزید حوالہ جات کے لیے مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۰۲

نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ ایک نے کہا کہ آدم علیہ السلام اللہ عزوجل کے صفی اور برگزیدہ ہیں۔

تب حضور ﷺ ان کے سامنے آئے اور سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور کلماتِ تعجب سنے۔ بیشک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا وہ اسی کے لائق تھے اور موسیٰ علیہ السلام کو نجی اللہ کیا وہ اسی کے لائق تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ بنایا وہ اسی کے لائق تھے اور آدم علیہ السلام کو اپنا برگزیدہ نبی بنایا وہ اسی کے لائق تھے۔ خبردار! میں حبیب اللہ ہوں۔ یہ فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی بروز قیامت حامل لواء الحمد ہوں میں فخر سے نہیں کہتا۔

میں پہلا شفاعت کرنے والا اور قبولِ شفاعت ہوں اس میں فخر نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اللہ عزوجل میرے لئے کھولے گا پھر وہ مجھے داخل کرے گا درانحالیکہ میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔ یہ فخر نہیں' میں اکرم الاولین والآخرین ہوں' یہ فخر نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: میں نے آپ کو خلیل بنایا پس آپ کا اسم مبارک توریت میں حبیب الرحمٰن مکتوب ہے۔ (وفی حدیث الاسراء مرۃ)

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ عزوجل ان کو توفیق خیر دے' فرماتے ہیں کہ خلت کی تفسیر و اشتقاق میں اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں خلیل وہ ہے جو یکسو ہو کر ایسا اللہ عزوجل کی طرف ہو جائے کہ اس کے انقطاع و محبت میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں خلیل وہ جو خاص ہو جائے۔ اس قول کو بہت سوں نے اختیار کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلت کی اصل استصفاء یعنی پاکیزگی محبت میں اختیار کرنا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل اللہ اس لئے رکھا گیا کہ وہ اس کی راہ میں دوستی کرتے اور اس کی ہی راہ میں دشمنی کرتے تھے۔ ان کے لئے اللہ عزوجل کی خلت ان کی مدد و نصرت ہے اور بعد والوں کے لئے ان کو امام بنایا۔

بعض کہتے ہیں کہ دراصل خلیل وہ ہے جو فقیر محتاج اور یکسو ہو۔ یہ خلت سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی حاجت و ضرورت کے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس کے ساتھ یوں نام رکھا گیا کہ انہوں نے اپنی تمام حاجتیں اللہ عزوجل پر موقوف رکھی ہوئی تھیں اور اسی کی طرف اپنے تمام ارادے کئے ہوئے تھے اس کے غیر سے ان کا علاقہ تھا ہی نہیں۔ جس وقت آپ علیہ السلام منجنیق (گوپھن) میں تھے کہ آپ علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جائے۔ تو جبریل علیہ السلام حاضر آئے اور کہا: "مَا لَکَ حاجَۃ"۔ (کیا کوئی حاجت

ہے) فرمایا: اَمَّا اِلَیۡکَ فَلاَ۔ (بندہ سراپا حاجت ہے مگر تجھ سے نہیں) (الحلیہ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۲۰)

ابوبکر بن خورک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خلت یہ ہے۔ محبت میں ایسی پاکیزگی ہو کہ اسرار کے درمیان اختصاص کو واجب کردے۔ بعض کہتے ہیں کہ دراصل خلت محبت ہے اور اس کے معنی ہمدردی، مہربانی، رفع درجات اور شفاعت کرنا ہے۔ اللہ ﷻ نے اس کو اپنی کتاب مجید میں بیان فرمادیا ہے:

قَالَتِ الۡیَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ ؕ یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ تم فرماؤ پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے۔

(پ ۶، المائدہ ۱۸) (ترجمہ کنز الایمان)

لہٰذا محبوب کے لئے یہ واجب و ضروری ہے کہ اس کے گناہوں سے مواخذہ نہ کیا جائے۔

کہا کہ اس کو یاد رکھ! خلت بنوت سے اقویٰ ہے کیونکہ بنوت میں کبھی عداوت بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَاَوۡلَادِکُمۡ عَدُوًّا لَّکُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ۔ بیشک تمہاری بیویاں اور تمہارے اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ تو ان سے بچو۔ (پ ۲۸، التغابن ۱۴) (ترجمہ کنز الایمان)

اور یہ صحیح نہیں کہ خلت کے ساتھ عداوت ہو۔ پس اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور ﷺ کو خلت کے ساتھ نام رکھنا یا تو اللہ ﷻ کی طرف پورے پورے یکسو ہو جائے اور اپنی حاجتوں کو اسی کی طرف موقوف رکھنے اور اس کے غیر سے علیحدگی اختیار کر لینے اور وسائط و اسباب سے اعراض کر لینے کی وجہ سے ہے یا یہ اختصاص میں زیادتی ہے۔ ان دونوں کے لئے اللہ ﷻ کی جانب سے اور پوشیدہ مہربانیاں ہیں ان دونوں پر اور ان دونوں کے دلوں پر اسرار الٰہیہ اور مخفی غیوبات ربانیہ اور معرفت حقانیہ کے سوا کسی اور کی آمیزش نہ کی۔ یا اللہ ﷻ نے ان دونوں کو اپنا برگزیدہ کر لیا یا ان کے دلوں کو اپنے غیر سے ایسا پاک و صاف کر دیا کہ اس میں کسی غیر کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

اسی وجہ سے بعضوں نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے کہ اس کا دل ماسوا اللہ ﷻ کے لئے گنجائش نہ رکھے۔ ان کے نزدیک اس فرمان نبوی ﷺ کے بھی معنی یہ ہیں کہ فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ لیکن وہ میرے اسلامی بھائی ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ جلد ۱ صفحہ ۸۴، صحیح مسلم فضائل صحابہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

علماء کرام اور ارباب قلوب صوفیائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کس کا درجہ

بڑا ہے؟ آیا خلت کا درجہ یا محبت کا درجہ؟

پس بعضوں نے تو ان دونوں کو برابر کہا۔ ان کے نزدیک حبیب ہی خلیل ہے اور خلیل ہی حبیب ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور حضور ﷺ کو محبت کے ساتھ خاص کیا اور بعضوں نے کہا کہ خلت کا درجہ اور ہے اور انہوں نے اس فرمان نبوی ﷺ سے دلیل پکڑی "اگر میں کسی کو خلیل بناتا' اپنے رب ﷻ کے سوا" پس آپ نے نہیں بنایا۔ آپ نے محبت کا اطلاق (اپنی صاحبزادی)[1] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحبزادے[2] (حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما) اور اسامہ[3] رضی اللہ عنہ وغیرہم پر کیا ہے۔

اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ خلت سے بڑھ کر محبت کا درجہ ہے۔ اس لئے کہ ہمارے نبی ﷺ کا درجۂ حبیب حضرت خلیل علیہ السلام کے درجۂ خلیل سے بلند ہے۔

محبت دراصل ایک ایسا میلان ہے جو محبت کرنے والا کسی کی طرف موافقت کرے لیکن اس کا اطلاق اس کے حق میں ہے کہ اس سے میلان صحیح ہو سکے اور موافقت سے نفع حاصل ہو۔ یہ درجہ مخلوق کا ہے لیکن خالق ﷻ ان اغراض سے منزہ ہے۔

اس کا اپنے بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ اس کو سعادت' عصمت' توفیق' اسباب قرب مہیا کرنا اور ان پر اپنی رحمت کے فیضان سے عزت دینا ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ اس کے قلب سے حجابات کھول دے یہاں تک وہ اپنے قلب کو دیکھ لے اور اپنی بصیرت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرے۔ پس وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔

جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں[4] جس سے وہ بولے اور اس سے سوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ محض اللہ ﷻ کے لئے مجرد ہو جاتا ہے اور اس کی طرف یکسو ہو کر ہو جاتا ہے۔ غیر اللہ سے اس کو اعراض ہو جاتا ہے اور اللہ ﷻ کے لئے دل مصفٰی ہو جاتا ہے اور تمام حرکات خالص اللہ ﷻ کے لئے ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی رضا پر راضی' اس کی ناراضگی پر ناراض۔ اسی وجہ سے بعضوں نے خلت کی یہ تعبیر کی ہے۔

۱۔ سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳٦۲

۲۔ سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳۲۲

۳۔ صحیح بخاری کتاب الفضائل الصحابہ جلد ۵ صفحہ ۲۱ صحیح مسلم فضائل صحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۸۸٦

۴۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ۳ صفحہ ۸۹

قَدْ تَخَلَّلْتَ مَسْلَكَ الرُّوْحِ مِنِّیْ وَبِذَا سُمِّیَ الْخَلِیْلُ خَلِیْلاً

بیشک تم مجھ میں اس طرح سرایت کر گئے ہو جیسے روح نے سرایت کی ہے۔ اسی لئے خلیل کو خلیل کہتے ہیں۔

فَاِذَا مَا نَطَقْتُ کُنْتَ حَدِیْثِیْ وَاِذَا مَا سَکَتُّ کُنْتَ الْغَلِیْلاً

پس جب میں بات کرتا ہوں تو تم میری بات ہوتے ہو اور جب میں خاموش ہوتا ہوں تو تم دل میں ہوتے ہو۔

پس اب خلت کی زیادتی اور محبت کی خصوصیت ہمارے نبی ﷺ کے لئے حاصل ہے۔ جس پر آثار صحیحہ مشہور مقبولہ امت دلالت کرتی ہیں اور اللہ ﷻ کا یہ فرمان کافی ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ. اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو (پ۳۔ ال عمران ۳۱) (ترجمہ کنز الایمان)

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے کہا تھا کہ (محمد) حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو معبود بنالیں جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بنالیا ہے تو اللہ ﷻ نے ان پر اظہار غضب اور ان کی بکواس کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ. تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا (پ۳۔ ال عمران ۳۲) (ترجمہ کنز الایمان)

پس اللہ ﷻ نے آپ کی شرافت کو زیادہ فرمایا ان کو یہ حکم دے کر کہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں اور یہ کہ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ پیوستہ کیا۔ پھر ان کو آپ ﷺ کی نافرمانی پر ڈرایا۔ فرمایا:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ. اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ (پ۳۔ ال عمران ۳۲) (ترجمہ کنز الایمان)

بیشک امام ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کلام بعض متکلمین سے نقل کیا ہے کہ محبت اور خلت میں فرق ہے۔ ان کے تمام ارشادات خلت پر مقام محبت کی زبان میں طویل ہیں۔ لیکن ہم ان میں صرف اتنا بیان کریں گے جو مابعد کی طرف ہدایت کرے۔ منجملہ ان کے اقوال میں سے یہ ہے کہ خلیل بالواسطہ پہنچتا ہے۔ اللہ ﷻ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے کہ

وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی (پ۷۔ الانعام ۷۵) (ترجمہ کنز الایمان)

اور حبیب اس کی طرف بلا واسطہ راہ راست پہنچتا ہے ان کا ماخذ یہ ہے کہ

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. (پ۲۷۔النجم۹)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ خلیل وہ ہے کہ اس کی مغفرت حد طمع میں رہتی ہے۔ ان کا ماخذ یہ ہے:

وَالَّذِىْ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلِىْ خَطِيْٓئَتِىْ. اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں

(پ۱۹۔الشعراء۸۲) قیامت کے دن بخشے گا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور حبیب وہ ہے کہ اس کی مغفرت حد یقین میں ہوتی ہے۔ ان کا ماخذ یہ ہے کہ

لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. (پ۲۶۔الفتح۲)

اور خلیل نے کہا کہ وَلَا تُخْزِنِىْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ. (پ۱۹۔الشعراء۸۷)

اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ. (پ۲۸۔التحریم۸)

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

آپ کو سوال سے پہلے ہی بشارت دے دی گئی اور خلیل نے امتحان کے وقت کہا

حَسْبِىَ اللّٰهُ (پ۱۱۔التوبہ۱۲۹) مجھے اللہ کافی ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور حبیب کے لئے کہا گیا۔ حَسْبُكَ اللّٰهُ (پ۱۰۔الانفال۶۴)

اللہ تمہیں کافی ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

خلیل نے کہا: وَاجْعَلْ لِّىْ لِسَانَ صِدْقٍ. (پ۱۹۔الشعراء۸۴)

میری زبان کو سچا بنا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور حبیب سے کہا گیا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پ۳۰۔الم نشرح۴)

ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔ یہ چیزیں بغیر سوال مرحمت فرمائی گئیں (ترجمہ کنزالایمان)

خلیل نے کہا: وَاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ. (پ۱۳۔ابراہیم۳۵)

مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بت پرستی کریں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور حبیب سے کہا گیا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ (پ۲۲۔الاحزاب ۳۳)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اصحاب مقال کے مقصد یعنی مقامات واحوال کی فضیلت پر ایک تنبیہ ہے اور ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ پس تمہارا رب ﷻ ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستہ پر ہے۔

دسویں فصل

حضور ﷺ کی فضیلت وشفاعت اور مقام محمود کا ذکر

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (پ۱۵۔اسرٰی ۷۹)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بالاسناد مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے۔ ہر امت اپنے نبی علیہ السلام کے تابع ہوگی ور عرض کرے گی:

اے فلاں نبی ہماری شفاعت کیجئے۔ اے ہمارے نبی ہماری شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ وہ سب مجتمع ہو کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں اللہ ﷻ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ (صحیح بخاری تفسیر سورہ الاسراء جلد ۶ صفحہ ۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا: یہ شفاعت ہے۔

کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بروز قیامت لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پس میں اور میری امت ایک ٹیلہ پر ہوں گے۔ اللہ ﷻ مجھ کو سبز جوڑا پہنائے گا پھر مجھے اذن شفاعت دے گا۔ جو خدا چاہے گا کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۵۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے حدیث شفاعت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ حضور ﷺ چلیں گے یہاں تک جنت کے دروازہ کا حلقہ (زنجیر) پکڑیں گے۔ پس اس دن اللہ ﷻ آپ ﷺ کو وہ مقام محمود عطا فرمائے گا جس کا آپ ﷺ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود ؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ عرش کی داہنی جانب ایسے مقام پر کھڑے ہوں گے کہ آپ ﷺ کے سوا کوئی وہاں کھڑا نہ ہو سکے گا۔ اس وقت آپ ﷺ پر اگلے پچھلے سب رشک کریں گے۔ اسی کی مثل کعب اور حسن رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۹۸)

ایک روایت میں ہے کہ وہ مقام ایسا ہے، جس میں اپنی امت کے لئے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مقام محمود پر کھڑا ہونے والا ہوں گا۔ عرض کیا گیا: وہ کیا ہے؟

فرمایا: یہ وہ دن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کرسی (عدالت) پر جلوہ گر ہوگا۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۹۸)

حضرت ابو موسیٰ ؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ یا تو میں اپنی آدھی امت (بلا حساب وکتاب) جنت میں داخل کروالوں گا یا شفاعت کو قبول کروں۔ تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیونکہ وہ عام سود مند ہے۔ کیا تم اس کو متقیوں کے لئے خیال کرتے ہو؟ نہیں، بلکہ یہ گناہگاروں اور خطا کاروں کے لئے ہے۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴۱)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ پر شفاعت کے بارے میں کیا حکم ملا؟

فرمایا: میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جو کہ اخلاص کے ساتھ گواہی دے کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اس کی زبان اور دل اس کی تصدیق کرے۔

(حاکم کتاب الایمان جلد ا صفحہ ۷۰)

اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میری امت کا حال دکھایا گیا جو میرے بعد کرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی اور گزشتہ امتوں کا عذاب دکھایا گیا جو ان سے پہلے ان پر سبقت کر چکا ہے۔ تو میں نے اللہ ﷻ سے سوال کیا کہ مجھے ان کی شفاعت بروز قیامت دے۔ سو اللہ ﷻ نے عطا فرمایا۔

(حاکم کتاب الایمان جلد ا صفحہ ۶۸)

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا جہاں ان کو منادی سنائی دے گی۔ ان کی آنکھ دیکھتی ہوگی درآنحالیکہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں

گے۔ جیسے کہ وہ پیدا ہوئے تھے۔ خاموشی کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی جان بغیر اذن بات تک نہ کر سکے گا۔

اس وقت حضور ﷺ کو ندا دی جائے گی۔ حضور ﷺ فرمائیں گے۔ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرِ فِیْ یَدَیْکَ (حاضر ہوں نیک بختی اور بھلائی تیرے آگے ہے) اور برائی کی نسبت تیری طرف نہیں ہے۔ تو ہی ہدایت دینے والا ہے جو تجھ سے ہدایت چاہے اور تیرا بندہ تیرے سامنے ہے۔ ہر امر تیرا ہے اور تیری طرف سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا' کوئی بچا نہیں سکتا۔ سوائے تیرے تو بابرکت اور بلند ہے۔ تیری پاکی ہے اے رب کعبہ۔ (سنن نسائی جلد ۳ صفحہ ۴۳)

حذیفہ ؓ کہتے ہیں کہ یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ ﷻ نے ذکر فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور جنتی جنت میں اور ایک گروہ جنتیوں کا اور ایک گروہ دوزخیوں کا باقی رہ جائے گا تو اس وقت دوزخی گروہ جنتی گروہ سے کہے گا۔ تمہارے ایمان نے تم کو کیا نفع دیا۔ پس وہ اپنے رب ﷻ کو پکاریں گے اور چلائیں گے۔ جنتی ان کی آوازیں سنیں گے۔

پس وہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے ان کی شفاعت کے لئے عرض کریں گے۔ ہر ایک عذر کرے گا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے پاس آئیں گے۔ سو آپ ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہی مقام محمود ہے۔ (مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)

اس کے مثل حضرت ابن مسعود نیز مجاہد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اسی کا ذکر کیا علی بن حسین ؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اور جابر بن عبداللہ ؓ نے یزید فقیر ؓ سے کہا۔

تم نے سنا حضور ﷺ کے اس مقام کو جس میں آپ کو اللہ ﷻ مبعوث فرمائے گا۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ آپ کا وہ مقام محمود ہے کہ اللہ ﷻ آپ کے ذریعے جہنمیوں کو نکالے گا۔ جہنمیوں کے اخراج کے سلسلے میں انہوں نے حدیث شفاعت بیان کی۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

اسی طرح حضرت انس ؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہی وہ مقام محمود ہے جس کا آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

اور حضرت انس ؓ' حضرت ابو ہریرہ ؓ اور ان دونوں کے سوا دوسروں کی حدیث ایک دوسرے میں داخل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بروز قیامت اللہ ﷻ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا۔ پھر وہ گھبرائیں گے یا فرمایا: انہیں الہام ہوگا۔ پس وہ کہیں گے۔ کاش ہم اپنے رب ﷻ کی طرف شناخت لے جاتے۔

دوسرے طریق سے حضور ﷺ سے مروی ہے کہ لوگ ایک دوسرے میں گھستے پھریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ سورج ان کے بہت قریب ہوگا اوران کو ایسا غم لاحق ہوگا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے ہوں گے اور نہ اس کو برداشت کر سکیں گے۔ پس وہ کہیں گے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کیوں اپنے لئے کسی شفیع کی تلاش نہیں کرتے؟

پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ بعضوں نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ آپ آدم علیہ السلام انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ ﷻ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور آپ کو جنت میں ٹھہرایا اور آپ کے لئے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ہر چیز کے نام آپ کو سکھائے۔ آپ اپنے رب ﷻ کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ وہ ہم کو یہاں راحت دے۔ کیا آپ علیہ السلام ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: بیشک میرے رب ﷻ نے آج کے دن وہ غضب فرمایا ہے جو اس سے پہلے نہ کیا اور نہ آئندہ کرے گا۔ مجھ کو درخت سے منع کیا میں نے اس کی نافرمانی کی۔ نَفْسِیْ نَفْسِیْ (آج مجھے اپنی ہی فکر ہے اپنی ہی فکر ہے) تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔

تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر آ کر کہیں گے۔ آپ علیہ السلام زمین میں پہلے رسول ہیں اور آپ علیہ السلام کا نام اللہ ﷻ نے عَبْدًا شَکُوْرًا (شکرگزار بندہ) رکھا۔ کیا آپ علیہ السلام ملاحظہ نہیں فرماتے ہم کس حال میں ہیں؟ اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہمیں کیا پہنچ رہا ہے؟ کیوں اپنے رب ﷻ کی جناب میں ہماری شفاعت نہیں کرتے؟

تو حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے: بیشک میرے رب ﷻ نے آج وہ غضب فرمایا ہے جو نہ اس سے پہلے ہوا اور نہ ایسا بعد میں ہوگا۔ نَفْسِیْ، نَفْسِیْ (آج مجھے اپنی ہی فکر ہے)

حضرت انس ؓ کی روایت میں کہا کہ اس وقت آپ علیہ السلام اپنی اس خطا کا ذکر فرمائیں گے جو بغیر علم (الٰہی) کے آپ علیہ السلام نے اپنے رب ﷻ سے سوال کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت میں ہے کہ (آپ فرمائیں گے) میرے لئے صرف ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے لئے مانگ لی۔ اب تم دوسرے کے پاس جاؤ۔

اب تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ ﷻ کے خلیل ہیں۔ پس وہ آپ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: آپ علیہ السلام اللہ ﷻ کے نبی علیہ السلام اور اس کے خلیل ہیں

زمین والوں کے لئے اپنے رب ﷻ کے حضور ہماری شفاعت کیجئے؟ کیا آپ علیہ السلام ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟

وہ فرمائیں گے: بے شک میرے رب ﷻ نے آج بڑا اظہار غضب کیا ہے اور مثل سابق فرمایا اور تین "کذب" کا ذکر کیا۔ نَفْسِیْ نَفْسِیْ (مجھے اپنی ہی فکر ہے) لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ کلیم اللہ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ ﷻ نے ان کو توریت دی اور ان سے کلام فرمایا اور قرب بخشا۔

راوی نے کہا کہ پس وہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی اس خطا کو یاد کریں گے جو ان سے ایک نفس قتل ہوا تھا۔ نَفْسِیْ نَفْسِیْ (مجھے اپنی ہی فکر ہے) لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ بے شک وہ اللہ ﷻ کے روح اور کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر آئیں گے۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں۔ لیکن تم حضور ﷺ کی بارگاہ میں جاؤ۔ وہی ایک ایسے بندے ہیں جن کے سبب اللہ ﷻ آپ ﷺ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے گا۔

پس وہ میرے پاس حاضر ہوں گے۔ میں فرماؤں گا: ہاں ہاں میں ہی اس قابل ہوں۔ پھر میں جاؤں گا اور اپنے رب ﷻ سے اذن حاضری چاہوں گا۔ وہ مجھے اجازت مرحمت فرمائے گا۔ جب میں اس کو دیکھوں گا تو سجدہ میں چلا جاؤں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں عرش کے نیچے آؤں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کی حمد کروں گا ایسے الفاظ کے ساتھ کہ اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں۔ اللہ ﷻ وہ مجھے الہام فرمائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ ﷻ مجھ پر اپنی تعریفوں اور حمد وثنا کے وہ دروازہ کھولے گا کہ مجھ سے پہلے وہ کسی پر نہ کھلا ہوگا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ کہا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھایئے سوال کیجئے وہ عطا فرمایا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب ﷻ میری امت اے رب ﷻ میری امت۔ وہ فرمائے گا: اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جنت کے دروازہ میں داہنے دروازے سے داخل فرماؤ جن پر کوئی حساب نہیں ہے اور وہ اور لوگوں کے دوسرے دروازوں میں شریک ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس ٹکڑے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی جگہ انہوں نے یہ بیان

کیا ہے کہ پھر میں سجدہ کروں گا۔ مجھ سے فرمایا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم اپنا سر مبارک اٹھایئے اور کہئے آپ ﷺ کی سنی جائے گی۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا۔

پھر میں عرض کروں گا۔ اے میرے رب ﷻ! امتی امتی۔ فرمائے گا: جایئے جس کے دل میں گندم کے دانے یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لیجئے۔ پھر میں جاؤں گا اور یہ کروں گا۔ اس کے بعد اپنے رب ﷻ سے رجوع کروں گا اور اس کی ان تعریفوں سے حمد کروں گا جیسے پہلے کیا تھا۔

اللہ ﷻ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم اور کم اور بہت کم ایمان ہو اس کو بھی نجات دے دیجئے۔ پس میں یہ کروں گا۔ چوتھی مرتبہ مجھ سے فرمایا جائے گا۔ اپنے سر مبارک کو اٹھایئے اور کہئے سنا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ سوال کیجئے دیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا:

اے میرے رب ﷻ! مجھے ہر اس شخص کی اجازت دیجئے جس نے: لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کہا ہو۔ اللہ ﷻ فرمائے گا: اے محبوب یہ بات تمہارے متعلق نہیں لیکن قسم ہے مجھے اپنی عزت اور بڑائی اور اپنی عزت و جبروت کی یقیناً میں اس کو جہنم سے نکال دوں گا۔ جس نے کہا: لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ۔

(صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۷، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۹۳، ۱۶۴)

قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور ﷺ سے مروی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس میں نہیں جانتا' تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ میں عرض کروں گا: اے میرے رب ﷻ! وہ جو جہنم میں باقی رہ گئے ہیں جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے یعنی ان پر خلود جہنم واجب ہے۔

حضرت ابوبکر[1] و عقبہ بن عامر ابوسعید و حذیفہ رضی اللہ عنہم سے اسی کے مثل مروی ہے۔ کہا کہ حضور ﷺ کے پاس آئیں گے۔ ان کو اجازت دی جائے گی اور آپ ﷺ کی امانت اور رحم اور وہ دونوں پل صراط کے دونوں طرف کھڑی ہو جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ مالک رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ حضور ﷺ کے پاس آئیں گے۔ پس آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے پھر صراط مستقیم قائم کی جائے گی۔ پس ان میں پہلی جماعت بجلی کی طرح پھر ہوا کی طرح پھر پرندوں کی طرح اور تیز رو مردوں کی طرح گزر جائے گی۔

درآنحالیکہ تمہارے نبی ﷺ پل پر موجود ہوں گے اور یہ فرماتے ہوں گے: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ۔ اے خدا انہیں سلامتی عطا فرما' سلامتی عطا فرما۔ یہاں تک کہ سب گزر جائیں گے اور آخری

۱۔ مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۴

جماعت کے گزرنے کا حال بیان فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ کی روایت میں ہے کہ میں سب سے پہلے گزروں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے منبر رکھے جائیں گے۔ ان پر وہ تشریف رکھیں گے۔ میرا منبر باقی رہے گا۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا اور اپنے رب ﷻ کی جناب میں برابر کھڑا رہوں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: کیا چاہتے ہو کہ میں تمہاری امت کے ساتھ کیا کروں؟ میں عرض کروں گا: اے رب ﷻ ان کا حساب جلدی چکا دیا جائے۔

پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب کتاب ہوگا۔ پس ان میں سے کچھ تو وہ ہوں گے جن کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور کچھ وہ ہوں گے جن کو میری شفاعت کے ذریعہ جنت میں داخل کرے گا۔ میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی بچالوں گا جن کو جہنم میں جانے کا پروانہ مل چکا ہوگا۔ یہاں تک کہ خازنِ جہنم کہے گا:

اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ نے تو اپنی امت سے کسی کو بھی خدا ﷻ کے غضب کا سزاوار نہیں رہنے دیا۔ (حاکم کتاب الایمان جلد ا صفحہ ۶۴)

زیاد نمیری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کا سر زمین سے نکلے گا (یعنی زمین سے اٹھوں گا) اور یہ فخر نہیں اور میں سید الناس ہوں گا بروز قیامت' یہ فخر نہیں۔ پس میں آؤں گا اور جنت کی زنجیر پکڑوں گا۔

کہا جائے گا: کون؟ میں کہوں گا: محمد (ﷺ) پس میرے لئے کھولا جائے گا اور اللہ ﷻ میرا استقبال فرمائے گا۔ تو اس وقت سجدہ کناں ہو جاؤں گا اور ذکر کیا جیسا گزرا۔

حضرت انیس ﷛ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے سنا کہ میں بروز قیامت ضرور زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کروں گا۔

(مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۹)

باختلاف الفاظ ان احادیث صحیحہ سے یہ بات اجماعی طریقہ پر ثابت ہوگئی کہ حضور ﷺ کی شفاعت اور آپ ﷺ کا مقام محمود اور آپ ﷺ کی اول سے آخر تک شفاعت کرنا جبکہ لوگ حشر میں جمع ہوں گے اور ان کے گلے تنگ ہوں گے اور پسینہ ان کو پہنچتا ہوگا و سورج بہت قریب ہوگا اور عرصہ تک کھڑا رہنا ہوگا اور یہ حساب سے پہلے ہوگا اس وقت آپ ﷺ کی شفاعت عرصہ تک کھڑے رہنے کی وجہ سے راحت پہنچانے کے لئے ہوگی۔ پھر صراط قائم کی جائے گی اور لوگوں کا حساب ہوگا۔

جیسا کہ ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ذکر ہے اور یہ حدیث زیادہ یقینی ہے۔

پس آپ ﷺ کی شفاعت اپنی امت کے ان لوگوں کو جنت میں جلدی لے جانے کے لئے ہوگی جو بلا حساب و کتاب جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں گزرا۔ پھر آپ ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جن پر عذاب اور دخول جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ کا اقتضاء ہے۔ پھر ان لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے جنہوں نے صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے۔ یہ آپ کے سوا کوئی نہ کرے گا اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے کہ ہر نبی علیہ السلام کے لئے ایک مخصوص دعا ہوتی ہے اور میں نے (حضور ﷺ) نے اپنی دعا کو بروز قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات جلد ۸ صفحہ ۵۶ صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

اہل علم فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جس کو میں جانتا ہوں کہ وہ ان کے لئے مستجاب ہے اور اس میں ان کی خواہش ملحوظ ہے ورنہ کتنی ہی وہ دعائیں ہیں جو نبی کی قبول کی گئی ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کی تو بے شمار دعائیں ہیں۔ (جو مقبول ہوئی ہیں) لیکن بوقت دعا ان کا حال امید و بیم کے مابین ہی رہا اور چند ایسی دعائیں ہیں جن کی مقبولیت کی ضمانت اللہ ﷻ نے دی ہے جس کے لئے وہ چاہے یقیناً مقبول ہوگی۔

محمد بن زیاد اور ابو صالح رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت میں کہتے ہیں کہ ہر نبی علیہ السلام کے لئے ایک مخصوص دعا ہوتی ہے جو اپنی امت کے لئے وہ دعا کرتے ہیں اس کو قبول کیا جاتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا کو قیامت تک مؤخر کروں۔ اس سے اپنی امت کی شفاعت کروں۔

ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ ہر نبی علیہ السلام کے لئے ایک مستجاب دعا ہوتی ہے۔ پس ہر نبی علیہ السلام نے اپنی دعا میں جلدی کی اور اسی کے مثل ایک روایت ابو زرعہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن زیاد رضی اللہ عنہ جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کے مثل ایک روایت میں مروی ہے کہ وہ دعائے مذکورہ امت کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے جس کو قبولیت کی ضمانت دی گئی ہوتی ہے ورنہ حضور ﷺ نے اس کی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے بہت سی دین و دنیا کی ایسی دعائیں مانگی تھیں جن میں سے بعض تو قبول کر لی گئیں اور بعض کو روک دیا گیا اور ان کو محتاجی کے دن اور سختی کے خاتمے اور بڑے سوال و رغبت کے لئے ذخیرہ کر کے رکھ دیا گیا۔ اللہ ﷻ ان کی جزاء حضور ﷺ کو ان کی امت کے لئے عمدہ عطا فرمائے گا۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا۔

گیارھویں فصل

حضور ﷺ کی ان بزرگیوں کے بیان میں جو جنت میں صلہ درجۂ رفیعہ اور کوثر کے ساتھ ہیں

حدیث: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بالا سناد مروی ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کے کلمات اذان سنو تو اسی کے مثل اذان دہرا کر جواب دو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ درحقیقت جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا تو اللہ ﷻ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے۔ پھر اللہ ﷻ سے میرے لئے وسیلہ مانگو کیونکہ یہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو کسی کو سزاوار نہیں سوائے اللہ ﷻ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لئے اور میں امید رکھتا ہوں وہ بندہ میں ہوں۔ لہٰذا اللہ ﷻ سے جو میرے لئے وسیلہ مانگے تو اس کے لئے شفاعت حلال ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۵۹، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۸۸، ۲۸۹)

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جب جنت کی سیر کر رہا تھا (شب معراج) تو میرے سامنے ایک ایسی نہر آئی جس کے کناروں پر موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا: یہ کیا ہے؟

کہا: یہ وہ کوثر ہے کہ جس کو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے اس کی مٹی کی طرف ہاتھ مار کر نکالا تو وہ کستوری کی طرح خوشبودار تھی۔

(جامع ترمذی جلد ۵ صفحہ ۱۱۹، صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مروی ہے۔ کہا کہ اس کے پانی کی روانی موتی اور یاقوت پر ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ نہر جاری تھی مگر زمین کو کاٹتی نہ تھی۔ اس پر ایک حوض ہے کہ اس پر میری امت آئے گی اور ذکر کیا حدیث حوض کو اسی کے مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ بھی ہے کہ کوثر وہ ایک ایسی بھلائی ہے جو خاص

طور پر آپ ﷺ کو عطا فرمائے گا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر جلد ۶ صفحہ ۱۸۷)

ابو سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں بھلائی کی ایک ایسی نہر ہے جس کو اللہ ﷻ آپ ﷺ کو عطا فرمائے گا۔

حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب ﷻ کی عنایتوں کے تذکرہ میں فرمایا مجھ کو کوثر عنایت فرمائی جو جنت میں ایک نہر ہے اور میرے حوض میں بہتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ ﷻ کے اس فرمان میں کہ (تفسیر ابن جریر جلد ۳۰ صفحہ ۱۴۹ تفسیر در منثور جلد ۸ صفحہ ۵۴۲)

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (پ ۳۰ الضحیٰ ۵) (ترجمہ کنز الایمان)

مروی ہے کہ کہا کہ موتی کے ہزار محل ہوں گے۔ جس کی مٹی کستوری کی ہوگی اور اس میں وہ وہ چیزیں ہوں گی جو اس کے لائق ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اس میں وہ کچھ ہوگا جو اس کے لائق ہے یعنی بیویاں اور غلام وغیرہ۔

بارہویں فصل

ان احادیث کا بیان جن میں آپ ﷺ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے منع کیا گیا

اگر تم یہ کہو جب دلائل قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ انسانوں میں سب سے بڑھ کر معزز و مکرم اور انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں تو ان احادیث کا کیا مطلب ہے جو فضیلت دینے کی ممانعت میں وارد ہیں۔ جیسے ان میں سے یہ حدیث ہے۔

حدیث: جو قتادہ ؓ سے بالاسناد مروی ہے کہ ابو العالیہ ؓ سے کہتے سنا کہ ہمارے نبی حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا: کسی بندے کو سزاوار نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس ابن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۱۲۷، صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۸۴۶)

دوسرے طریقہ سے حضرت ابی ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کو سزاوار نہیں۔ آخری حدیث تک

(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد۲ صفحہ۱۲۷ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد۲ صفحہ۱۸۴۶)

حضرت ابوہریرہ ﷜ کی حدیث میں ایک یہودی کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے کہا تھا۔ قسم اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ ﷵ کو انسانوں پر برگزیدہ کیا۔ تو ایک انصاری مرد نے اس کے چپت مارا تھا اور کہا تھا تو ایسا کہتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے موجود ہیں۔

جب اس کی خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو[1] اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ ﷵ پر نہ بڑھاؤ۔

پس حدیث کو بیان کیا اور حدیث میں یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی یونس ابن متی ﷵ سے افضل ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ سے مروی ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں یونس ابن متی ﷵ سے بہتر ہوں تو وہ جھوٹا ہے۔ حضرت ابن مسعود ﷜ سے مروی ہے کہ کوئی تم میں سے یہ نہ کہے کہ میں یونس ابن متی ﷵ سے بہتر ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص آیا۔ اس نے حضور ﷺ کو مخاطب کیا۔ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّة (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر) فرمایا: یہ حضرت ابراہیم ﷵ ہیں۔

تو آگاہ رہو کہ علماء کرام رحمہم اللہ نے ان احادیث کی چند تاویلیں کی ہیں۔

اول: یہ کہ حضور ﷺ کا فضیلت دینے سے منع فرمانا اس سے قبل تھا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ اولاد آدم ﷵ کے سردار ہیں تو آپ ﷺ نے فضیلت دینے سے روک دیا۔ اس لئے کہ یہ واقفیت کی محتاج ہے اور جس نے بغیر علم کے فضیلت دی تو اس نے جھوٹ کہا۔ اسی قبیل سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ میں نہیں کہتا کہ کوئی ان سے افضل ہے۔

یہ کلام اس کا مقتضی نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کی خود پر فضیلت بیان کی بلکہ ظاہر حالت میں صرف فضیلت دینے سے روکنا مقصود ہے۔

دوم: یہ کہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا بر طریق تواضع وانکسار تھا اور عُجب وتکبر کی نفی مقصود تھی۔ مگر یہ جواب اعتراض سے نہیں بچتا۔

سوم: یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے مابین ایسی فضیلت نہ دو جو کسی کی تنقیص کی طرف لے جائے یا ان میں کوئی عیب نکالے۔ خصوصاً حضرت یونس ﷵ کے بارے میں اللہ ﷻ نے خبر دی جو خبر دی تاکہ نہ واقع ہو کسی جاہل کے دل میں ان کی طرف سے حقارت یا ان کے بلند رتبہ میں تنقیص۔ اس لئے کہ اللہ ﷻ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب وہ بھری ہوئی کشتی کے پاس

1۔ صحیح بخاری کتاب المناقب جلد۲ صفحہ۱۲۷ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد۲ صفحہ۱۸۴۳)

دوڑے اور جب وہ غصہ ہو کر گئے اور گمان یہ کیا ہم ان پر قادر نہ ہوں گے۔اس لئے بسا اوقات اپنی جہالت سے یہ خیال کر گزرا ہے کہ (معاذ اللہ) ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی۔

چہارم: یہ کہ نبوت ورسالت کے حق میں فضیلت دینے کی ممانعت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام نبوت ورسالت میں ایک ہی درپر ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ ایک ہی چیز ہے جس میں باہمی فضیلت نہیں ہے۔فضیلت تو حالات کی زیادتی اور خصوصیات وکرامات اور مراتب والطاف میں ہے۔ لیکن فی نفسہ نبوت میں کوئی تفاضل (فضیلت) نہیں ہے۔درآنحالیکہ تفاضل تو نبوت کے بعد دوسرے زائد امور کی بنا پر ہے۔اس لئے تو کوئی ان میں سے صرف رسول ہے اور کوئی رسولوں میں اولوالعزم رسول ہے اور کسی کا ان میں سے مرتبہ بلند کیا گیا اور کسی کو بچپن ہی میں حکمت سے نواز دیا گیا اور کسی کو کتاب زبور مرحمت فرمائی اور کسی کو بینات ومعجزات دیے گئے۔

اوران میں سے کسی سے اللہ ﷻ نے کلام فرمایا اور کسی کے درجے بلند کئے۔اللہ ﷻ فرماتا ہے: ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور فرماتا ہے: وہ رسول ہیں کہ ہم نے کسی کو کسی پر فضیلت دی۔(پ۳ ال عمران۱)

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ تفضیل یعنی ان کو بڑھانے سے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ان کو فضیلت دی جائے اس کی تین حالتیں ہیں۔

یا تو یہ کہ ان کی نشانیاں اور معجزات خوب روشن ومشہور ہیں یا ان کی امت پاکیزہ اور شمار میں زیادہ ہو یا باعتبار ان کی اپنی ذات کے راجع ہوگی ان خصوصیات کی طرف جن کے سبب اللہ ﷻ نے ان کو مخصوص فرمایا ہے۔وہ یہ کہ ان کی اپنی بزرگی اور خصوصی کلام سے نوازے یا خلت یا رویت یا جس سے اللہ ﷻ چاہے اپنی مہربانی سے ولایت اور اپنی خصوصیات سے سرفراز کرے۔

بیشک نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک نبوت کی کچھ ذمہ داریاں (ثقل) ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہونا چاہا جس طرح کہ اونٹنی کا وہ بچہ جو فصل ربیع میں پیدا ہو۔(کہ وہ بوجھ سے علیحدہ رہتا ہے) (مستدرک جلد ۲ صفحہ ۵۸۴)

پس حضور ﷺ نے اس قسم کے وہمی فتنوں سے محفوظ رکھا کہ کہیں اس کے سبب وہ اس میں مبتلا نہ ہو جائے اور ان کے منصب نبوت میں جرح اور ان کی برگزیدگی میں تنقیص اور ان کے مرتبہ میں کمی اور ان کی عصمت (پارسائی) میں اہانت نہ کرنے لگے۔اپنی امت پر حضور ﷺ کی یہ بڑی شفقت ہے۔

ترتیب کے اعتبار سے یہ توجیح (تاویل) پانچویں بن جاتی ہے۔وہ یہ کہ ضمیر (انا) راجع ہے قائل

کی اپنی ذات (یعنی نبی کریم ﷺ کی طرف) یعنی کوئی یہ گمان نہ کرے اگر چہ وہ دانائی اور عصمت (پاکیزگی) اور طہارت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گیا ہو کہ وہ اس وجہ سے جو اللہ ﷻ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔ اب حضرت یونس علیہ السلام سے افضل و بہتر ہے۔

کیونکہ نبوت کا درجہ ہی (فی نفسہ) بہت بلند و بالا ہے۔ بلاشبہ یہ مراتب ان سے ایک رائی کے دانے بلکہ اسی سے بھی کم تر تک کم نہیں ہوئے (یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا مرتبہ خفیف سے خفیف بھی کم نہیں ہوتا)

ہم تیسری قسم میں انشاء اللہ ﷻ اس سے زیادہ بیان کریں گے۔ اب تم کو اس کی غرض معلوم ہوگئی اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے معترض کا اعتراض جاتا رہا۔ اللہ ﷻ ہی کے جانب سے توفیق ہے وہی مددگار ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

تیرہویں فصل

حضور ﷺ کے اسماء گرامی کے بیان میں فضائل کا بیان

حدیث: حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کے والد سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں۔

میں ''محمد'' ہوں اور میں ''احمد'' ہوں اور میں ''ماحی'' ہوں کہ میرے ذریعے اللہ ﷻ نے کفر کو مٹایا اور میں ''حاشر'' ہوں کہ میرے نقش قدم پر لوگ اٹھیں گے اور میں ''عاقب'' پیچھے آنے والا ہوں۔ اور اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں میرا نام محمد اور احمد رکھا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۲ صفحہ ۱۴۲۸ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۲ صفحہ ۱۸۲۸)

پس اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو یہ خصوصیت دی ہے کہ آپ ﷺ کے ناموں کو آپ ﷺ کی ثناء کے ضمن میں بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کے ذکر کے درمیان آپ ﷺ کے شکر عظیم مضمر (پوشیدہ) کیا ہے۔

آپ کا نام اَحْمَدُ بروزن اَفْعَلُ ہے جو آپ کی صفت حمد میں مبالغہ ہے اور محمد بروزن مُفَعَّلٌ ہے جو آپ ﷺ کی کثرت حمد میں مبالغہ ہے۔ پس حضور ﷺ حمد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور ان سب سے افضل ہیں جن کی تعریف کی جاتی ہے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر حمد کرنے والے ہیں۔

پس آپ ﷺ تعریف کئے ہوؤں میں سب سے بڑھ کر تعریف کئے ہوئے (محمد) ہیں اور تعریف کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر تعریف کرنے والے ہیں۔

اور آپ ﷺ کے ساتھ بروز قیامت لواء الحمد ہوگا تاکہ آپ ﷺ کے لئے حمد کی تکمیل ہو

جائے اور میدان حشر میں آپ صفتِ حمد سے شہرت پائیں اور وہاں اللہ ﷻ آپ ﷺ کو مقام محمود میں بھیجے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے۔ اس جگہ اولین و آخرین ان کی شفاعت کی وجہ سے آپ ﷺ کی تعریف کریں گے اور اس جگہ آپ ﷺ پر حمد کے الفاظ کھولے جائیں گے۔ جیسا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی کو وہ (الفاظ) نہیں دیئے گئے۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں میں آپ ﷺ کی امت کا نام حمادین (بہت تعریف کرنے والے) رکھا ہے۔ حقیقتاً آپ ﷺ اسی لائق ہیں کہ آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ رکھا جاتا۔

پھر آپ ﷺ کے ان دونوں ناموں میں عجیب و غریب خصوصیتوں اور نشانیوں کے علاوہ ایک دوسری خوبی بھی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے نام مبارک کی ایسی حفاظت فرمائی ہے کہ کسی نے آپ ﷺ کے زمانہ اقدس سے پہلے یہ دونوں نام نہیں رکھے۔ لیکن احمد ﷺ جو کہ کتب سابقہ میں آیا ہے اور انبیاء علیہم السلام نے اس کی بشارت دی ہے۔ اس کو اللہ ﷻ نے اپنی حکمت سے منع فرما دیا کہ کوئی اور آپ ﷺ کے سوا اس نام کو رکھے اور نہ آپ ﷺ سے سوا کوئی اس نام سے پکارا جائے تا کہ کسی کمزور دل پر اس سے شک و شبہ نہ پڑے۔

اسی طرح محمد ﷺ بھی ہے کہ عرب و غیر عرب میں سے کسی نے بھی یہ نام کسی کا نہ رکھا۔ یہاں تک کہ یہ بات آپ ﷺ کے وجود گرامی اور آپ ﷺ کی پیدائش سے کچھ پہلے ہی مشہور ہو گئی کہ ایک نبی مبعوث ہوگا جس کا نام مبارک محمد ﷺ ہوگا۔ پھر عرب کے تھوڑے لوگوں نے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھا۔ اس امید پر کہ ان میں سے شاید کوئی وہی ہو اور اللہ ﷻ ہی خوب جانتا ہے جس جگہ وہ اپنی رسالت رکھے گا۔

وہ لوگ (جنہوں نے آپ کی پیدائش سے کچھ قبل اپنے فرزندوں کے نام محمد رکھے) یہ ہیں۔ محمد بن اُحَیحہ بن الجلاح الأوسی بن الجلاح الاوس۔ محمد بن مسلمہ انصاری۔ محمد بن براء البکری۔ محمد بن سفیان بن مُجاشع۔ محمد بن حمران الجعفی۔ محمد بن خزاعی السلمی اور ساتواں نام کا کوئی بتائے۔ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جس کا نام محمد رکھا گیا وہ محمد بن سفیان ہے اور اہل یمن کہتے ہیں کہ بلکہ محمد بن یحمدؔ (قبیلۂ ازد) کا ہے۔

پھر اللہ ﷻ نے حفاظت فرمائی کہ ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہے وہ نبوت کا دعویٰ کرے یا اس کو کوئی اس کے ساتھ پکارے یا اس پر کوئی سبب ظاہر ہو جائے جس سے کوئی آپ ﷺ کے بارے میں شک کر سکے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں نام آپ ﷺ کے لئے خوب متحقق و ثابت ہو گئے۔ اور کوئی ان

دونوں ناموں میں نزاع نہ کر سکا۔

لیکن حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ میں وہ ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ ﷻ نے کفر کو مٹایا۔ سواس کی تفسیر اس حدیث کے ضمن میں گزر چکی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کفر کو مٹانے سے یا تو مکہ سے یا عرب کے شہروں سے یا زمین کے ان حصوں سے جو آپ ﷺ کے قبضہ میں آئے مراد ہو اور وعدہ کیا گیا کہ آپ ﷺ کی امت کا ملک آپ ﷺ کو ملے گا یا محو یعنی مٹنے سے مراد عام ہو۔ بایں معنی کہ ظہور و غلبہ ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. کہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے۔

(پ۲۸۔الصف۹) (ترجمہ کنزالایمان)

اور بیشک حدیث میں اس کی تفسیر یوں وارد ہے کہ آپ وہ ہیں جن کے سبب ان لوگوں کے گناہ جو آپ ﷺ کے متبع ہیں مٹائے جائیں گے[1] اور حضور ﷺ کا ارشاد کہ میں وہ حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھیں گے۔ یعنی میرے زمانہ اور میرے عہد پر۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا: وَ خَاتِمَ النَّبِيّٖنَ (نبیوں کا آخر ہوں) اور آپ ﷺ کا نام عاقب رکھا گیا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ تمام نبیوں کے پیچھے (آخر) میں تشریف لائے ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ میں ایسا پچھلا آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ عَلٰى قَدَمِيْ کے معنی میں ایک روایت ہے کہ یعنی لوگ میرا مشاہدہ کرتے ہوئے اٹھیں گے یا لوگ میرے سامنے اٹھیں گے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پ۲۔البقرہ۱۴۳) تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تم پر گواہ ہو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے قدم پر یعنی میں ان سے پہلے نکلوں گا۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ. ان کے لئے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ (پ۱۱۔یونس۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے قدم پر یعنی میرے سامنے اور میرے گرداگرد یعنی میری طرف بروز قیامت سب جمع ہو کر آئیں گے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے قدم پر یعنی میری سنت پر۔

آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ اس کے معنی میں ایک روایت یہ ہے کہ پانچوں نام سابقہ کتب سماویہ میں موجود ہیں اور سابقہ امتوں کے اہل علم کے نزدیک میرے یہ پانچ

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ا صفحہ ۱۵۶

نام ہیں۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ میرے دس نام ہیں۔[1] ان میں سے طٰہٰ اور یٰس کو بیان فرمایا۔ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حکایت کی۔

بعض تفسیروں میں ایک روایت ہے کہ "طٰہٰ" یعنی اے "طاہر" اے ہادی۔ "یٰس" یعنی اے سید۔ سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو واسطی اور جعفر بن محمد رحمہما اللہ سے بیان کیا۔ اوروں نے مجھ سے بیان کیا دس نام ہیں۔ پانچ تو وہی ہیں جو پہلی حدیث میں مذکور ہیں۔ فرمایا اور میں رسول رحمت[2] اور رسول راحت اور رسول ملاحم ہوں اور میں "مقفّی"[3] کہ نبیوں کے پیچھے آنے والا ہوں اور میں قیّم[4] ہوں اس کے معنی جامع کامل کے ہیں۔ ایسا ہی میں نے اس کو پایا اور میں اس کو روایت نہیں کرتا۔

میں دیکھتا ہوں کہ دوست قثم (بالثاء) ہے (یعنی بانٹنے اور تقسیم فرمانے والے) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کو بعد میں حربی رحمۃ اللہ علیہ سے اور یہی تفسیر کے ساتھ زیادہ مناسب ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں واقع ہوا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے رب ﷻ ہمارے لئے محمد ﷺ کو بھیج جو سنت کو قائم فرمانے والے انقطاع وحی کے بعد ہیں۔ پس قیّم اسی معنی میں ہے۔

نقاش رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ میرے قرآن کریم میں سات نام ہیں۔ محمد' احمد' یٰس' طٰہٰ' المدثر' المزمل اور عبداللہ۔ ﷺ کثیرًا کثیرًا۔ (امام ذہبی بحوالہ مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۲)

جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ چھ نام ہیں۔ محمد' احمد' خاتم' عاقب' حاشر' ماحی ﷺ کثیرًا کثیرًا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ہمیں اپنے نام بتلایا کرتے تھے۔ پس فرماتے ہیں:

محمد' احمد' مقفّی' حاشر' نبی التوبہ' نبی الملحمہ اور نبی الرحمہ ہوں۔ ﷺ

(صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۲ صفحہ ۱۸۲۹)

اور ایک روایت میں المرحمۃ' راحۃ ہے۔ یہ تمام کے تمام صحیح ہیں۔ انشاء اللہ ﷻ۔

مقفّی کے وہی معنی ہیں جو عاقب کے ہیں لیکن نبی رحمت' نبی توبہ' نبی مرحمہ اور نبی راحت سو

۱۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۶۱

۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۰۵

۳۔ حلیہ لابی نعیم کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۲

۴۔ مسند الفردوس للدیلمی کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۲

اس کی دلیل یہ ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔ (پ۱۷ الانبیاء ۱۰۷) (ترجمہ کنز الایمان)

اور جیسا کہ حضور ﷺ کی مدح وثنا میں فرماتا ہے:

یُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔ یعنی ان کو پاک کرتا ہے اور قرآن و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (پ۴ ال عمران ۱۶۴)

وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍO (پ۶ المائدہ ۱۶) اور سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے۔

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْ فٌ رَّحِیْمٌ۔ (پ۱۱ التوبہ ۱۲۸) اور مومنوں کے ساتھ مہربان ورحیم ہے۔

اور آپ ﷺ کی اُمت مرحمہ کی تعریف میں اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ O یہ امت ہے جو صبر کی وصیت کرتے ہیں اور مرحمت کی وصیت کرتے ہیں۔ (پ۳۰ البلد ۱۷) (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں۔ پس آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی امت کے لئے اور تمام جہان والوں کے لئے رحمت، رحیم بھیجا جو رحم کھانے والے اور ان کے لئے استغفار کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کی امت کو امت مرحومہ بنایا اور اس کی تعریف رحمت کے ساتھ فرمائی اور حضور ﷺ کو ایک دوسرے پر رحم فرمانے کا حکم دیا اور اس کی تعریف کی۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔ بیشک اللہ ﷻ اپنے بندوں میں سے رحم کھانے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز جلد ۲ صفحہ ۷ صحیح مسلم کتاب الجنائز جلد ۲ صفحہ ۶۳۶)

اور فرمایا: ایک دوسرے پر رحم کرنے والوں پر قیامت کے دن رحمٰن رحم فرمائے گا۔ تم زمین میں رحم کروتا کہ وہ تم پر رحم کرے جو آسمان میں ہے۔

(سنن ترمذی کتاب البر جلد ۳ صفحہ ۲۱۷ سنن ابوداؤد کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۳۰۶)

جبکہ ''نبی الملحمہ'' کی روایت، تو یہ اشارہ اس طرف ہے کہ حضور ﷺ جہاد اور تلوار کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور یہی صحیح ہے۔

اور حذیفہ ﷛ نے ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کے مثل روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نبی الرحمۃ، نبی التوبہ اور نبی الملاحمہ ﷺ ہیں۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۹۷)

حربی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی حدیث میں روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا۔ اس نے مجھ سے کہا: آپ قُثَم [1] یعنی جمع کرنے والے ہیں (مجموعہ کی مدت ہیں) حربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قُثَم کے معنی ہیں بھلائی کا جمع کرنے والا۔ اور یہ وہ نام حضور ﷺ کے گھر والوں کو معلوم تھا۔

حضور ﷺ کے القاب وصفات قرآن کریم میں ان کے علاوہ جو ہم نے بیان کئے' بکثرت آئے ہیں۔ جیسے نور' سراج' منیر' منذر' نذیر' مبشر' بشیر' شاھد' شھید' الحق' المبین' خاتم النبیین' رؤف' رحیم' امین' قدم صدق' رحمۃ للعلمین' نعمۃ اللہ' عروۃ و ثقیٰ' صراط مستقیم' نجم ثاقب' کریم' نبی ءِ اُمی' اور داعی الی اللہ یہ آپ ﷺ کے اوصاف کثیرہ اور علامات جلیلہ ہیں۔

اور اللہ ﷻ کی گزشتہ کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کے اور احادیث نبوی اور امت کی بول چال میں مکمل طریقہ سے آپ ﷺ کے نام آ چکے ہیں۔

جیسے مصطفیٰ' مجتبیٰ' ابوالقاسم' حبیب' رسول رب العالمین' شفیع' مشفع' متقی' مصلح' طاہر' مہیمن' صادق' مصدوق' ہادی' سید ولد آدم' سید المرسلین' امام المتقین' قائد الغر المحجلین' حبیب اللہ' جمیل الرحمٰن' صاحب الحوض المورود وشفاعت' المقام المحمود' صاحب الوسیلہ' صاحب الفضیلہ' صاحب الدرجۃ الرفیعۃ' صاحب التاج والمعراج اللِّوا ءِ والقضیب (عصا) راکب البرق الناقۃ' نجیب' صاحب الحجۃ السلطان' خاتم' علامتہ برہان' صاحب الہراوۃ' صاحب النعلین۔ کتابوں میں آپ ﷺ کے یہ نام بھی ہیں۔ المتوکل' المختار' مقیم السنۃ' المقدس' روح القدس' روح الحق۔

اسی معنی میں انجیل میں فارقلیط ہے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ فارقلیط اس کو کہتے ہیں جو حق و باطل میں تفریق کرے۔ گزشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کے یہ نام بھی ہیں۔ ماذ ماذ بمعنی طیب' حمطایا' خاتم' حاتم۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے اس کی حکایت کی۔

ثعلب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خاتم وہ ہے جس سے نبیوں کے سلسلۂ آمد کو روکا جائے اور حاتم کے معنی یہ ہیں کہ نبیوں میں جو پیدائش اور اخلاق میں سب سے بڑھ کر عمدہ ہو۔

سریانی زبان میں آپ ﷺ کا نام یہ ہے۔ ''مشفح'' یعنی محمد ''منحمنا'' یعنی روح القدس یا محمد اور توریت میں آپ ﷺ کا نام اُحید ہے۔ یہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔

صاحب القضیب کے معنی تلوار والے کے ہیں۔ انجیل میں اس کی یوں تفسیر آئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ کے ساتھ لوہے کی تلوار ہوگی جس سے آپ ﷺ جہاد کریں گے

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۱۱۲

اور آپ ﷺ کی امت بھی ایسی ہی ہوگی۔

اور یہ بھی محمول کیا گیا ہے۔ قضیب آپ ﷺ کی ایک لمبی شاخ تھی جس کو آپ ﷺ ہاتھ میں لیا کرتے تھے۔ اور وہ اب خلفاء کے پاس ہے لیکن "ہراوہ" جس سے آپ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے لغت میں اس کے معنی عصا کے ہیں۔ مجھے خیال ہے واللہ اعلم کہ اس سے وہ عصا مراد ہے جو حدیث حوض میں مذکور ہے کہ اپنے اس عصا سے یمن والوں کے لئے لوگوں کو ہٹاؤں گا۔

لیکن "تاج" اس سے مراد عمامہ ہے اور اس وقت سوائے عرب کے اور کوئی عمامہ نہیں پہنتا تھا۔ عمامے عرب کے تاج ہیں۔ آپ ﷺ کے اوصاف القاب اور علامات کتابوں میں بہت ہیں۔ ان میں سے بقدر کفایت انشاء اللہ ﷻ ہم نے ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ کی مشہور کنیت ابوالقاسم ہے۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم ؓ پیدا ہوئے تو جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا اِبْرَاهِیْمَ. (دلائل النبوۃ بیہقی جلد ا صفحہ ۱۶۴)

چودھویں فصل

اللہ ﷻ نے اپنے اسماء کے ساتھ آپ ﷺ کے نام رکھے

اس میں کہ اللہ ﷻ نے اپنے اسماء حسنٰی اور صفات علیا کے ساتھ آپ ﷺ کا نام رکھ کر آپ ﷺ کو شرف وفضیلت مرحمت فرمائی۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق دے فرماتے ہیں کہ یہ فصل پہلے باب کی فصلوں کے ساتھ بہت نفیس اور عمدہ ہے کیونکہ اس کو انہیں کے مضامین کی لڑی میں پرو کر اسی شیریں چشمہ میں ملا دیا ہے۔

لیکن اللہ ﷻ اس کے استنباط کی ہدایت کی طرف کسی سینہ کو اسی وقت کھولتا ہے اور کسی فکر کو اس کے جوہر نکالنے اور اس کے لینے کی طرف اسی وقت روشن کرتا ہے۔ جب وہ اس سے پہلی فصلوں پر غور وخوض کرے۔ لہٰذا میں نے یہ مناسب جانا کہ اس کو انہیں فصلوں کے ساتھ ملا دوں اور اس کی خوبیوں کو جمع کر دوں۔

اب تم سمجھو! اللہ ﷻ نے بہت نبیوں کو ایک بزرگی سے خاص کیا ہے اور ان کو اپنے ناموں میں سے ایک نام کی خلعت عنایت فرمائی ہے جیسے حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام

علیم وحکیم رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم، حضرت نوح علیہ السلام کو شکور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بر (نیکی)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کریم وقوی، حضرت یوسف علیہ السلام کو حفیظ وعلیم، حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد نام عنایت فرمائے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ان کے تذکروں کے درمیان اللہ ﷻ نے فرمایا ہے۔

ہمارے نبی ﷺ کو اللہ ﷻ نے اس طرح فضیلت دی کہ آپ ﷺ کو ان ناموں کا لباس پہنایا اور آراستہ کیا جو اپنی کتاب مجید اور گزشتہ نبیوں کی بے شمار کتابوں میں مذکور ہیں اور ان کو ہمارے لئے بعد فکر وذکر کے مجتمع کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے ان دو ناموں سے بڑھ کر کسی نام کو نہ پایا کہ کسی نے جمع کئے ہوں اور نہ ایسے شخص کو پایا جس نے اس میں دو فصلیں تالیف کی ہوں۔ مگر ہم نے ان میں سے اسی فصل میں تقریباً تیس نام لکھے ہیں اور غالباً اللہ ﷻ نے جیسا مجھے ان اسماء کا علم الہام فرمایا اور اس کی حقیقت ظاہر فرمائی۔ اسی طرح اس کے مبین (بیان) کرنے میں اپنی اس نعمت کو پورا فرما دے جواب تک ہمیں آشکارہ نہیں ہوئی ہے اور اس کے بند دروازہ کو کھول دے۔

پس اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک نام حمید ہے۔ اس کے معنی محمود ہیں کیونکہ اس نے آپ ﷺ اپنی تعریف کی ہے اور اس کے بندوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔

نیز اس کے معنی حامد کے بھی ہیں۔ یعنی وہ اپنی خود تعریف کرنے والا اور اپنے بندوں کے نیک اعمال کی تعریف کرنے والا ہے اور اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کا نام نامی محمد ﷺ اور احمد ﷺ رکھا ہے۔ پس محمد بمعنی محمود ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں آپ ﷺ کے اس نام کا ذکر ہے اور احمد کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ حمد کرنے والوں میں سب سے بڑے ہیں اور جن کی تعریف کی گئی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ اسی طرح حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهُ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ ﷻ نے اپنے نام سے آپ ﷺ کا نام نکالا تاکہ آپ ﷺ کی عزت ہو۔ پس صاحب عرش (اللہ ﷻ) محمود ہے اور آپ محمد ﷺ ہیں۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ''اَلرَّءُ وْف، اَلرَّحِیْم'' ہے۔ وہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں اور قرآن کریم میں آپ ﷺ کا نام بھی یہی رکھا۔ فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (پ۱۱ التوبہ ۱۲۸)   آپ مسلمانوں کے ساتھ مہربان اور رحیم ہیں۔

اور اللہ ﷻ کے ناموں میں "الحق المبین" ہے۔ اور حق کے معنی "موجود" اور "حقیقت الامر" کے ہیں۔ اسی طرح المبین یعنی امر روشن کے معنی ہیں۔ مطلب یہ کہ اس کی الوہیت روشن اور ظاہر ہے۔ بان اور ابان کے ایک ہی معنی روشن و ظاہر کے ہیں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ ﷻ اپنے بندوں کے لئے ان کے دینی اور اخروی امور ظاہر فرمانے والا ہے اور اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کا نام بھی قرآن کریم میں یہی رکھا۔ چنانچہ فرمایا:

حَتّٰی جَآءَ هُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ○ (پ۲۵ الزخرف ۲۹)

یہاں تک کہ ان کے پاس حق آیا اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرماتا ہے:

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ○ (پ۱۴ الحجر ۸۹)

فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرمایا:

قَدْ جَآءَ كُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ. (پ۱۱ یونس ۱۰۸)

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرمایا:

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ ط (پ۷ الانعام ۵)

بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس تشریف لائے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ایک روایت میں ہے۔ اس سے مراد "محمد ﷺ" ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ "قرآن" مراد ہے لیکن اس جگہ حق کے وہ معنی ہیں جو باطل کی ضد ہے اور صدق ہے۔ یہ پہلے معنی کے ساتھ ہے اور "المبین" کا مطلب یہ ہے کہ جس کا حکم واضح اور روشن ہو اور اس کی رسالت ظاہر ہو یا یہ معنی ہیں کہ یہ رسول ﷺ اللہ ﷻ کی جانب سے بیان کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ. (پ۱۴ النحل ۴۴)

کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اُترا اور کہیں دھیان کریں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اللہ ﷻ کے ناموں میں سے ایک نام "نور" ہے۔ اس کے معنی صاحب نور، مالک نور ہیں۔ یعنی اس کا پیدا کرنے والا ہے یا آسمانوں اور زمین کو انوار کے ساتھ منور کرنے والا اور مومنین کے دلوں کو ہدایت کے ساتھ منور کرنے والا مراد ہے۔

اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کا نام بھی نور رکھا۔ چنانچہ فرمایا:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ o بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ (پ۶۔المائدہ۱۵) (ترجمہ کنزالایمان)

ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کہا گیا کہ قرآن مراد ہے۔

اور اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کا نام "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" رکھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کا حکم روشن اور آپ ﷺ کی نبوت ظاہر ہے اور آپ ﷺ مسلمانوں اور عارفوں کے دلوں کو جو آپ ﷺ لائے ہیں اس سے منور فرمانے والے ہیں۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں سے ایک نام "اَلشَّھِیْدُ" ہے۔ اس کے معنی عالم یعنی جاننے والے کے ہیں اور ایک روایت کے بموجب بمعنی شاہد یعنی گواہ کے ہیں جو اپنے بندوں پر بروز قیامت گواہی دے گا اور نبی کریم ﷺ کا نام بھی اللہ ﷻ نے شہید اور شاہد رکھا۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا. (پ۲۲۔الاحزاب۴۵) ہم نے آپ کو شاہد بھیجا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط اور یہ رسول تم پر گواہ ہو۔

(پ۲۔البقرہ۱۴۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اس جگہ شہید بمعنی شاہد ہے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں "اَلْکَرِیْمُ" بھی ہے۔ اس کے معنی بہت سی بھلائی کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ احسان کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ معاف کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ اس کے معنی بلند کے ہیں اور اللہ ﷻ کے اسماء کے بیان میں جو حدیث ہے اس میں اَلْاَکْرَمُ ہے۔

اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کا نام بھی کریم رکھا۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ o بیشک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(پ۳۰۔التکویر۱۹) (ترجمہ کنزالایمان)

ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدَ آدَمَ. یعنی میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں۔

اور کریم واکرام کے معنی حضور ﷺ کے حق میں صحیح ہیں۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک نام "اَلْعَظِيْمُ" ہے۔اس کے معنی ایسا بڑی شان والا کہ اس کے سوا ہر چیز کم ہو اور اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٥ بیشک تمہاری خو بو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔

(پ ۲۹۔القلم ۴) (ترجمہ کنزالایمان)

اور توریت کے حصہ اول میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مروی ہے کہ عنقریب ایک عظیم فرزند امت عظیمہ کے لئے پیدا ہوگا۔وہ عظیم ہوگا اور بڑے خلق پر ہوگا۔

اور اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک نام "اَلْجَبَّارُ" ہے۔اس کے معنی اصلاح کرنے والا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ قاہر اور ایک روایت میں بلند بڑی شان والے کے معنی بیان کئے ہیں۔ کہا گیا کہ متکبر اس کے معنی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں نبی کریم ﷺ کا نام "جَبَّارْ" رکھا۔انہوں نے کہا: اے جبار! آپ ﷺ اپنی تلوار لٹکا یئے کیونکہ آپ ﷺ کی ناموس (عزت) اور آپ ﷺ کی شریعت آپ ﷺ کے تصرف کے دبدبہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے حق میں اس کے معنی یا تو ہدایت وتعلیم کے ساتھ اپنی اُمت کی اصلاح فرمانا یا اپنے دشمنوں پر قہر فرمانا یا نوع انسانی پر اپنے مرتبہ کو بلند فرمانا یا آپ ﷺ کا بڑا خطرہ ہونا مراد ہے اور اللہ ﷻ نے آپ ﷺ سے اس تکبر کے غلبہ کو جو آپ ﷺ کی شان کے لائق نہیں، نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

(پ ۲۶۔ق ۴۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ کے ناموں میں "اَلْخَبِيْرُ" بھی ہے۔اس کے معنی اشیاءِ عالم کی حقیقت کی خبر دینے والے اور اس کے جاننے والے کے ہیں اور ایک روایت میں اس کے معنی "اَلْمُخْبِرُ" (خبر دینے والا) ہے۔اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ٥ وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔

(پ ۱۹۔الفرقان ۵۹) (ترجمہ کنزالایمان)

قاضی بکر بن علاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سوال کا حکم غیر نبی ﷺ کو ہے اور مسئول وخبیر نبی کریم ﷺ ہیں۔

دوسروں نے کہا کہ سائل حضور ﷺ ہیں اور مسئول اللہ ﷻ ۔ مذکورہ دونوں وجھوں سے نبی کریم ﷺ ہی خبیر ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس لئے کہ آپ ﷺ ان چیزوں کے انتہائی عالم ہیں۔ جن کو اللہ ﷻ نے اپنے مخفی علم سے آپ ﷺ کو بتایا اور آپ ﷺ کو ان کی بڑی معرفت کرائی۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے مخبر یعنی خبر دینے والے ہیں ان چیزوں کی جن کے بتلانے کی آپ ﷺ کو اجازت دی گئی ہے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک نام "اَلْفَتَّاحُ" ہے۔ اس کے معنی اپنے بندوں کے مابین حاکم یا رزق اور رحمت کے دروازے کھولنے والے کے ہیں اور جو امور ان پر بند ہیں ان کے کھولنے والے یا معرفت حق کے ساتھ ان کے قلوب اور بصیرتوں کو کھولتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی ناصر یعنی مدد کرنے والے کے ہوں۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ کُمُ الْفَتْحُ. یعنی اگر تم مدد چاہتے ہو تو بیشک تمہارے پاس مدد آ گئی۔ (پ۹ الانفال ۱۹) (ترجمہ کنز الایمان)

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے معنی فتح و نصرت کی ابتدا کرنے والے کے ہیں۔

اللہ ﷻ نے اپنے نبی سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کا فاتح کے ساتھ نام رکھا۔ واقعہ معراج کی طویل حدیث جو کہ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے ابی العالیہ رضی اللہ عنہ سے اور دوسروں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس میں اللہ ﷻ کا یہ ارشاد ہے۔

کہ میں نے آپ ﷺ کو فاتح اور خاتم بنایا اور اسی میں حضور ﷺ کا قول اپنے رب ﷻ کی ثناء اور اپنے مراتب کے شمار کرانے کے دوران میں ہے۔ "اور میرے لئے میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا۔" ہوسکتا ہے کہ اس جگہ فاتح بمعنی حاکم یا اپنی امت پر رحمت کے دروازوں کا کھولنے والا یا معرفت حق اور ایمان باللہ کے ساتھ ان کی بصیرتوں کا کھولنے والا یا حق کی مدد کرنے والا یا امت کو ہدایت کے ساتھ شروع کرنے والا یا انبیاء علیہم السلام میں ان کے آگے شروع کرنے والا مبدی و مقدم ہو اور آپ ﷺ ان انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے (آخری نبی) ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: میں پیدائش میں تو نبیوں سے پہلے ہوں اور بعثت میں ان کا آخر۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک نام حدیث شریف میں "اَلشَّکُوْرُ" ہے۔ اس کے معنی عمل قلیل پر بہت ثواب دینے والے کے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمانبرداروں کی تعریف کرنے والا اور اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اس صفت کے ساتھ توصیف بیان کی ہے۔ فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا. (پ۱۵۔الاسریٰ ۳) بیشک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی تعریف بھی خود اسی نام سے کی ہے۔ فرمایا کہ میں بہت شکر گزار بندہ نہ بنوں یعنی اپنے رب ﷻ کی نعمتوں کا اعتراف کرنے والا اُس کی قدرت کا جاننے والا اور اس پر بہت زیادہ میں تعریف کرنے والا ہوں۔

اسی قبیل سے اللہ ﷻ کا یہ ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ. اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

(پ۱۳۔ابراہیم ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ کے ناموں میں ''اَلْعَلِيْمُ' اَلْعَلَّامُ' عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ'' ہے۔ اور اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کی تعریف علم کے ساتھ کی ہے اور آپ ﷺ کو بہت زیادہ علم خصوصیت کے ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا٥ (پ۵۔النساء ۱۱۳) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ط (پ۲۔البقرہ ۱۵۱) اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ کے ناموں میں ''اَلْاَوَّلُ اور اَلْآخِرُ'' ہے۔ ان دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اشیاء کے وجود سے پہلے وہ سبقت کرنے والا اور اس کی فنا کے بعد باقی رہنے والا ہے اور حقیقت الامر بات یہ ہے کہ اس کا نہ کوئی اول ہے اور نہ آخر۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا: میں پیدائش میں تو تمام نبیوں کا اول ہوں اور بعثت میں ان کا آخر۔ (مقاصد حسنہ صفحہ ۵۲۱۔۵۲۰) اس کی تفسیر اللہ ﷻ کے اس فرمان کے ساتھ کی گئی ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ. (پ۲۱۔الاحزاب ۷) اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

پس حضور ﷺ کا مقدم ذکر کیا۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد کہ ہم ہی آخر اور سابق ہیں اور فرمان نبوی ﷺ ہے کہ زمین سے نکلنے والوں میں میں پہلا شخص ہوں اور جنت میں داخل ہونے والوں میں میں پہلا۔ شفاعت کرنے والوں

میں، میں پہلا اور شفاعت قبول کئے جانے والوں میں، میں پہلا ہوں اور آپ ﷺ ہی خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ''اَلْقَوِیُّ، ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ'' ہے۔ اس کے معنی قادر کے ہیں۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی تعریف اس کے ساتھ بھی کی ہے۔ فرمایا:

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ○ جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا۔ (پ۳۰۔ التکویر۲۰) (ترجمہ کنزالایمان)

ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہے اور کہا گیا کہ جبریل علیہ السلام مراد ہے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں اَلصَّادِقُ حدیث ماثور میں آیا ہے اور حضور ﷺ کا نام بھی حدیث میں صَادِقٌ وَ مَصْدُوْق کے ساتھ آیا ہے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ''اَلْوَلِیُّ، اَلْمَوْلٰی'' ہے۔ ان دونوں کے معنی مددکرنے والے کے ہیں۔ اللہ ﷻ نے فرمایا:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ. تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول۔

(پ۶۔ المائدہ ۵۵) (ترجمہ کنزالایمان)

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ. میں ہر مسلمان کا مددگار ہوں۔

(صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۲۸، سنن ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۳۲۰، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۶۲، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ. (پ۲۱ الاحزاب ۶) نبی زیادہ مددگار ہے مسلمانوں کے ساتھ۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ'' مَوْلَاهُ'. میں جس کا مددگار ہوں اس کے علی مددگار ہیں۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۹۷)

اللہ ﷻ کے ناموں میں ''اَلْعَفُوُّ'' ہے۔ جس کے معنی درگزر اور معاف کرنے کے ہیں۔ اللہ ﷻ نے قرآن کریم اور توریت میں اس نام کے ساتھ بھی حضور ﷺ کی تعریف فرمائی اور درگزر کرنے کا حکم دیا۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ. (پ۹۔ الاعراف ۱۹۹) درگزر سے کام لیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ۔ تو انہیں معاف کردو اور اُن سے درگزر کریں۔

(پ۶۔ المآئدہ ۱۳) (ترجمہ کنزالایمان)

جبریل علیہ السلام نے کہا: جب آپ ﷺ نے ان سے خُذِ الْعَفْوَ کے معنی دریافت فرمائے۔ فرمایا گیا جو آپ ﷺ پر ظلم کرے اس کو معاف فرمادیں۔

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ ﷻ توریت اور انجیل میں آپ کی یہ صفت بیان فرمائی۔ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ يَصْفَحُ یعنی آپ نہ تو بدخلق ہوں گے اور نہ سخت دل بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں "اَلْهَادِیْ" ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ﷻ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے ہدایت کی توفیق دے دیتا ہے اور اس کے معنی دلالت اور دعا کے بھی ہیں۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ط اللہ سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے۔

(پ۱۱۔ یونس ۲۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

(پ۱۱۔ یونس ۲۵) (ترجمہ کنزالایمان)

ہدایت کے سب معنوں کی اصل مائل ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تقدیم یعنی آگے پہنچانا ہے۔

ایک روایت میں طٰہٰ کی تفسیر میں ہے۔ یا طاہر، یا ہادی، اس سے حضور ﷺ مراد ہیں اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

(پ۲۵۔ الشوریٰ ۵۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے یہ بھی فرمایا ہے:

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا۔

(پ۲۲۔ الاحزاب ۴۶) (ترجمہ کنزالایمان)

پہلے معنی یعنی توفیق یہ اللہ ﷻ کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ. بیشک یہ نہیں کہ تم جسے چاہو اپنی طرف سے ہدایت کرو وہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔ (پ۲۰ القصص ۵۶) (ترجمہ کنزالایمان)

اور دلالت کے معنی میں ہدایت مطلق ہے جو ماسوی اللہ ﷻ کے لئے بولا جاسکتا ہے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں اَلْمُؤْمِنُ اور اَلْمُهَيْمِنُ ہے۔ ایک روایت کے بموجب یہ دونوں نام ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اللہ ﷻ کی جناب میں اَلْمُؤْمِنُ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بندوں سے جو وعدہ فرمایا ہے۔ اس کو پورا کرنے والا اپنی سچی بات پوری فرمانے والا اور اپنے مسلمان بندوں رسولوں کی تصدیق فرمانے والا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے معنی اپنی ذات میں یکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بندوں کو دنیا میں اپنے ظلم سے اور آخرت میں مسلمانوں کو اپنے عذاب سے امن دینے والا ہے۔

اَلْمُهَيْمِنُ کے معنی ایک روایت کے بموجب امین ہے۔ جو اس کا مصغر ہے۔ (صیغہ تصغیر میں) ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا گیا ہے اور بیشک یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی دعا میں آخر قول آمین اللہ ﷻ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے معنی مُؤْمِنُ کے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مُؤْمِنُ کے معنی شاہد اور حافظ کے ہیں۔ حضور ﷺ امین، مہیمن اور مؤمن ہیں۔ بیشک اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کا نام امین رکھا۔ چنانچہ فرمایا:

مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ. (پ۳۰ التکویر ۲۱) امانت دار ہے (ترجمہ کنزالایمان)

اور حضور ﷺ امین سے معروف تھے اور قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت آپ اسی نام سے مشہور ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے شعر میں آپ کا نام مہیمن رکھا۔

ثُمَّ احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ خِنْدِفٍ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یعنی پھر آپ کے شاہد نسب نے خندف (الیاس بن مضر کی بیوی) سے بلندی کو گھیر لیا جن کے نیچے ٹیکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ یَا اَیُّهَا الْمُهَيْمِنُ مراد ہے۔ اس کو قتیبی اور امام ابوالقاسم قشیری رحمہا اللہ نے روایت کیا۔

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے: يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (پ۱۰ التوبہ ۶۱) یعنی وہ اللہ کے ساتھ

ایمان رکھتا ہے اور مومنین پر یعنی تصدیق کرتا ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں۔ پس یہ بمعنی مومن ہے۔

اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک "اَلْـقُـدُّوْسُ" ہے۔ اس کے معنی تمام عیوب سے منزہ اور علامات حدث وفنا سے پاک کے ہیں۔ بیت المقدس کا نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہاں گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے۔ اسی قبیل سے وادی مقدس اور روح القدس ہے۔

گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں حضور ﷺ کے اسماء میں المقدس یعنی گناہوں سے پاک کرنے والا یا گناہوں سے منزہ، مکتوب ہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے۔ (پ۲۶۔ الفتح ۲) (ترجمہ کنز الایمان)

یا یہ کہ اس کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کی اتباع سے ستھرا بنا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے: وَيُزَكِّيْهِمْ. یعنی ان کو پاک کرتا ہے۔

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ. اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ (پ۶ المائدہ ۱۶) (ترجمہ کنز الایمان)

یا یہ کہ اس کے معنی مقدس یعنی اخلاق ذمیمہ اور اوصاف رذیلہ سے پاک ومبرا ہو۔

اور اللہ ﷻ کے ناموں میں ایک نام اَلْعَزِيْزُ ہے۔ اس کے معنی ممتنع اور غالب یا اس کا کوئی نظیر نہ ہو یا دوسروں کو عزت دینے والے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ. یعنی اللہ ہی کے لئے امتناع اور جلالت قدرت ہے۔ (پ۲۸۔ المنافقون ۸)

اور اللہ ﷻ نے اپنی تعریف بشارت اور نذرات (ڈرانے) سے کی ہے اور فرماتا ہے:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ. ان کو ان کا رب اپنی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا ہے۔ (پ۱۰ التوبہ ۲۱) (ترجمہ کنز الایمان)

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى. (پ۳ ال عمران ۳۹) اللہ تم کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کا نام مبشر، نذیر اور بشیر رکھا۔ یعنی آپ ﷺ فرمانبرداروں کو

بشارت دینے والے اور نافرمانوں کو ڈرانے والے ہیں۔

بعض مفسرین رحمہم اللہ نے اللہ ﷻ کے ناموں میں طٰہٰ اور یٰسین کو اس کا نام بیان کیا ہے اور بیشک بعض مفسرین رحمہم اللہ نے ان دونوں ناموں کو حضور ﷺ کے ناموں میں ذکر کیا ہے اور اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو بڑی شرافت اور بزرگی عطا فرمائی ہے۔

پندرھویں فصل

ایک نکتے کا بیان

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ ان کو توفیق دے، فرماتے ہیں:

اب میں اسی فصل میں اس کے ذیل اور ضمنی ایک نکتہ بیان کر کے اس قسم کو ختم کرتا ہوں اور اس نکتہ کے ذریعے ان مشکلوں کو دور کردوں گا جو ہر کمزور وہم اور بیمار فہم کو پیش آئے ہوں گے تاکہ اس کو تشبیہ کے غاروں سے نکالے اور ملمع ساز باتوں سے دور کردے۔

وہ یہ کہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ ﷻ جل اسمہ، اپنی صفات، عظمت کبریاء ملکوت اور اسماء حسنیٰ اور صفات علیاء میں اس حد تک ہے کہ اس کی مخلوق میں کوئی بھی ادنیٰ سا مشابہ بھی نہیں ہے اور نہ کسی کو اس سے تشبیہ بھی دی جاسکتی ہے۔ بلاشک وشبہ وہ جو شریعت نے مخلوق پر بولا ہے۔ ان دونوں میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ ﷻ کی صفات قدیم (ازلی ابدی دائمی) ہیں بخلاف مخلوق کی صفات کے (کہ وہ حادث فانی اور عطائی ہیں) جیسے کہ اس کی ذات تبارک وتعالیٰ دوسری (فانی) ذاتوں کے مشابہ نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کی صفات مخلوقوں کی صفات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ مخلوق کی صفات اعراض واغراض سے جدا نہیں ہوتیں۔ (عرض وغرض کے تحت ہوتی ہیں) اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے بلکہ وہ اپنی صفات واسماء کے ساتھ ہمیشہ سے ہے (اور ہمیشہ رہے گا) اس بارے میں یہ فرمان کافی ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ (پ۲۵۔الشوریٰ۱۱) اس جیسا کوئی نہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ ﷻ ہی کے لئے خوبی ہے۔ جن علماء، عارفین، محققین نے یہ کہا کہ توحید ایسی ذات کے ثابت کرنے کا نام ہے جو کہ اور ذاتوں کے مشابہ نہیں اور نہ صفات سے معطل ہے۔

واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کو خوب بڑھا کر بیان کیا ہے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی ذات کے مثل کوئی ذات نہیں اور نہ اس کے نام کے مثل کوئی نام اور نہ اس کے فعل

کے مثل کوئی فعل ہے اور نہ اس کی کسی صفت کے مثل کوئی صفت۔ مگر صرف لفظ کی لفظ کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ہے۔ اس کی قدیم ذات برتر ہے کہ اس کی کوئی صفت حادث ہو۔ جیسے کہ یہ محال ہے کہ کسی حادث ذات میں کوئی صفت قدیم ہو۔ یہ کل کا کل اہل حق' اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے۔

بلا شبہ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اس قول کی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ تفسیر کی ہے اور فرمایا کہ یہ حکایت تمام مسائل توحید کو مشتمل ہے۔ کیونکر اس کی ذات' محدث ذاتوں کے مشابہ ہو اس کی ذات اپنے وجود میں مستغنی ہے اور کیونکر اس کا فعل مخلوق کے فعل کے مشابہ ہو وہ فعل تو نفع محبت اور دفع نقص کے بغیر ہے اور نہ خطروں اور غرضوں کا گزر ہے اور نہ اعمال و محنت سے ظاہر ہوا اور مخلوق کا فعل ان وجوہات سے باہر نہیں۔

ہمارے مشائخ میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ جو کچھ تم اپنے وہموں سے وہم کرتے ہو یا اپنی عقلوں سے معلوم کرتے ہو۔ وہ تو تمہاری طرح حادث ہے۔

امام ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ جوینی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس موجود کی طرف مطمئن ہو گیا اور اس طرف اپنی فکر بس کردی۔ ارے وہ تو مشبہ ہے اور جو شخص نفی محض کی طرف ہو گیا وہ معطل ہے اور جو شخص ایک ایسے موجود کے ساتھ علاقہ رکھ کر اس کی حقیقت کے ادراک سے عجز کا اعتراف کرے' بس وہی موحد ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کی حقیقت میں کیا خوب کہا ہے کہ تم اس بات کو جان لو کہ اللہ ﷻ کی قدرت چیزوں میں بغیر محنت سے ہے اور مخلوق کا بنانا بلا مزاج اور سبب کے ہے۔ ہر چیز کی علت اس کی صفت ہے اور اس کی صفت کے لئے کوئی علت نہیں اور تمہارے وہم میں جو بھی متصور ہو اللہ ﷻ اس کے برعکس ہے۔ یہ کلام نہایت عجیب عمدہ اور محقق ہے اور اس کا آخری فقرہ اللہ ﷻ کے اس قول کی تفسیر ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ سے اور دوسرا ٹکڑا اس کے فرمان کی تفسیر ہے: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ. (پ ۱۷۔ الانبیاء ۲۳) جو اللہ ﷻ کرتا ہے اس سے پوچھا نہ جائے گا۔ حالانکہ وہ خود مسئول ہیں۔ اور تیسرا ٹکڑا اللہ ﷻ کے اس فرمان کی تفسیر ہے:

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (پ ۱۴۔ النحل ۴۰)

جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہ ہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ ہمیں اور تمہیں توحید اور اس کے اثبات اور اس کی تنزیہہ پر ثابت و قائم رکھے اور ضلالت و گمراہی یعنی تعطل و تشبیہہ کے کناروں سے اپنے فضل و احسان کے طفیل محفوظ رکھے۔ آمین۔

چوتھا باب

آپ ﷺ کے معجزات کے بیان میں

اس میں ان چیزوں کا بیان ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور کر دیا اور آپ ﷺ کو خصوصیات و کرامات کے ساتھ مشرف فرمایا ہے۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سوچنے سمجھنے والی یہ بات کافی ہے کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ ہم نے یہ کتاب نبی ﷺ کی نبوت کے منکر کے لئے جمع نہیں کی ہے اور نہ اس کے لئے جو آپ ﷺ کے معجزات پر طعن اور زبان درازی کرتا ہے کہ اس پر ہم دلائل قائم کرنے کے محتاج ہیں اور اس کے گوشوں کی قلعہ بندی کریں۔ تاکہ کوئی طعنہ کرنے والا اس تک نہ پہنچ جائے اور یہ کہ ہم عاجز کرنے والی شرائط اور تحدی اور اس کی تعریف کو بیان کریں اور ان لوگوں کے قول کے رد و فساد کا جو شرائع کے نسخ کو باطل کہتے ہیں کو ذکر کریں۔

بلکہ ہم نے اس کتاب کو ان اہل محبت کے لئے جمع کیا ہے جو کہ آپ ﷺ کی دعوت کو لبیک کہتے ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں تاکہ ان کی محبت اور مضبوط ہو جائے اور ان کے اعمال میں زیادتی ہو اور ان کے ایمان میں ایمان کی جلا ہو۔

ہماری مراد اور مقصد یہ ہے کہ اس باب میں آپ ﷺ کے بڑے بڑے معجزات اور آپ ﷺ کی مشہور تر نشانیاں ثابت کر دیں تاکہ اللہ ﷻ کی جناب میں جو آپ ﷺ کی قدر و منزلت ہے اس پر دلالت کرے۔ ان میں ہم وہی بیان کریں گے جو محقق اور صحیح الاسناد ہیں اور ان میں سے بیشتر وہ ہیں جو یقینی حد تک پہنچتے ہیں یا اس کے قریب اور ان کے ساتھ ہم نے ان کا بھی اضافہ کر دیا ہے جو آئمہ کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں اور جب کوئی منصف مزاج، غور کرنے والا ان پر غور کرے گا۔ جو ہم نے پہلے حضور ﷺ کے بارے لکھا ہے۔

یعنی آپ کے عمدہ اثرات، پسندیدہ سیرت، وفور علم، کمال عقل و حلم اور آپ ﷺ کے تمام کمالات، تمام خصائل، مشاہدۂ حالات، درست کلامی وغیرہ وہ تو آپ ﷺ کی نبوت کی صحت اور آپ ﷺ کی دعوت کی صداقت میں شک و تردد کر ہی نہیں سکتا۔ بلاشبہ یہ باتیں آپ ﷺ پر اسلام و ایمان لانے میں بہت سوں کو کافی ہوئی ہیں۔

ترمذی اور ابن قانع رحمہما اللہ وغیرہ نے اپنی سندوں کے ساتھ، یہ حدیث ہمیں روایت ہوئی

ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں قدم رنجہ ہوئے تو میں آپ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو خوب دیکھا تو میں فوراً پہچان گیا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ (اس کے بعد اس کی سند ذکر کی ہے)

(سنن ترمذی کتاب القیامہ جلد ۴ صفحہ ۶۵ سنن ماجہ کتاب الاقامہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۳ مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۶۲ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۰)

ابی رمثہ التیمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا۔ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہا: یہ اللہ ﷻ کے نبی ﷺ ہیں۔ (طبقات ابن سعد کما فی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۲)

اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ضماد جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں۔ اس کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں جس کو اللہ ﷻ ہدایت فرما دے۔ سو اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت پر نہیں لا سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تو اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کلمات کو پھر دوبارہ مجھ پر دہرائیے کیونکہ یہ سمندر کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میں آپ ﷺ کی بیعت کروں۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعہ جلد ۲ صفحہ ۵۹۳ مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۰۲ سنن نسائی کتاب النکاح جلد ۶ صفحہ ۸۹ سنن ابن ماجہ کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۱۹)

جامع ابن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد جس کو طارق کہا جاتا ہے اس نے ہمیں خبر دی کہ اس نے جب نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ میں دیکھا تو آپ نے فرمایا:

کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس کو تم بیچتے ہو۔

ہم نے کہا: یہ اونٹ ہیں۔

فرمایا: کیا قیمت ہے؟

ہم نے کہا: کھجور کے اتنے اتنے وسق (جو ساٹھ ساع کا ہوتا ہے) کے عوض بیچوں گا۔

تو آپ ﷺ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور (شہر) مدینہ لے گئے۔ تو ہم نے (آپس میں) کہا کہ اس اونٹ کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچا ہے جس کو ہم جانتے تک نہیں کہ وہ کون ہے۔

ہمارے ساتھ ایک بوڑھی عورت تھی اس نے کہا کہ میں اس اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں۔ میں نے اس شخص کے چہرہ کو دیکھا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی مانند ہے وہ تم سے دھوکہ نہ کرے

گا۔ پس جب ہم نے صبح کی تو ایک شخص کھجوریں لایا اور کہا کہ میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ تمہارے لئے فرمایا ہے کہ ان کھجوروں کو کھاؤ اور وزن کر کے اپنی قیمت لے لو۔ سو ہم نے کیا۔
(دلائل النبوۃ بیہقی کمانی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۱۱۲)

عمان کے بادشاہ جلندی کی حدیث میں ہے کہ جب اس کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی ہے تو جلندی نے کہا: خدا کی قسم مجھ کو اس نبی اُمی ﷺ پر یہ دلیل ملتی ہے کہ وہ کسی نیکی کی طرف جب ہی بلاتے ہیں جب وہ خود اس پر عامل ہوتے ہیں اور کسی برائی سے جب ہی روکتے ہیں جب وہ خود اس کے تارک ہوں اور بلاشبہ جب وہ غالب ہوتے ہیں تو غرور نہیں کرتے اور جب مغلوب ہوتے ہیں تو گھبراتے نہیں اور عہد و پیمان کا ایفا کرتے ہیں اور ایفائے عہد میں جلدی کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی (برحق) ہیں۔ (کتاب الردۃ عن ابن اسحاق کمانی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۱۱۲)

نفطویہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ ﷻ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہتے ہیں:

یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ قریب ہے کہ اس کا تن بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ (پ ۱۸۔ النور ۳۵) (ترجمہ کنز الایمان)

یہ اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کی مثال دی ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ عنقریب آپ ﷺ کا چہرہ آپ ﷺ کی نبوت پر دلالت کرے گا اگرچہ وہ قرآن کی تلاوت نہ کرے۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ لَكَانَ مَنْظَرُهُ يُنَبِّيْكَ بِالْخَبَرِ

یعنی اگر اس میں روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو آپ کا چہرہ ہی آپ کی (نبوت کی) خبر دیتا ہے۔

بیشک اب وقت آ گیا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت، وحی، رسالت کے بیان کو شروع کریں اور اس کے بعد قرآن کے اعجازات اور اس کے دلائل و براہین کو بیان کریں۔

پہلی فصل

اللہ ﷻ اپنے بندوں کو بغیر واسطہ کے اپنی ذات وصفات اور اسماء کا علم عطا فرما سکتا ہے

خبردار! بیشک اللہ ﷻ اس پر قادر ہے کہ اپنے بندوں کے دلوں میں اپنی معرفت، اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات کا علم اور تمام تکلیفات (دینی و دنیوی) کو شروع ہی میں بغیر کسی واسطہ کے اگر چاہے تو علم دے دے۔ جیسا کہ بعض نبیوں کے بارے میں سنت الٰہیہ مروی ہے۔ بعض مفسرین رحمہم اللہ اللہ ﷻ کے فرمان:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا. (پ۲۵۔الشوریٰ۵۱)

کسی آدمی کو یہ نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر۔

(ترجمہ کنزالایمان)

کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ یہ علوم اللہ ﷻ بغیر کسی واسطہ کے ان کو پہنچا دے اور ان کو اپنے کلام سے نواز دے یہ واسطہ یا تو انسان کے سوا ہو جیسے فرشتے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یا انہی کے جنس سے ہو جیسے انبیاء علیہم السلام امتوں کے ساتھ ہیں۔

اور اس بات کے لئے کوئی عقلی دلیل مانع نہیں اور جب یہ جائز ہے اور محال نہیں ہے اور رسول ﷺ ان چیزوں کو لائے ہیں جو ان کے صدق پر دلالت کرتی ہیں، وہ ان کے معجزات ہیں تو جو وہ لائے ہیں، ان سب کی تصدیق واجب ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا تحدی کے ساتھ معجزہ اللہ ﷻ کے اس فرمان کے قائم مقام ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، تم ان کی اطاعت واتباع کرو۔

اور آپ ﷺ کے صدق پر جو کچھ اللہ ﷻ نے فرمایا، گواہ ہے اور وہی کافی ہے۔

اس کو لمبا کرنا مقصود سے خارج ہے۔ اب جو بھی اس کے تلاش کرنے کا ارادہ کرے تو وہ ہمارے آئمہ رحمہم اللہ کی تصنیفات میں بھرپور پالے گا۔

نبوت کی لغوی تحقیق

نبوت اس لغت کے اعتبار سے جو ہمزہ سے پڑھے "نَبَاءٌ" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی خبر کے ہیں اور کبھی اس اعتبار و تاویل میں تخفیف و سہولت کے لئے ہمزہ نہیں دیا جاتا۔ اس صورت میں نبوت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اپنے غیوب پر مطلع کیا اور ان کو بتا دیا اور آپ ﷺ اس کے نبی ہیں۔ نبی کے معنی یا تو خبر دیتے ہوئے بصیغہ مفعول ہوگا یا مخبر خبر دینے والے بصیغہ اسم فاعل ان چیزوں کی جن کے ساتھ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اور ان چیزوں کی اطلاع دینا جن پر آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا ہے۔ اس وقت نبی بروزن فعیل بمعنی فاعل ہوگا۔

اور نبوت اس لغت کے اعتبار سے جو بغیر ہمزہ (مادہ) کے پڑھتے ہیں۔ نُبُوَّةٌ سے ماخوذ ہوگا جس کے معنی ہیں: "زمین کا بلند و مرفع حصہ"۔ تو اب نبوت کے (اصطلاحی) معنی یہ ہوں گے کہ اللہ ﷻ کی جناب میں آپ ﷺ کا مرتبہ آپ کی شرافت و منزلت بلند ہے۔ یہ دونوں وصف آپ ﷺ کے حق میں صحیح و درست ہیں۔

الرسول کی تحقیق

رسول اس کو کہتے ہیں جو مُرْسَلُ یعنی بھیجا گیا ہو۔ لغت میں بروزن فُعُوْلُ بمعنی مُفعَلُ نادر

ہی مستعمل ہے۔

آپ ﷺ کی رسالت یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو جن لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ان کو تبلیغ احکام کریں۔یہ تتابع سے مشتق ہے (جس کے معنی پے در پے ہے) اسی قبیل سے ان کا یہ مقولہ ہے کہ وہ لوگ ارسالاً آئے جب وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں۔گویا آپ ﷺ پر تو یہ لازم کیا گیا کہ آپ ﷺ بار بار تبلیغ کریں اور امت پر یہ لازم کیا گیا کہ وہ آپ ﷺ کا اتباع کرے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی و رسول کے ایک معنی ہیں یا دو؟

بعض نے کہا کہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کیونکہ دراصل یہ اَنۡبَاءٌ سے ہے، جس کے معنی خبر دینا ہے۔ان کا استدلال اللہ ﷻ کے اس فرمان سے ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ (پ۱۷ الحج ۵۲) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ارسال میں یہ دونوں ساتھ ساتھ ثابت ہیں اور ان علماء نے کہا کہ ہر نبی رسول ہوتا ہے اور ہر رسول نبی۔

بعض نے کہا کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ من وجہ معنی رکھتے ہیں۔اس لئے کہ کبھی یہ دونوں اس نبوت میں جمع ہوجاتے ہیں جس میں غیب پر اطلاع، خصوصیات نبوت کا اعلان اور اس کی معرفت کے لئے رفعت اور ان کے درجات کا حصول مقصود ہو اور کبھی یہ دونوں اس رسول کی رسالت کی زیادتی میں جدا ہوجاتے ہیں جس میں ڈرانے اور خبردار کرنے کا حکم ہو۔جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔

ان کی دلیل بھی اسی آیت میں دونوں ناموں کو علیحدہ علیحدہ (نبی اور رسول جدا جدا) بیان کرنے سے نکلتی ہے۔اگر وہ دونوں ایک ہوتے تو کلام بلیغ میں دونوں کی تکرار یقیناً خوبی نہیں رکھتا۔وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کسی رسول کو امت کی طرف یا کسی ایسے نبی کو کسی طرف بھیجا نہیں گیا ہے، نہیں بھیجا مگر آخر آیت تک۔

اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ رسول وہ ہیں جو نئی شریعت لے کر آئے اور نبی غیر رسول وہ ہے جو شریعت لے کر نہ آئے اگرچہ اس کو تبلیغ، احکام الٰہیہ اور ڈرانے کا حکم دیا گیا ہو۔

اور درست و صحیح قول وہی ہے جس پر علماء کا ایک جم غفیر ہے کہ ہر رسول علیہ السلام نبی ضرور ہے اور ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ان میں پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان میں آخری رسول حضور سید عالم ﷺ ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ[1] کی مرفوع حدیث میں ہے کہ بیشک انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار

۱۔ مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۷۹، صحیح ابن حبان جلد ۱ صفحہ ۲۸۷

(کم و بیش) ہیں۔ بخلاف (فرقہ) کرامیہ کے کہ ان کی باتیں لمبی اور ڈرانے والی ہیں۔ اس میں کوئی فائدہ اور بھلائی نہیں ہے اور نہ ان کا کوئی اعتبار۔

وحی کی تحقیق

وحی کے اصلی معنی "جلدی کرنے کے" ہیں اور نبی کریم ﷺ پر جب کوئی حکم اللہ ﷻ کی جانب سے نازل ہوتا تو اس کے لینے میں جلدی فرماتے۔ اس وجہ سے اس کا نام وحی رکھ دیا گیا اور الہاموں کی قسموں کو چونکہ گونہ گونہ وحی نبوت سے مشابہت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا نام بھی وحی رکھ دیا گیا اور خط کا نام بھی وحی رکھا گیا کہ چونکہ کاتب کے ہاتھ کی حرکت میں سرعت (جلدی) ہوتی ہے اور ابرو اور گوشہ چشم کے اشارہ کو وحی بھی یوں کہا گیا کہ ان دونوں کے اشاروں میں سرعت ہوتی ہے۔ اسی قبیل سے خدا کا یہ فرمان ہے:

فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ○ تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔ (پ ۱۶۔ مریم ۱۱) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی آنکھ یا زبان سے اشارہ کیا کرو۔ اس کے ایک معنی لکھنے کے بھی آئے ہیں اور اسی قبیل سے ان کا یہ مقولہ ہے۔ اَلْوَحَا اَلْوَحَا. یعنی جلدی کرو اور کہا گیا ہے کہ دراصل وحی پوشیدہ اور مخفی بات کو کہتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہے کہ الہام کا نام بھی وحی رکھ دیا گیا اور اسی سے اس کا قول ہے کہ

اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِهِمْ. بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ (پ ۸۔ الانعام ۱۲۱) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی ان کے سینوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور اسی قبیل سے یہ فرمان ہے کہ

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى. ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام فرمایا۔ (پ ۲۰۔ القصص ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈال دی۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ بات اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا. کسی آدمی کو یہ نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر۔ (پ ۲۵۔ الشوریٰ ۵۱) (ترجمہ کنزالایمان)

یعنی بغیر واسطہ کے اس کے دل میں القا فرمائے۔

دوسری فصل

معجزات کے بیان میں

جانو! کہ انبیاء علیہم السلام جو لائے ہیں ان کو ہمارا معجزہ کہنا اس لئے ہے کہ مخلوق اس کے مماثل لانے سے عاجز ہوتی ہے۔

معجزے دو طرح پر ہوتے ہیں۔

ایک قسم: یہ کہ قدرت انسانیہ کے انواع میں سے ہو پھر اس سے وہ عاجز ہو جائیں۔ ان کا یہ عجز ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فعل اللہ ﷻ کی جانب سے ہے۔ جو ان کے نبی کی صداقت میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ ان (یہودیوں) کو موت کی تمنا سے پھیر دینا اور ان (عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء) کا قرآن کریم کی مثل لانے سے عاجز ہو جانا۔ یہ بعض علماء کی رائے ہے۔ اسی طرح دیگر معجزات وغیرہ۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ وہ فعل ہی انسانی قدرت سے باہر ہو کہ وہ کسی طرح بھی اس کی مثل لانے پر قادر نہیں۔ جیسے مردوں کا زندہ کرنا' عصاء (موسیٰ علیہ السلام) کا سانپ بننا' اونٹنی کا پتھر سے نکلنا' درخت کا کلام کرنا' انگلیوں سے پانی کے چشمے بہانا اور چاند کو ٹکڑے کرنا۔ یہ وہ معجزات ہیں جو ممکن ہی نہیں کہ کوئی ان کو کر سکے سوائے اللہ ﷻ کے حضور ﷺ کے دست مبارک پر ان کا ہونا اللہ ﷻ کا فعل ہے اور اس کے ذریعہ ان کی تحدی (عجز) مقصود ہے جو آپ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں کہ ان کی مثل لانے سے وہ عاجز ہیں۔

جانو! بیشک وہ معجزات جو ہمارے نبی ﷺ کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے جو آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل اور آپ ﷺ کے صدق پر براہین (دلیل) ہیں۔ ان میں دونوں قسموں کے ہیں۔ دیگر رسولوں کی بہ نسبت آپ کے معجزے بکثرت' ان سے زیادہ روشن نشانیاں اور ان سے زیادہ ظاہر دلائل پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ عنقریب ہم ان کو بیان کریں گے اور یہ معجزات اس کثرت سے ہیں کہ کوئی ان کو ضبط تحریر میں لا سکتا ہی نہیں کیونکہ ان میں سے قرآن ہی ایسا معجز کلام ہے کہ اس کے معجزات کو ہزار' دو ہزار یا زیادہ کا شمار ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے صرف ایک سورت کا معارضہ طلب کیا تھا تو اس سے عاجز ہو گئے تھے۔

علماء نے کہا ہے کہ سب سے چھوٹی سورت اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ (پ۳۰ الکوثر۱) ہے۔ لہٰذا اس کی ہر آیت یا اس سورت کی مقدار و عدد میں آیتیں معجزہ ہیں۔ پھر خاص اس سورت میں ہی متعدد

معجزے ہیں۔ جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے کہ اس میں یہ یہ معجزے ہیں۔
پھر حضور ﷺ کے معجزات دو قسم پر ہیں۔
ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ جو قطعی طور پر معلوم اور ہم تک متواتر منقول ہے۔ جیسے قرآن کریم کہ نہ اس میں کوئی شک ہے اور نہ کوئی اختلاف کہ یہ نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی طرف سے اس کا ظہور ہوا اور آپ ﷺ نے اپنی دلیل میں بطور حجت پیش کیا اور اگر کوئی بد بخت اس کا انکار کرے تو وہ معاند و دشمن ہے۔ اس کا انکار ایسا ہی ہے کہ حضور ﷺ کے وجود کا دنیا میں انکار کرے۔ حالانکہ منکرین کا اعتراض اس کی حجت[1] میں ہی رہا ہے۔
پس قرآن اپنی ذات میں اور اپنے تمام مشتملات' معجزات میں معلوم و بدیہی ہے اور اس کی اعجازی شان بدایت ونظر دونوں سے ثابت ہے۔ جیسا کہ بہت جلد اس کی تشریح کریں گے۔
ہمارے بعض آئمہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ فی الجملہ قائم مقام معجزات کے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے دست اقدس پر بکثرت نشانیاں خوارق عادات ہوئی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی معجزہ یقین کے درجہ تک نہ بھی پہنچے تو یہ تمام معجزات کو ملا کر تو یقین حاصل ہو جائے گا۔ لہٰذا ان کے معانی کا وقوع آپ ﷺ کے دست اقدس پر شک وشبہ سے بالا ہے۔
کسی مومن اور کافر کا اس بات میں اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کے دست اقدس سے عجائبات کا صدور ہوا ہے۔ معاند (دشمن) کا اختلاف تو اس میں ہے کہ یہ خدا ﷻ کی جانب سے ہیں یا نہیں؟ حالانکہ ہم اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ اللہ ﷻ کی جانب سے ہے اور یہ کہ اس کے قائم مقام' مقام ہے کہ تم نے سچ کہا اس قسم کا وقوع بھی ہمارے نبی ﷺ سے بداہتہً معلوم ہے کیونکہ ان کے معانی کا اتفاق ہے۔ جیسے حاتم کی سخاوت اور عنترہ کی شجاعت اور احنف کا علم بداہتہً معلوم ہے کیونکہ ان پر جو خبریں ملتی ہیں ان پر اتفاق ہے کہ سخاوت' شجاعت اور علم ان کا معروف و مشہور ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ ہر ایک خبر علم کا موجب نہیں اور نہ اس کی صحت پر یقین ہے۔
دوسری قسم یہ ہے کہ وہ خبر بداہتہً اور یقین کے درجہ تک نہ پہنچے۔ اس کی دو صنف ہیں۔
پہلی صنف یہ کہ وہ خبر مشہور اور پھیلی ہوئی ہو اور اس کو متعدد راویوں نے بیان کیا ہو اور وہ خبر محدثین' مؤرخین اور اصحاب سیر و اخبار کے نزدیک شائع (پھیل) ہو چکی ہو۔ جیسے کہ انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ جاری ہونا اور طعام کو زیادہ کرنا۔
اور دوسری صنف یہ ہے کہ وہ خبر صرف ایک یا دو راوی تک محدود و مخصوص ہو اور اتنے کم

[1] یعنی منکرین کہتے ہیں یہ جادو ہے

راویوں نے اس کو بیان کیا ہو کہ وہ حد شہرت تک نہ پہنچی لیکن جب ان جیسے معجزات کو جمع کیا جائے تو وہ اپنے معانی میں اتفاق کی حد تک پہنچ جائے اور یہ دونوں قسمیں معجزات کے صدور میں مجتمع ہو جائیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق بات بیان کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ حضور ﷺ سے بہت سے معجزات جو مروی ہیں، قطعیت کے ساتھ معلوم ہیں۔

چنانچہ معجزہ شق القمر، تو اس کا وقوع تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور قرآن نے اس کے وجود کی خبر دی ہے۔ دلیل کے بغیر کسی آیت کے ظاہری معنی سے انحراف نہیں کیا جائے گا اور اس احتمال کے رفع کرنے میں تو متعدد طریقوں سے احادیث صحیحہ وارد ہیں اور کسی بدنصیب کا اختلاف جس نے دین کے کٹرے کو چھوڑ رکھا ہے ہمارے پختہ اعتقاد کو متزلزل نہیں کر سکتا اور ایسے مبتدع کی سفاہت (بیوقوفی) کی طرف توجہ نہ کی جائے گی کیونکہ وہ کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالتا ہے بلکہ ہم اس کے ساتھ اس کی ناک کو خاک آلود کریں گے اور میدان میں ہم اس کی سفاہت (بیوقوفی) کو پھینکیں گے۔

یہی صورت پانی کے نکلنے اور طعام کی زیادتی کے واقعہ کی ہے۔ اس کو ثقہ لوگوں نے اور بہت سے راویوں نے صحابہ کرام ﷺ کی بہت بڑی جماعت کے بکثرت افراد نے روایت کیا ہے اور بعض معجزات تو ایسے ہیں ایک جماعت نے جماعت سے متصلاً ان راویوں سے جنہوں نے بہتر صحابہ سے روایت کیا ہے، بیان کیا ہے کہ یہ معجزہ خندق کے دن بڑے مجمع میں اور غزوۂ بواط اور عمرۂ حدیبیہ اور غزوۂ تبوک وغیرہ مسلمانوں کی مجلسوں اور لشکروں میں واقع ہوا ہے اور صحابہ میں سے کسی سے اس کی مخالفت منقول نہیں۔ جو راوی کے بیان کی مخالفت کریں اور جو انہوں نے دیکھا ہے، اس کا انکار کسی دیکھنے والے نے ذکر نہیں کیا ہے۔ (کہ نہیں اصل واقعہ یہ ہے) لہٰذا ان میں سے خاموش رہنے والے کا سکوت ایسا ہی ہے جیسے گویا کا بولنا۔ اس لئے کہ وہ اصحاب باطل پر قرار اور جھوٹ میں مداہنت سے منزہ و پاک ہیں اور نہ وہاں کوئی رغبت اور خوف ہی تھا کہ ان کو باز رکھے اور اگر وہ سنی ہوئی بات ان کے نزدیک قابل انکار اور ان کے نزدیک غیر معروف ہوتی تو وہ یقیناً اس کا انکار کرتے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض صحابہ نے بعض ان باتوں کا انکار کیا ہے جن کا ذکر احادیث و سیر اور قرأت قرآن میں منقول ہے اور بعض نے بعض کی غلطی ظاہر کی اور کسی کو وہمی کہا۔ یہ وہ باتیں جو غیر مبہم ہیں۔ معجزات کی یہ پوری صنف قطعیت کے ساتھ ملحق ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

بلاشبہ بعض خبریں ایسی بھی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور باطل پر ان کی بنیاد ہے اور ایسی بھی

ہوں گی کہ ایک مدت کے گزرنے اور لوگوں کی مداومت کے بعد علماء کے مباحثہ و تحقیق سے ان کا ضعف ظاہر ہوا اور ان کا ذکر گمنامی میں ہو جائے۔ جیسا کہ اکثر جھوٹی خبروں اور من گھڑت قصوں میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔

لیکن ہمارے نبی ﷺ کے معجزات جو بطریق احاد مروی ہیں۔ زمانہ گزرنے کے بعد بھی ان کا ظہور ہی زیادہ ہوتا ہے اور فرقوں کے کلام کرنے اور دشمنوں کی کثرت طعنہ زنی اور ان کے استخفاف پر ان کے حریص ہونے اور اس کی بنیادوں کو کمزور بنانے اور اس کے نور کو بجھانے پر ملحدین کی پیہم کوششوں کے باوجود ان کی قوت و قبول اور ان پر طعن کرنے والے کی حسرت و کینہ کو ہی بڑھاتا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ کا غیبی خبریں دینا اور آپ کا مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی گزشتہ و آئندہ کے حالات بتانا۔

فی الجملہ بداہتہً آپ ﷺ کے معجزات میں ہونا معلوم ہے اور یہ ایسا حق جس پر کوئی پردہ نہیں۔

ہمارے آئمہ میں سے قاضی و استاذ ابوبکر وغیرہ رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں اور میرے نزدیک جس قائل نے یہ کہا ہے کہ یہ مشہور واقعات خبر واحد کے باب میں سے ہیں۔ اس کی وجہ اخبار و روایات میں مطالعہ کی کمی اور اس کے سوا دیگر علوم عقلیہ وغیرہ میں مشغول ہونا ہے ورنہ جو شخص نقل کے طریقوں سے واقف ہے اور احادیث و سیر کا مطالعہ کرتا ہے وہ شخص جس طرح ہم نے ان کا ذکر کیا ہے ان واقعات مشہورہ کی صحت میں شک نہیں کرسکتا۔

یہ کوئی بعید امر نہیں ہے کہ ایک شخص کو تو تواتر کا علم ہو جائے اور دوسرے کو حاصل نہ ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ خبر کے ذریعے جانتے ہیں کہ بغداد موجود ہے اور وہ ایک بڑا شہر ہے اور وہ دارالخلافہ اور بیت الامامت ہے۔ لوگوں میں ایسے بھی ہیں کہ کوئی اس کا نام تک نہیں جانتا۔ چہ جائیکہ اس کے اوصاف سے واقف ہو۔

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد فقہا آپ سے تواتر کے ساتھ یقیناً نقل کرتے ہیں کہ آپ کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا منفرد و امام پر واجب ہے اور رمضان مبارک کی پہلی رات میں روزہ کی نیت کرنا ماسوا اس کے دنوں کے لئے وہ کافی ہے اور بلاشبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ ہر رات کے لئے جداگانہ روزہ کی نیت ہو اور مسح میں سر کے بعض حصہ پر اکتفا کرنا جائز ہے اور ان دونوں کا یہ مذہب ہے کہ قتل میں قصاص محدد (تلوار) وغیرہ کے ساتھ جائز ہے اور وضو میں

نیت کا وجوب اور نکاح میں اذن ولی شرط ہے۔

بلاشبہ (حضرت امام اعظم) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ان مسائل میں بلکہ ان کے سوا اور دیگر مسائل میں ان دونوں مذاہب سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو ان کے مذاہب میں مشغول ہی نہیں ہوئے اور نہ ان کے اقوال کی روایت کی ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ یہ مذاہب بھی ہیں۔ چہ جائیکہ یہ مسائل یا دیگر حالات سے واقف ہوں۔

اور جب ہم ان احاد معجزات کا ذکر کریں گے تو اس وقت ان کو تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ ﷻ بیان کریں گے۔

تیسری فصل

اعجازِ قرآن کی وجوہات میں سے پہلی وجہ

جانو! اللہ ﷻ ہمیں اور تم کو توفیق مرحمت فرمائے۔ اللہ ﷻ کی کتاب مجید کئی وجھوں سے بکثرت معجزات پر مشتمل ہے اور ان پر مطلع ہونے کے لئے وجوہات انحصار کے طریقہ پر چار قسمیں بنتی ہیں۔

اول: یہ کہ اس کے نظم کی خوبی، اس کے کلمات کو ملانا، اس کی فصاحت، اس کے ایجازات (یعنی مختصرات وغیرہ) اور اس کی ایسی بلاغت جو عرب کے بلغاء کی عادت کے برخلاف ہے اور یہ اس لئے کہ عرب کے فصحاء و بلغاء اس شان کے مالک، اس کے شہسوار تھے۔

وہ لوگ بلاغت و حکمت میں ایسے مخصوص تھے کہ ان کے سوا کسی دوسری امت کو (ایسی بلاغت و حکمت) میسر نہ تھی اور زبان کے نکات کے وہ ایسے ماہر تھے کہ کسی انسان کو وہ نہ دی گئی تھی اور خطاب کے باب میں تو وہ ایسے تھے کہ کوئی عقلمند ان کو بند نہیں کر سکتا تھا اور یہ بات اللہ ﷻ نے ان کی خلقت و طبیعت میں رکھ دی تھی اور ان میں یہ طبعی قوت تھی کہ فی البدیہہ کلام سے عجائبات لاتے اور اس کی وجہ سے ہر معاملہ تک رسائی حاصل کرتے تھے۔ وہ متعدد مواقع اور سخت خطاب کی جگہوں میں فی الفور خطبہ دیتے تھے اور نیزے اور تلوار کی جنگوں میں رجز کے طور پر اشعار پڑھتے۔

اپنی تعریف کرتے (دوسروں کی) برائی کرتے اور اپنے مقاصد میں اس سے وسیلہ توسل پکڑتے اور لوگوں کو بڑھاتے اور گھٹاتے تھے۔ پس وہ لوگ اس سے سحر حلال لاتے (یعنی جادو بیانی) کرتے تھے۔ ان کی تعریفوں کے ایسے ہار بناتے جو موتیوں کی لڑی سے زیادہ خوبصورت ہوتے،

عقلوں کو فریفتہ کرتے اور مشکلوں کو آسان بناتے تھے۔ کینے کو دور کرتے اور شجاعت کو ابھارتے اور بزدلوں کو جرأت دلاتے اور بندھے ہاتھوں کو کھولتے' ناقص کو کامل بنا دیتے' بڑے بڑے ہوشیاروں کو خاموش کر دیتے تھے۔

ان میں سے بعض بدوی (دیہاتی) تو حتمی الفاظ اور قول فیصل کے مالک تھے۔ ان کا کلام محکم' طبیعت صناع اور قوتوں کو کھینچنے والے ہوتے تھے اور ان میں سے بعض شہری تو ایسے تھے کہ جو اعلیٰ بلاغت والے' عمدہ الفاظ والے' جامع کلمات والے' نرم طبیعت والے بلا تکلف تھوڑے کلام میں بہتر تصرف کرنے والے' جس کی خوبی عمدہ، کلام موزوں ہوتا تھا اور دونوں قسم کے لوگ (یعنی بدوی اور شہری) بلاغت میں حجۃ بالغہ' قوت عالیہ' کامیاب تر' وسیع اور واضح تک پہنچے ہوئے تھے۔

ان کو اس میں شک نہ تھا کہ کلام ان کے مقصود کے موافق ہے اور بلاغت ان کے تابع ہے۔ بلاشبہ انہوں نے بلاغت کے تمام فنون کو گھیر لیا تھا اور اس کی خوبیوں کو نکال لیا تھا اور اس کے ہر باب کے جس دروازہ سے چاہتے داخل ہو جاتے تھے۔ وہ بلاغت کے انتہائی درجہ پر پہنچنے کے سبب اس کے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے تھے۔ پس انہوں نے مشکل اور آسان کلام کیا اور لاغر و سمین (موٹے) میں جوہر دکھائے۔ قلت و کثرت میں مقالات کہے' نظم و نثر میں ڈول ڈالے۔

ان صفتوں کے مالک فصحاء و بلغاء عرب کو اگر عاجز کیا ہے اور ان کو مرعوب کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے کتاب مجید لا کر ہی کیا ہے۔ جس پر نہ سامنے سے باطل ٹھہرے' نہ پیچھے سے۔ وہ کتاب حکمت والے تعریف کیے ہوئے اللہ ﷻ کی اتاری ہوئی ہے۔ اس کی آیتیں محکم' اس کے کلمات مفصل' اس کی بلاغت عقلوں کو متحیر کرنے والی' اس کی فصاحت ہر بولنے والے پر غالب ہے۔ اس کا اختصار اور اعجاز کامیاب ہے' اس کی حقیقت و مجاز واضح ہے۔ خوبصورتی میں اس کے ابتدائی اور انتہائی کلمات متشابہ ہیں اور اس کے جامع و بدیع کلمات ہر بیان پر حاوی ہیں۔ باوجود اپنے اختصار کے نظم کی خوبی میں معتدل ہے اور اپنے فوائد میں زیادتی کے باوجود اس کے الفاظ پسندیدگی کے عین مطابق ہیں۔

حالانکہ اہل عرب اس باب میں بڑی طاقت رکھتے تھے۔ ان کے مرد خطاب میں بہت مشہور تھے اور سجع شعر میں غریب الاستعمال الفاظ و لغت پر بڑے بولنے والے تھے اور ان کی ان لغت میں جن کو وہ بولتے تھے اور ان کے ان جھگڑوں میں جن میں وہ غالب آیا کرتے تھے۔ قرآن کریم ان کو ہر وقت چیلنج کرتا رہا اور ان کے کانوں کو کھٹکھٹاتا رہا اور ان کی پوری جماعت کو ۲۳ سال تک جھنجوڑتا رہا۔ وہ چیلنج کرتا تھا کہ

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (پ۱۱۔ یونس ۳۸)

کیا یہ کہتے نہیں ہو کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکے سب کو ملالو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا. (پ۱ البقرہ ۲۴)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور ہرگز نہ لاسکو گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

نیز فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ (پ۱۵۔ الاسراء ۸۸)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ (پ۱۲۔ ھود ۱۳)

تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ (ترجمہ کنزالایمان)

یہ اس لئے کہ جھوٹ کا بنانا آسان ہوتا ہے اور باطل اور بناوٹی کو لے لینا اختیار کے زیادہ قریب ہے اور لفظ جب صحیح معنی کے تابع ہوتا ہے تو وہ بہت دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا لکھتا ہے جیسا اس کو کہا جائے اور فلاں جیسا چاہتا ہے لکھتا ہے۔ لہٰذا پہلے شخص کے لئے دوسرے پر فضیلت ہے درانحالیکہ دونوں منشاء میں دوری ہے۔

پس نبی کریم ﷺ برابر تحدی کر کر کے خوب جھنجوڑتے رہے اور ان کو خوب جھڑکتے رہے اور ان کی عقلوں کی سفاہت بتاتے رہے۔ ان کے بلند بانگ دعوؤں کے جھنڈوں کو اتارتے رہے۔ ان کے بڑوں کی شخصیت کو ٹکڑے کرتے رہے اور ان کے جھوٹے معبودوں اور ان کے آباء (کے کرتوتوں) کو برا بتاتے رہے۔ ان کی اراضی، امصار اور اموال کو مباح بناتے رہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ لوگ اس معارضہ میں بھاگتے رہے اور اس کی مماثلت سے اعراض کرتے رہے اور اپنے آپ کو شور وشغب اور تکذیب اور افتراء پر برانگیختہ کرنے میں دھوکہ دیتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ○ یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔

(پ۲۹۔المدثر۲۴) (ترجمہ کنزالایمان)

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ. (پ۲۷۔القمر۲) یہ تو جادو چلا آتا ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اِفْكُ ۨ افْتَرٰهُ. (پ۱۸۔الفرقان۴) ایک بہتان جو انہوں نے بنالیا (ترجمہ کنزالایمان)

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں۔

(پ۱۸۔الفرقان۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اس قسم کی بہت اور ادنیٰ باتوں سے وہ خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہ بھی کہا:

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ. (پ۱ البقرہ۸۸) ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔

فِيْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ. اس بات سے جس کی طرف تم بلاتے ہو۔

(پ۲۴۔حم السجدہ۵) (ترجمہ کنزالایمان)

وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ. ہمارے کانوں میں ٹھینٹ (روئی) ہے۔

(پ۲۴۔حم السجدہ۵) (ترجمہ کنزالایمان)

وَمِنْ ۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ. ہمارے تمہارے درمیان روک ہے۔

(پ۲۴۔حم السجدہ۵) (ترجمہ کنزالایمان)

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ. یہ قرآن نہ سنو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ اور اس میں بیہودہ غل نہ کرو سب پر یونہی تم غالب

(پ۲۴حم السجدہ۲۶) آؤ۔ (ترجمہ کنزالایمان)

باوجود وہ اس قدر عاجز ہو جانے کے وہ یہ ڈینگیں مارتے کہ ہم چاہتے تو ضرور اس کی مثل لے آتے حالانکہ اللہ ﷻ نے ان کو فرمادیا تھا:

وَلَنْ تَفْعَلُوْا. (پ۱البقرہ۲۴) ہرگز نہ لاسکو گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

سو وہ اس کے لانے پر قادر نہ ہو سکے اور ان کے جس بے وقوف نے معارضہ کیا جیسے مسیلمہ کذاب تو اس کا عیب ان سب کے سامنے کھل گیا اور اللہ ﷻ نے ان کی فصاحت کلام کی صفت کو سلب کر لیا ورنہ عقلمندوں پر یہ مخفی نہیں کہ قرآن ان کی فصاحت کے طرز کا نہیں؟ اور نہ ان کی بلاغت کی جنس ہے؟ بلکہ وہ اس سے پشت دکھا کر بھاگے اور فرمانبردار بن کے آئے کچھ ہدایت یافتہ ہو کر کچھ فریفتہ بن کر۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ بیشک اللہ حکم فرماتا ہے احسان اور نیکی کا۔

(پ۱۴۔ النحل ۹۰) (ترجمہ کنزالایمان)

اسی وجہ سے جب ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا اس نے کہا کہ خدا کی قسم اس میں حلاوت (مٹھاس) ہے یقیناً اس میں رونق ہے۔ بیشک اس کے نیچے گہرا پانی ہے اور اس کے اوپر کا حصہ پھلدار ہے۔ اس کو انسان نہیں کہہ سکتا۔ (تفسیر در منثور جلد ۸ صفحہ ۳۲۶)

ابو عبیدہ ﷺ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے ایک مرد سے سنا کہ وہ پڑھتا تھا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۔ اور علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے۔

(پ۱۴۔ الحجر ۹۴) (ترجمہ کنزالایمان)

تو اس نے سجدہ کیا اور کہا: میں اس کی فصاحت پر سجدہ کرتا ہوں۔ دوسرے مرد سے سنا کہ وہ پڑھتا تھا:

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۔ پھر جب اس سے نا امید ہوئے الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے

(پ۱۳۔ یوسف ۸۰) (ترجمہ کنزالایمان)

تو اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس کلام کی مثل لانے پر قادر نہیں۔

مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب ﷺ مسجد میں سو رہے تھے۔ اتفاقاً آپ نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کے سر پر کھڑا کلمہ شہادت پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ میں روم کے رئیسوں میں سے ہوں اور عرب وغیرہ کے کلام کی خوبیوں کو جانتا ہوں۔

میں نے مسلمان قیدیوں میں سے ایک شخص سے سنا کہ وہ قرآن کی ایک آیت تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے اس پر خوب غور کیا۔ تو میں نے اس میں وہ باتیں جمع پائیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر دنیا و آخرت کے حالات میں نازل ہوئی تھیں۔ وہ یہ فرمان ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ ۔ جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے۔ (پ۱۸۔ النور ۵۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک باندی کا کلام سنا اور اس سے کہا کہ اللہ ﷻ تجھے ہلاک کرے کیسا تیرا فصیح کلام ہے۔ اس نے کہا: ہاں لیکن اللہ ﷻ کے اس کلام کی فصاحت کے بعد اس کو شمار کیا جا سکتا ہے۔

اللہ ﷻ نے فرمایا:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ. ہم نے موسیٰ کی والدہ کوالہام کیا کہ اس کو دودھ پلاؤ۔ (پ۲۰ القصص ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اس ایک ہی آیت میں اللہ ﷻ نے دوامر، دو نہی، دوخبریں اور دو بشارتیں جمع فرمادیں۔

اعجاز قرآن میں یہ قسم اللہ ﷻ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ کسی غیر کی طرف یہ منسوب نہیں۔ دوقولوں میں یہ قول محقق واضح ہے اور یہ کہ قرآن کریم نبی اکرم ﷺ کی جانب سے ہے اور یہ کہ آپ ﷺ لائے ہیں بداہتہً معلوم ہے اور حضور ﷺ کا اس سے تحدی فرمانا بھی صریحاً معلوم ہے اور اہل عرب کا اس کی مثل لانے سے عاجز ہونا بھی بدیہی بات ہے اور اس کی فصاحت وخارق عادت کے درجہ پر ہونا۔ سو یہ بھی فصحاء اور اقسام بلاغت کے جاننے والوں پر یقیناً معلوم ہے اور سب لوگ فصیح و بلیغ نہیں ہیں۔ ان کو اتنا جاننا کافی ہے کہ فصیح و بلیغ منکرین رب ﷻ کے معارضہ سے عاجز رہے ہیں اور افتراء کرنے والے بھی اس کی معجزانہ بلاغت کے معترف رہے ہیں اور جب تم ان آیتوں میں اچھی طرح غور کرو گے کہ

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ. اور خون کا بدلہ لینے میں تمہارے لئے زندگی ہے (پ۲ البقرہ ۱۷۹) (ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ ﷻ کا یہ فرمان کہ

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ۝ (پ۲۲ سبا ۵۱)

اور اگر تو دیکھے کہ جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر بچ کر نہ نکل سکیں گے اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. (پ۲۴ حم السجدہ ۳۴) برائی کو بھلائی سے ٹال۔ (ترجمہ کنزالایمان)

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۝ (پ۲۴ حم السجدہ ۳۴) جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔ (ترجمہ کنزالایمان)

وَقِیْلَ یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ. (پ۱۲ ھود ۴۴) اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِہٖ فَمِنْھُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِ حَاصِبًا. (پ۲۰ العنکبوت ۴۰) تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں ہم نے کسی پر پتھراؤ بھیجا (ترجمہ کنزالایمان)

اس کی مثل دوسری آیتیں ہیں بلکہ قرآن کا بیشتر حصہ وہ ہے جب تم اس پر غور کرو گے تو تم پر ثابت ہو جائے گا۔ جو میں نے اس کے لفظوں کے اختصار' اس کے معانی کی زیادتی' اس کی عبارت کی خوبی' اس کے حروف کی ترکیب میں حسن اور ان کے کلمات کا باہم اتصال' کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔ بلاشبہ قرآن کریم کے ہر لفظ کے تحت بکثرت جملے' متعدد فصلیں اور ان علوم کا ذخیرہ ہے جن میں سے چند باتیں استعارہ کر کے دفتر کے دفتر بھر چکے ہیں اور اس کے مستنبطات میں تو بکثرت مقالے ہیں۔

پھر قرآن کریم طویل قصوں اور گزشتہ زمانوں کی ان خبروں کے بیان کرنے میں جن میں فصحاء کی عادت میں وہ کلام ضعف اور کمزور ہو جایا کرتا ہے اور بیان کی لذت جاتی رہتی ہے' ان کو اس خوبی سے ذکر کرتا ہے کہ وہ غور کرنے والے کے لئے ایک معجزہ ہے کہ کس طرح کلام آپس میں مربوط ہے اور کس طرح لڑی سے لڑی ملی ہوئی ہے اور وجوہِ بلاغت میں وہ کس طرح قائم ہے۔

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ باوجود طویل ہونے کے۔ پھر جب وہ قصے بار بار آتے ہیں تو باوجود مکرر ہونے کے ان کی عبارتیں مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک قریب ہوتا ہے کہ بیان کی حلاوت میں اپنے ساتھی کو بھلا دے اور حسن میں اس کے مقابل چہرے سے عمدہ جانے اور ان قصوں کے بار بار آنے سے طبیعتوں میں نفرت پیدا نہیں ہوتی اور مکرر عبارتوں سے صرف نظر نہیں کرتا۔

چوتھی فصل

اعجازِ قرآن کی دوسری وجہ

قرآن کریم معجزہ ہونے کی دوسری وجہ اس کے نظم کی عجیب شکل اور وہ غریب اسلوب (طرز) ہے جو کلام عرب کے اسلوب اور ان کے نظم و نثر کے وہ طریقے جن پر یہ قرآن ہے' ان کے خلاف ہے۔ ہر آیت کے آخر میں وقفہ ہے۔ جہاں کلمات کے وصل کی انتہا ہے۔ اس کی نظیر نہ اس سے پہلے پائی جاتی ہے نہ بعد کو اور نہ کسی کو اس کی طاقت ہے کہ وہ اس کے کسی حصہ کی مماثلت کر سکے۔

بلکہ اس میں ان کی عقلیں متحیر ہیں۔ اس کی نزدیکی (کے وہم سے) ان کی عقلیں مدہوش ہیں اور اس کی مثل کی طرف اپنے ہم جنس کلام میں خواہ وہ نثر ہو یا نظم' سجع ہو یا رجز و شعر کو راہ نہیں پاتے۔

جب ولید بن مغیرہ نے حضور ﷺ کا کلام سنا اور آپ ﷺ نے اس پر قرآن کی تلاوت فرمائی تو وہ نرم دل ہو گیا۔ تب اس کے پاس ابوجہل انکار کرتا ہوا آیا۔ اس سے اس نے کہا: خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی شعروں میں مجھ سے بڑھ کر عالم نہیں۔ خدا کی قسم جو کچھ وہ (حضور ﷺ) فرماتے ہیں' شعروں

کے مشابہ نہیں۔

ولید کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب ولید نے موسم (حج) کے وقت قریش کو جمع کیا تو کہا کہ عرب کے لوگ آئے ہیں تم سب کسی ایک بات پر اتفاق رائے کرلو تا کہ کوئی ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرے۔ تو سب نے کہا کہ ہم کاہن کہیں گے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہو سکتے اور نہ اس میں کہانت کی باتیں ہیں۔ اس (کلام) میں کاہنوں جیسا رمز ہے نہ ان کا انداز سجع انہوں نے کہا کہ ہم دیوانہ کہیں گے۔

اس نے کہا کہ وہ دیوانہ بھی نہیں کیونکہ نہ ان کو جن نے پکڑا اور نہ اس نے وسوسہ میں ڈالا۔

انہوں نے کہا تو پھر شاعر کہہ دیں گے۔

اس نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ میں شعر کی قسموں کو خوب جانتا ہوں خواہ وہ رجز ہو یا ہزج۔ اس کا حسن وقبح اس کا بسط وقبض جانتا ہوں۔ وہ شاعر تو ہو ہی نہیں سکتے۔

انہوں نے کہا: پھر تو ساحر (جادوگر) کہہ دیں گے۔

اس نے کہا: وہ ساحر بھی نہیں کیونکہ نہ وہاں جھاڑ پھونک ہے اور نہ گرہ لگانا۔ انہوں نے کہا: بتاؤ پھر کیا کہیں۔ اس نے کہا: اس میں سے تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب باطل ہے ان باتوں میں قریب سے قریب یہ بات ہو سکتی ہے کہ وہ ساحر ہوں کیونکہ جادو مرد اور اس کے بیٹے بھائی، بیوی اور قرابت داروں کے درمیان جدائی کر دیتا ہے۔ پھر انہوں نے جدا جدا ہو کر اپنی اپنی راہ لی اور لوگوں کو ڈرانے لگے۔ اس پر اللہ ﷻ نے ولید کے بارے میں یہ آیت اتاری:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۔ اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

(پ۲۹۔ المدثر۱۱) (ترجمہ کنزالایمان)

عتبہ بن ربیعہ نے جب قرآن کریم سنا تو اس نے کہا: اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس کو نہ جانا اور نہ پڑھا ہو۔ خدا کی قسم میں نے وہ کلام سنا ہے۔ خدا کی قسم اس جیسا میں نے کبھی نہ سنا۔ نہ تو وہ شعر ہے نہ سحر و کہانت۔ نضر بن حارث نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی حدیث[1] میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی انیس کی تعریف کی اور کہا کہ خدا کی قسم! اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر کسی شاعر کو نہ سنا۔ اس نے جہالت کے زمانہ میں بارہ شاعروں سے مقابلہ کیا ہے اور میں ان میں سے ایک میں ہوں۔ وہ مکہ گیا اور ابوذر رضی اللہ عنہ

۱۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۱۹

کے پاس حضور ﷺ کی خبر لایا۔ میں نے کہا: لوگ کیا کہتے ہیں؟

اس نے کہا: لوگ شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں۔ بیشک میں نے کہانت کی باتیں سنی ہیں۔ ان میں وہ باتیں نہیں ہیں اور میں نے ان کے فرمان کو شعر کی اقسام کے مقابل کیا تو وہ اس کے مناسب بھی نہیں۔ میرے بعد کسی کی زبان پر نہ آئے گا کہ وہ شاعر ہیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً سچے ہیں اور وہ سب جھوٹے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

اور قرآن کا معجزہ ہونا دونوں قسموں پر ہے۔

بذاته اعجاز و بلاغت (اعجاز و بلاغت کے لحاظ سے)

اور بذاته اسلوب غریبه. (طرز عجیب کے لحاظ سے) ان دونوں میں سے ہر ایک حقیقتاً ایک قسم کا معجزہ ہے۔ اہل عرب اس کی کسی ایک قسم پر بھی مماثل لانے پر قادر نہیں ہو سکے کیونکہ ہر ایک قسم ان کی قدرت سے خارج ہے اور ان کی فصاحت و کلام سے مباین ہے۔

اور اسی طرف چند محققین اور بعض بزرگ گئے ہیں کہ قرآن کریم اپنی بلاغت و اسلوب کے مجموعہ میں معجزہ ہے۔ اس سلسلہ میں وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو گوش گراں اور قلب بیزار ہیں۔

حالانکہ صحیح وہی بات ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور ان سب کا علم ضروری اور قطعی ہے۔ جو شخص فنون علوم بلاغت سے واقف ہے اور اس صفت کے ادب نے اس کے دل اور زبان کو تیز کر دیا ہے اس پر جو ہم نے کہا ہے مخفی نہیں ہے۔

آئمہ اہل سنت رحمہم اللہ ان کے عجز کے وجوہات میں مختلف ہیں۔ ان میں سے بیشتر تو یہ فرماتے ہیں کہ ان کے عجز کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو لطیف معانی، چنیدہ الفاظ، حسن نظم اور اس کا انحصار لاجواب ترکیب و اسلوب جمع کئے گئے ہیں وہ کسی بشر کی طاقت میں نہیں ہے اور یہ ان خوارق میں سے ہے جن پر مخلوق کی قدرت محال ہے۔ مثلاً مردوں کا زندہ کرنا اور عصا کو بدل کر اژدھا بنانا، کنکریوں کی تسبیح کرنا وغیرہ۔

اور شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ قرآن کریم ان معجزات ناممکنہ میں سے ہے کہ اس کا ہم مثل لانا کسی بشر کی قدرت و اختیار کے تحت داخل ہو۔ سوائے اس کے کہ اس پر اللہ ﷻ ان کو قدرت دے لیکن یہ بات نہ پہلے ہوئی اور نہ آئندہ۔ لہٰذا اللہ ﷻ نے ان کے لئے اس کو محال کر کے ان کو اس سے عاجز کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس کی قائل ہے۔

بہر حال دونوں طریقوں سے اہل عرب کا عاجز ہونا ثابت ہو چکا اور ان پر حجت قائم ہو چکی

ہے کہ جو مقدور بشر میں صحیح ہے اور ان سے معارضہ کرنا کہ اس جیسا لاؤ قطعی ہے اور ان کو عاجز کرنے کا عمدہ طریقہ ہے اور ان کو تنبیہ کرنے کا بہترین اسلوب اور اس طرح پر حجت قائم کرنا کہ ان جیسا کوئی انسان ایسی شے لائے کہ انسان کی قدرت میں نہ ہو لازمی ہے۔ یہ کھلا ہوا نشان اور دلیل قاطع ہے۔

بہر حال انہوں نے اس بارے میں کوئی کلام نہیں کیا بلکہ جلا وطنی اور قتل پر صبر کیا اور ذلت و حقارت کے پیالوں سے انہوں نے گھونٹ بھرا (یعنی جزیہ وغیرہ دینا گوارہ کیا) حالانکہ وہ لوگ ایسی اونچی ناک والے مغرور تھے کہ باختیار خود اس کو نہ گوارہ کر سکتے تھے اور لاچاری کے سوا نہ اس سے وہ راضی ہو سکتے تھے ورنہ اگر اس پر معارضہ کرنا ان کی قدرت میں ہوتا تو اس (ذلت وحقارت اور جلاوطنی وغیرہ) پر معارضہ کرنے میں مشغول ہونا ان کو آسان تھا اور کامیابی کے ساتھ قطع عذر اور اپنے مخالف کو خاموش کرانے میں ان کو بہت جلدی ہوتی۔

حالانکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو کلام پر قدرت تھی اور وہ کلام کی معرفت میں سب کے پیشوا تھے اور ان میں سے ہر ایک اس بات کا کوشاں تھا کہ وہ قرآن کے ظہور کو خفا میں اور اس کے نور کو بجھانے میں اپنا سارا سرمایہ خرچ کر دے لیکن اس بارے میں انہوں نے اپنے منہ کی بیٹیوں (الفاظ) سے سینہ کا چھپا راز ظاہر نہ کیا اور اپنے میٹھے چشموں سے باوجود مدت دراز کثرت تعداد باپ بیٹوں کی باہمی کوشش سے تھوڑا سا قطرہ بھی نہ لائے۔ بلکہ وہ سب ناامید ہو گئے۔ پس وہ مایوس کئے گئے اور انہیں روک دیا گیا تو اس سے رک گئے۔ یہ قرآن کے اعجاز کی دو قسمیں ہیں۔

پانچویں فصل

اعجازِ قرآن کی تیسری وجہ

یہ ہے کہ وہ ان غیبی خبروں پر مشتمل ہے جو ابھی نہ ہوئے اور نہ ان کا وقوع ہوا اور جتنے ہو چکے ہیں وہ ویسے ہی ہوئے۔ جیسے قرآن نے خبر دی تھی۔ مثلاً اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے:

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ — بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے۔ (پ۲۶، الفتح ۲۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ ۝ — اور وہ اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ (پ۲۱، الروم ۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

(پ۲۶۔الفتح ۲۸) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔ اور اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا۔

(پ۱۸۔النور ۵۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (پ۳۰۔النصر ۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔ اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یہ تمام کی تمام غیبی خبریں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ چند سالوں میں روم فارس پر غلبہ حاصل کرے گا اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ جس وقت حضور ﷺ نے پردہ فرمایا تو اسلام اس وقت تک تمام بلادِ عرب میں داخل نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں کی خلافت میں اسلام پہنچا اور ان کے زمانہ میں ان کے دین پر غلبہ حاصل ہوا اور مشرق و مغرب کے کناروں تک ان کی خلافت ہوئی۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے لئے زمین سکیڑ دی گئی۔ میں اس کے مشرق و مغارب کو دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میری امت کو وہ جگہ ملے گی، جتنی میرے پیش نظر ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۱۵)

اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بیشک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

(پ۱۴۔الحجر ۹) (ترجمہ کنزالایمان)

پس یہ قرآن ایسا ہے کہ کوئی اس کے قریب تک نہیں جا سکتا کہ اس میں کسی قسم کا تغیر کر سکے اور کوئی ملحد و گمراہ اس کے محکمات کو بدل سکے۔ خصوصاً قرامطہ (کے ملاحدہ و معطلہ وغیرہ) کہ ان کے تمام مکر

دھوکے کی رسیاں اور ان کی طاقتیں آج تک یعنی پانچ سو سال تک (جو کتاب الشفاء کی تصنیف کا وقت ہے) رائیگاں گئیں اور اس کے نور کو تھوڑا سا بھی بجھانے پر قادر نہ ہوئے اور نہ اس کے کلام میں ادنیٰ سا تغیر کر سکے اور نہ اس کے حروف میں سے ایک حرف سے بھی مسلمانوں کو شک وشبہ میں ڈال سکے۔ والحمد للّٰہ اور انہیں غیبی خبروں میں سے یہ ہے کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ○ (پ۲۷ القمر۴۵)

اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ. (پ۱۰ التوبہ۱۴)

ان سے جہاد کرو اللہ انہیں عذاب دے گا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ (پ۲۶ الفتح ۲۸)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ. (پ۴ ال عمران۱۱۱)

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اگر تم سے لڑیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یہ سب کچھ واقعات اسی طرح ہوئے۔

اور انہیں امور غیبیہ میں سے یہ بھی ہے کہ منافقوں کے بھید اور یہودیوں کی باتیں اور ان کی جھوٹی قسموں کا اظہار اور ان کو جھڑکنا وغیرہ۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

وَیَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ (پ۲۸ المجادلہ۸)

اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس پر جو کچھ ہم کہتے ہیں عذاب کیوں نہیں کرتا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور اس کا فرمان کہ

یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ (پ۴ ال عمران۱۵۴)

وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ء سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ — اور بعض یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں۔

(پ ۶۔ المائدہ ۴۱) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ — اللہ کی باتوں کو ان ٹھکانوں سے بدل دیتے ہیں

(پ ۶۔ المائدہ ۱۳) (ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ ﷻ نے اس بات کو جو مقدر کیا تھا اور مسلمانوں کا اعتقاد تھا' یوم بدر ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ. — اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دوگرہوں میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں۔ (کوئی نقصان نہ ہو)

(پ ۹۔ الانفال ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اور اسی امور غیبیہ کے اظہار میں سے اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے کہ

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ o — بیشک ہم ان ہنسنے والوں پر تمہیں کفایت کردیں گے۔ (ان کو ہلاک کردیں گے)

(پ ۱۴۔ الحجر ۹۵) (ترجمہ کنزالایمان)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بشارت دی کہ اللہ ﷻ نے ان سے محفوظ کردیا[1] اور ہنسنے والے مکہ میں چند لوگ تھے کہ لوگوں کو آپ ﷺ سے نفرت دلاتے تھے اور آپ کو ایذائیں دیتے تھے۔ پس ہلاک کردیے گئے اور اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶ المائدہ ۶۷) اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا (ترجمہ کنزالایمان)

پس یہ ایسا ہی ہوا۔ باوجودیکہ آپ ﷺ کو بہت سے لوگوں نے ضرر پہنچانے اور آپ ﷺ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس بارے میں معروف احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

چھٹی فصل

اعجازِ قرآن کی چوتھی وجہ

قرآن کے معجزہ ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرن ماضیہ' امم سابقہ' شرائع نافذۂ

۱۔ طبرانی کوسط دلائل النبوۃ بیہقی' دلائل النبوۃ ابونعیم ابن مردویہ بسند حسن ضیاء فی المختار عن ابن عباس جلد ۵ صفحہ ۱۰۱ کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۱۱۵

قدیمہ سے ان باتوں کی غیبی خبریں دی ہیں جن کو سوائے اہل کتاب کے ایک عالم کے جس نے اپنی عمر کو اس کے سیکھنے پر صرف کر دی تھی کوئی نہیں جانتا تھا اور نبی کریم ﷺ اس کو بالکل واقعہ کے مطابق ایسا بیان فرما دیتے تھے کہ وہ عالم آپ ﷺ کی تصدیق کرتا اور اس کی صحیح مانتا تھا۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتا تھا جتنا آپ ﷺ بیان فرما دیتے تھے۔

لوگ یہ خوب جانتے تھے کہ آپ ﷺ اُمی ہیں۔ آپ ﷺ نے کہیں لکھنا پڑھنا بظاہر سیکھا نہ تھا اور نہ کسی مدرسہ میں بیٹھے اور نہ کسی اہل علم کی مجلس میں رہے اور نہ ان سے کسی وقت اوجھل رہے اور نہ ان میں سے کوئی آپ ﷺ کے حال سے ناواقف تھا اور اکثر اہل کتاب ہی آپ ﷺ سے پہلوں کے متعلق سوالات کرتے رہتے تھے۔ اس پر آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا اور آپ ﷺ اس کو پڑھ کر سناتے۔

جیسے وہ قصے جو انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوم کے بارے میں ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی۔ اصحاب کہف' حضرت ذوالقرنین' حضرت لقمان اور ان کے بیٹے اور اس کے مثل دیگر اخبار قبلیہ ہیں۔

بدء خلق کی خبریں اور جو کچھ تورات و انجیل اور زبور اور حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ہے' ذکر فرماتے جن کی علماء تصدیق کرتے تھے اور جو کچھ قرآن میں مذکور ہے اس کو جھٹلانے کی ان میں قدرت نہ تھی۔ بلکہ وہ انہیں یقینی جانتے تھے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہوئے کہ انہیں سابقہ علم کی بنا پر ایمان کی توفیق ہوگئی اور کچھ بدبخت دشمن اور حاسد بن گئے۔ باوجود اس کے ہر ایک یہودی و نصرانی آپ ﷺ کی عداوت میں سخت اور آپ ﷺ کی تکذیب میں حریص تھے اور آپ ﷺ ان پر ان کی ہی کتابوں کے اقوال و احکام سے حجت کر کے ان کی سرزنش فرماتے اور جو ان کی کتابوں میں ہیں' اس کو بیان فرماتے۔

وہ لوگ حضور ﷺ سے کثرت سے سوالات کر کے انبیاء علیہم السلام کی غیبی خبروں اور ان کے علوم کے بھیدوں اور ان کی سیرت پاک کی خصلتوں اور امانتوں کے بارے میں آپ ﷺ کو رنج میں ڈالتے تھے۔ آپ ﷺ ان کو ان کی شریعتوں کے چھپے ہوئے احکام اور ان کی کتابوں کے مضامین سے آگاہ فرماتے۔ مثلاً ان کا سوال روح[1] حضرت ذوالقرنین' اصحاب کہف' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حکم رجم اور وہ چیزیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام فرمائیں اور وہ جانور جو بنی اسرائیل پر حرام کیے گئے اور وہ پاک چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں مگر بغاوت و سرکشی کی وجہ سے ان پر حرام کر دی گئیں۔ ان سب کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے اور اللہ عزوجل کا فرمان

1. صحیح بخاری کتاب الاعتصام جلد ۹ صفحہ ۸۲' صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۱۵۲' سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۳۶۶

ذَالِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاتِ ۔ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۔ (پ۲۶۔ الفتح ۲۹)

ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور ان کی وہ باتیں جو قرآن میں نازل ہوئیں (سوال کرتے رہے) آپ نے ان کا جواب دیا اور ان کو باتیں بتلا دیں جو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر وحی فرمائی۔ اس بارے میں کسی ایک نے بھی اس کا نہ انکار کیا اور نہ اس کو جھٹلایا۔ بلکہ ان کے اکثر لوگوں نے آپ ﷺ کی نبوت کی صحت کی تصریح کی اور آپ ﷺ کے ارشادات کو سچ مانا اور آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی وحسد کا اعتراف کیا جیسے نجران والے ابن صوریا اور اخطب کے دونوں بیٹوں اور ان کے سوا دوسرے ہیں اور جس نے اس میں بہتان طرازی کی اور یہ دعویٰ کیا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو آپ ﷺ بیان کرتے ہیں تو اس کو اپنی دلیل کے ثابت کرنے کی طرف بلایا اور اپنے دعویٰ کی وضاحت کو کہا گیا۔ چنانچہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا: اے محبوب آپ ان سے فرما دیں کہ توریت لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ (ظالموں تک) پھر ان کی سرزنش وتوبیخ فرمائی اور ممکن غیر ممتنع چیز کے لانے کی طرف بلایا۔ ان میں سے کچھ تو اپنے دانستہ انکار کے معترف ہوئے اور کچھ بے شرم ہو کر اپنی رسوائی کی وجہ سے اپنی کتاب پر ہاتھ رکھنے لگے اور یہ کسی سے بھی منقول نہیں کہ حضور ﷺ کے ارشادات کے خلاف کسی نے اپنی کتاب سے ظاہر کر کے دکھلایا ہو اور نہ صحیح کو ظاہر کیا اور نہ اپنی کتابوں سے ضعیف کو بتایا۔ اللہ ﷻ نے فرمایا:

یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۝ (پ۶۔ المائدہ ۱۵)

اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا رکھ ڈالی تھیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ساتویں فصل

اعجازِ قرآن بسبب تعجیز قوم

قرآن کریم کے معجزے کی یہ چار قسمیں ظاہر ہیں۔ ان میں نہ کسی کا نزاع ہے اور نہ شک۔ معجزے کی ان وجوہات مبینہ کے سوا وہ آیتیں بھی ہیں جو کسی قوم کی تعجیز کے لئے ان کے کسی معاملہ میں وارد ہیں اور ان کو اس کی خبر دے دی گئی کہ وہ ہرگز نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے کرنے پر قادر نہ ہوئے۔ جیسے اللہ ﷻ نے یہودیوں کے لئے فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً. (پ۱ البقرہ ۹۴) تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے...... (ترجمہ کنزالایمان)

ابو اسحٰق زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یہ آیت ان پر بڑی حجت ہے اور رسالت کی صحت پر روشن دلیل ہے۔ فرمایا: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ. (پ۱ البقرہ ۹۴) تم موت کی آرزو کرو۔ اس نے ان کو خبردار کر دیا کہ وہ ہرگز کبھی بھی موت کی آرزو نہ کریں گے۔ تو ان میں سے کسی نے بھی موت کی تمنا نہ کی۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' ان میں سے کوئی بھی اگر اس کی تمنا کرے تو اس کے گلے میں تھوک اٹکے گا یعنی اسی وقت مر جائے گا۔

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۷۴' مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

پس اللہ ﷻ نے موت کی تمنا سے باز رکھا اور ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا تا کہ اپنے رسول ﷺ کی سچائی اور آپ ﷺ پر جو وحی آتی ہے اس کی صحت ظاہر ہو جائے۔ اس لئے ان میں سے کسی نے اس کی تمنا نہ کی۔ باوجودیکہ وہ آپ ﷺ کے جھٹلانے میں بہت حریص تھے اگر وہ اس کی قدرت رکھتے لیکن اللہ ﷻ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرمائے۔ پس اس کے ساتھ اس کا معجزہ ظاہر ہوا اور اس کی حجت واضح ہو گئی۔

ابو محمد اصیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا یعنی یہودیوں کا عجیب معاملہ یہ ہے کہ جس دن اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کو اس کا حکم دیا تو ان میں سے کوئی گروہ یا کوئی شخص بھی ایسا نہ پایا جو آپ ﷺ کے سامنے آتا اور جواب دیتا اور جو شخص آج بھی اس کے امتحان کرنے کا ارادہ رکھے تو یہ حکم آج بھی سامنے موجود ہے۔ اسی طرح اس معنی میں آیت مباہلہ[1] ہے جبکہ آپ ﷺ کے پاس نجران کے پادری آئے اور انہوں نے اسلام کا انکار کیا تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر آیت مباہلہ نازل فرمائی اور فرمایا:

فَمَنْ حَاجَّكَ. (پ۳ آل عمران ۶۱) پس جو آپ سے حجت کرے تو (ترجمہ کنزالایمان)

تو وہ اس سے باز رہے اور جزیہ دینے کی ذلت پر راضی ہو گئے۔ اس کا واقعہ یوں ہوا کہ عاقب جوان پادریوں کا سردار تھا' اس نے ان سے کہا:

تم یقیناً جانتے ہو کہ بیشک یہ نبی علیہ السلام ہیں اور یہ کہ جب بھی کسی نبی علیہ السلام نے کسی قوم سے مباہلہ کیا تو ان کا نہ بڑا رہا اور نہ چھوٹا اور اسی طرح اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے:

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۸ صفحہ ۹۳' صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۸۸۲

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (پ۱ البقرہ ۲۳، ۲۴)	اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے اس (خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے (ترجمہ کنز الایمان)

اس میں ان کو خبر دے دی کہ وہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ آیت اگرچہ "اخبارِ عَنِ الْغَیْبِ" کے باب سے بھی ہے لیکن اس میں بھی عاجز کرنا پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے موجود ہے۔

آٹھویں فصل

اعجازِ قرآن بسبب رُعب و دبدبہ

قرآن کریم کے وجوہات اعجاز میں وہ رعب و قوت ہے جو اس کے سننے سے دلوں کو اور اس کے سنانے سے کانوں کو لاحق ہوتا ہے اور وہ ہیبت ہے جو اس کی تلاوت کے وقت اس کے جاہ و جلال سے دلوں کو پیش آتی ہے۔ یہ حالت اس کے جھٹلانے والوں پر بہت بڑی تھی یہاں تک کہ وہ اس کے سننے کو بھاری سمجھتے اور (یہ چیز) اس کی نفرت کو زیادہ کرتی تھی۔ جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا اور ان کا اس کے پڑھنے کو نہ پسند کرتے ہو۔ یہ ان کی طبعی گرانی کی وجہ سے تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا: اس شخص پر قرآن سخت اور مشکل ہے[1] جو اس سے بیزاری کرے۔ کیونکہ وہ حاکم ہے۔ (یعنی حق و باطل میں تمیز کر دیتا ہے) لیکن مسلمان تو ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہنے کی وجہ سے اس کے ہیبت و خوف کی تصدیق کرتے رہتے ہیں اور اس کو ہنسی خوشی اور میلان طبع کے ساتھ تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط (پ۲۳ الزمر ۲۳)	جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل ذکر الٰہی سے نرم پڑ جاتے ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرمایا:

---

[1] مسند الفردوس کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۶

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ. اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا۔ (پ۲۸۔الحشر۲۱) (ترجمہ کنزالایمان)

اور یہ دلیل اس امر پر کہ یہ قوت قرآن کریم کے ساتھ خاص ہے وہ یہ کہ جو شخص نہ اس کے معانی جانتا ہے اور نہ اس کی تفسیر اس کو بھی رقت طاری ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ایک نصرانی سے مروی ہے کہ وہ ایک قاری کے پاس گزرا اور وہ ٹھہر گیا۔ وہ روتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا: کس نے تجھ کو رلایا۔ اس نے کہا کہ اس کی خوشی اور اس کے نظم نے اور یہی وہ قوت ہے جس کا ایک جماعت نے قبل اسلام اور بعد اسلام اعتراف کیا ہے۔ پس ان میں سے کچھ تو ابتداء ہی میں اسلام لا کر اس پر ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے کفر کیا۔

صحیح روایت میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے مغرب کی نماز میں سورۂ طور کو سنا۔ جب آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ o اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ o اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ o

کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔ آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں وہ کڑوڑے حاکم اعلیٰ ہیں

(پ۲۷۔الطور۳۵۔۳۷) (ترجمہ کنزالایمان)

تو قریب تھا کہ میرا دل اسلام کی طرف اڑ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلی بات تھی کہ اسلام کی عزت میرے دل میں بیٹھی۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۲۱، سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۲)

عتبہ بن ربیعہ سے مروی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے جو آپ ﷺ لائے ہیں اپنی قوم کے اختلاف کے بارے میں بات کی۔ تو آپ ﷺ نے ان پر یہ تلاوت فرمایا: حٰمٓ o فُصِّلَتْ (الی قولہ) صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ. (پ۲۴۔حم السجدہ۱۔۱۳)

تو عتبہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اپنے قرابت داری کی قسم دلاتے ہوئے کہا کہ بس کیجئے۔ (تفسیر بغوی جلد ۴ صفحہ ۱۱۰، تفسیر درمنثور جلد ۷ صفحہ ۳۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ پڑھ رہے تھے اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھے سن رہا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ آیت سجدہ تک پہنچے اور آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور عتبہ کھڑا ہوا اور نہیں جانتا تھا کہ کدھر لوٹے یا اس کا جواب دے۔ وہ اپنے گھر میں گیا اور اپنی قوم کی طرف نہیں گیا۔

یہاں تک وہ لوگ آئے۔ اس نے ان سے معذرت چاہی اور کہا کہ خدا کی قسم! انہوں نے مجھ سے ایسا کلام کیا۔ واللہ میرے کانوں نے کبھی ایسا نہ سنا اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کیا جواب دوں۔ اس کے سوا بہت سے ایسے لوگوں نے بیان کیا کہ جو آپ ﷺ کی مخالفت و معارضت کرتے رہتے تھے کہ ان کو خوف و ہیبت طاری ہو جاتی جس سے وہ رک جاتے تھے۔

مروی ہے کہ ابن مقنع نے آپ ﷺ سے معارضہ کرنا چاہا۔ وہ چلا اور قصہ بیان کرتا رہا۔ وہ ایک بچے پر گزرا کہ وہ تلاوت قرآن کررہا تھا۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ. (پ۱۲ ھود۴۴)

کہا گیا: ''اے زمین اپنا پانی نگل لے''۔ (ترجمہ کنزالایمان)

وہ لوٹ آیا اور جو اس نے کیا تھا اس کو مٹا دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کا معارضہ نہیں ہو سکتا۔ وہ انسان کا کلام ہی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فصیح تھا۔

یحیٰ ابن حکم غزال اپنے زمانہ میں اندلس کا سب سے زیادہ بلیغ شخص تھا۔ تو مروی ہے کہ اس نے اس میں کچھ معارضہ کیا۔ جب اس نے سورۂ اخلاص پر غور کیا کہ اس پر اس کا مثل لائے اور اپنے گمان میں اس طرز پر لکھے تو اس نے کہا کہ مجھے ایسی ہیبت و رقت طاری ہوگئی کہ اس نے مجھے توبہ اور رجوع کی طرف پھیر دیا۔

نویں فصل

قرآن ہمیشہ رہے گا

قرآن کے بیان کئے ہوئے وجوہات اعجاز میں سے ایک یہ معجزہ ہے کہ اس کی آیتیں باقی رہنے والی ہیں کبھی معدوم نہ ہوں گی جب تک دنیا باقی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (پ۱۴ الحجر۹)

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ. (پ۲۴ حم السجدہ۴۲)

باطل کو اس کی طرف راہ نہ ہے نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات اپنی مدتوں کے گزرنے کے بعد ختم ہو گئے۔ اب سوائے ان کی خبروں کے کوئی باقی نہیں لیکن قرآن کی آیتیں روشن اور اس کے معجزات ظاہر ہیں۔ آج تک کہ اس کے اوپر پانچ سو پینتیس سال گزر چکے ہیں۔ (جو کتاب الشفاء کی تصنیف کا وقت ہے)

اس کے ابتداء نزول سے لے کر ہمارے وقت تک برابر یہ حجت قاہرہ ہے۔ اس کا معارضہ محال ہے اور ہر زمانہ میں اہل بیان، حاملان علم لسان (زبان)، ائمہ بلاغت، شہسواران کلام، اساتذۂ کاملین موجود رہے ہیں۔ (بفضلہ تعالیٰ ۱۳۷۹ھ تک سب کے سب اس کے معارضہ سے دشمن اسلام عاجز رہے ہیں) باوجودیکہ ملحدین (ہر زمانہ میں) بکثرت تھے اور دشمنان دین و شریعت ہر وقت تیار رہے مگر ان میں سے ایک بھی جو اس کے معارضہ پر اثر انداز ہو نہ لا سکا اور نہ اس کے جواب میں کوئی اور کلمہ مرتب کر سکا اور نہ صحیح وہ طعن کر سکے اور نہ کسی نے بتکلف اپنے ذہن سے ایسی جرح کی مگر یہ کہ وہ چقماق کے ساتھ بخیل رہا۔ ہر دور میں یہ بات منقول رہی کہ جس نے بھی اس کے معارضہ کا ارادہ کیا اس نے اپنے ہاتھوں کو عجز میں ڈالا اور ایڑیوں کے بل الٹا واپس ہونا پڑا۔

دسویں فصل

اعجازِ قرآن کی مختلف وجوہات

ائمہ و مقلدین امت رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس کا پڑھنے اور سننے والا کبھی سیر نہیں ہوتا اور نہ وہ اکتاتا ہے بلکہ اس کی تلاوت کی زیادتی میں مزید شیرینی اور لذت پاتا ہے اور اس کو بار بار پڑھنے سے اس کی محبت جڑ پکڑتی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور کلام اگرچہ وہ کتنی ہی خوبی والا انتہائی بلیغ ہو اس کو بار بار پڑھنے سے دل اکتا جاتا ہے اور جب اس کا اعادہ کیا جائے تو طبیعت بیزار ہو جاتی ہے۔

اور ہماری کتاب قرآن کریم کو اس سے تنہائیوں میں لذت حاصل کی جاتی ہے اور خاص حالتوں میں اس کی تلاوت سے طبیعت کو انس و راحت ہوتی ہے اور اس کے سوا دوسری کتابوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ حتیٰ کہ ان کتابوں کے موجدین یا ماننے والوں نے اس کے لئے راگ اور طریقے نکالے ہیں اور اس کے پڑھتے وقت ان راگوں کے ذریعے خوشی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ بار بار پڑھنے میں زیادتی کے باوجود متغیر اور پرانا نہ ہوگا اور

نہ اس کی عبرتیں ختم ہوں گی اور نہ اس کے عجائبات فنا ہوں گے۔ وہ قول فیصل ہے کھیل کود نہیں ہے۔ کبھی علماء اس سے سیر نہ ہوں گے اور نہ طبیعتیں اس سے بھریں گی اور نہ زبانیں اس سے مشتبہ ہوں گی۔ (ہر کلام میں خدا کا کلام ممتاز رہتا ہے)

(سنن ترمذی کتاب فضائل قرآن جلد ۲ صفحہ ۲۲۳، دارمی کتاب فضائل قرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۱)

یہ وہ کلام ہے کہ جب جنات نے اس کو سنا تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا کہ جو بھلائی کی ہدایت فرماتا ہے۔

ان (وجوہ اعجاز) میں سے ایک یہ ہے۔ قرآن کریم تمام علوم و معارف کا مجموعہ ہے عام طور پر جس سے اہل عرب ناواقف تھے اور خود حضور ﷺ بھی خصوصیت کے ساتھ قبل نبوت اس کی معرفت سے ناآشنا تھے اور نہ ان کے ساتھ ان کی مداومت تھی اور نہ ان کا کوئی گزشتہ امتوں کے علماء احاطہ کر سکے اور نہ ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ان پر مشتمل تھی۔ قرآن میں شریعتوں کے علوم جمع کیے گئے اور دلائل عقلیہ کے طریقہ پر اس میں تنبیہ کی گئی۔ گزشتہ امتوں کے فرقوں کے براہین قویہ اور لہ بینہ کے ساتھ آسان لفظوں میں مختصر مفہوموں سے رد کیا گیا۔ ہوشیار و زیرک لوگوں نے اس کی مثل دلائل لانے میں معارضہ کرنا چاہا وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔ جیسے اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ (پ ۲۳ یٰسین ۸۱)

کیا وہ ذات جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ. (پ ۲۳ یٰسین ۷۹)

تم فرماؤ انہیں وہ ہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (پ ۱۷ الانبیاء ۲۲)

اگر آسمان و زمین میں خدا کے سواء کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور وہ تباہ ہوتا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

یہاں تک کہ قرآن نے ان کو گھیر لیا ہے۔ خواہ وہ سیرت کے علوم ہوں یا گزشتہ امتوں کی غیبی خبریں، نصیحتیں، حکمتیں، قیامت کی خبریں، محاسن آداب و خصلت وغیرہ۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. (پ ۷ الانعام ۳۸)

اور ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ۱۴ النحل ۸۹) ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

نیز فرمایا:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (پ۲۳ الزمر ۲۷) بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی کہاوت بیان فرمائی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ ﷻ نے قرآن کو حکم دینے والا، تنبیہ کرانے والا، سیدھے راستہ کی ہدایت کرنے والا اور مثالوں کے ذریعہ تم سے پہلی گزشتہ امتوں کی خبروں اور غیبی باتوں کا بتانے والا اور تمہارے بعد والوں کے غیبی حالات وخبریں اور جو تمہارے سامنے ہے، ان کا حکم بیان کرنے والا کلام نازل فرمایا:

جس کو بار بار پڑھنے کے باوجود وہ پرانا نہ ہو اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوں۔ وہ حق ہے کھیل کود نہیں ہے جس نے اس کے ساتھ کہا سچ کہا اور جس نے اس کے موافق حکم دیا انصاف کیا اور جس نے اس کے ساتھ حجت کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس کے ساتھ تقسیم کی اس نے عدل کیا جو اس پر عمل کرے گا ثواب پائے گا اور جو اس کو مضبوط تھامے گا وہ صراط مستقیم کی ہدایت پائے گا۔

اور جس نے اس کے سوا کوئی راستہ ڈھونڈا اس کو اللہ ﷻ نے گمراہ کر دیا اور جس نے اس کے بغیر حکم دیا اللہ ﷻ اس کو ہلاک کرے گا۔ وہ حکمت والا ذکر، نور مبین ہے، صراط مستقیم ہے، اللہ ﷻ کی مضبوط رسی ہے، نفع بخش شفا ہے۔ حفاظت اس کو جو اس کے ساتھ تمسک کرے، نجات ہے اس کو جو اس کا اتباع کرے وہ ٹیڑھا نہ ہوگا کہ اس کو سیدھا کیا جائے۔ وہ کجرو نہیں ہے کہ عتاب کا مستحق بنے۔ اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے اور کثرت تلاوت اس کو متغیر و پرانا نہ کرے گی۔

(سنن ترمذی کتاب فضائل قرآن جلد ۲ صفحہ ۱۲۲، دارمی کتاب فضائل قرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۱)

اسی کے مثل حضرت ابن مسعود ﷺ[1] سے مروی ہے۔ اس بارے میں انہوں نے کہا کہ نہ اس میں اختلاف ہے نہ جدت طرازی۔ اس میں اولین وآخرین کی غیبی خبریں ہیں۔

ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ سے اللہ ﷻ نے فرمایا: میں تم پر توریت کی باتیں اتاروں گا جس کے ذریعہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں کے پردے کھل جائیں گے۔ اس میں علوم کے دریا بہتے ہوں گے جو حکمتوں کا فہم اور دلوں کی بہار ہوگی۔

(مصنف ابن شیبہ کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۸)

۱۔ مستدرک جلد ۲ صفحہ ۲۸۹

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم قرآن کو لازم پکڑو کہ یہ عقلوں کی سمجھ اور حکمت کا نور ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ○ بیشک یہ قرآن ذکر فرماتا بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

(پ۲۰ النمل ۷۶) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی (پ۴ آل عمران ۱۳۸) یہ لوگوں کو بتاتا اور راہ دکھاتا ہے (ترجمہ کنزالایمان)

قرآن کریم میں باوجود مختصر الفاظ اور جوامع کلمات ہونے کے ان کتابوں کی بہ نسبت جو اس سے پہلی ہیں اور ان میں دگنے الفاظ ہیں، دگنے چوگنے معانی جمع کئے گئے ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ قرآن میں دلیل و مدلول کے مابین جمع کرنے میں ہے یہ اس طرح پر کہ جس نے نظم قرآن کے ساتھ اس کے وصف اور اس کے اختصار و بلاغت کی عمدگی سے بحث پکڑی اسی بلاغت کے درمیان سے اس کا امر اس کی نہی اور وعدہ وعید بھی موجود پائے گا۔ پس تلاوت کرنے والا حجت و تکلیف کے ساتھ ہی ایک ہی کلام یا ایک ہی سورت سے اس کو سمجھ لے گا۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو ایسے نظم و ترتیب میں رکھا ہے کہ جو پہلے رائج نہ تھی۔ اس کو نثر کا مقام بھی نہیں دے سکتے کیونکہ نظم طبیعتوں میں زیادہ آسان ہوتا ہے اور دل اس کو جلدی یاد کر لیتا ہے اور کان اس سے زیادہ آشنا ہوتے ہیں اور طبیعتوں کو زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔ پس لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور خواہشیں اس کی طرف زیادہ جاتی ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کا حفظ کرنا متعلم کے لئے آسان کر دیا اور حفظ کرنے والوں کو اس کا یاد رکھنا سہل کر دیا۔

اللہ ﷻ نے فرمایا:

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ. ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے۔

(پ۲۷ القمر ۲۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اور گزشتہ امتوں میں سے کوئی بھی اپنی کتابوں کو یاد نہیں کرتا تھا تو اب سالہا سال گزر جانے کے بعد کیسے یاد کریں گے اور قرآن کریم تو تھوڑی مدت میں بچوں کے لئے یاد کرنا آسان کر دیا ہے۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ اس کا ایک جز دوسرے جز کے مشابہ ہے۔ تالیف کے انواع

اورترکیب جمل کے اقسام میں اس کی عمدگی اور ایک قصہ سے دوسرے قصہ کی طرف اور ایک باب سے دوسرے باب کی طرف باوجود اختلاف معانی کے خوبی سے انتقال کرنا اور ایک ہی سورہ میں امر نہی' خبر' استفہام' وعد و وعید' اثبات نبوت وتوحید' تفرید وترغیب وترہیب وغیرہ فوائد اس کے فصلوں میں بغیر کسی خلل کے واقع ہونے کے موجود ہونا۔

حالانکہ کلام فصیح میں جب اس قسم کی باتیں آ جائیں تو اس کی قوت میں کمزوری آ جاتی ہے اور اس کی مضبوطی نرم ہو جاتی ہے اور اس کی رونق کم ہو جاتی ہے اور اس کے الفاظ مضطرب ہو جاتے ہیں (مگر قرآن کریم میں اصلاً فرق نہیں آتا) اب تم سورۂ ص کے ابتدائی حصہ پر غور کرو کہ اس میں کس طرح کفار کی خبریں' ان کی شقاوتیں اور ان سے پہلے گزشتہ زمانوں میں لوگوں کی ہلاکت بیان کرنے کے ساتھ ان کی سرزنشیں بیان کی ہیں اور کس طرح حضور ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کے ذکر کے ساتھ ان کے تعجب کا جواب ذکر کیا ہے اور ان کی جماعت کا کفر پر جمع ہونا اور ان کی باتوں سے حد کا ظاہر ہونا' ان کو عاجز کرنا' ان کو ذلیل کرنا اور ان کو دنیا و آخرت کی رسوائی سے ڈرانا' ان سے پہلی امتوں کا جھٹلانا' اللہ ﷻ کا ان کو ہلاک کرنا ان سب کی وعید ان کی مصیبتوں کی طرح' ان کی اذیتوں پر حضور ﷺ کا صبر فرمانا' آپ ﷺ کو گزشتہ نبیوں کے ذکر سے تسلی دینا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرے کے ساتھ دوسرے نبیوں کے قصوں کا ذکر کرنا یہ سب باتیں مختصر کلام میں اور عمدہ ترتیب سے لانا (یہ قرآن کا خاص معجزہ ہے)

اور ان (وجوہ اعجاز) میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے ایسے جملوں کو جو تھوڑے کلمات پر مشتمل ہیں (بیان کرنا) یہ ساری باتیں اور بہت سی وہ باتیں جو ہم نے وجوہ اعجاز قرآن میں بیان کی ہیں' ان کو یہاں ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے اکثر بلاغت کے فن سے متعلق ہیں۔ ہم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اس کے اعجاز میں ایک تنہا فن اس کتاب میں جو فن بلاغت میں نہیں ہے' تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ اسی طرح بہت سی وہ وجوہ جو ہم نے آئمہ رحمہم اللہ سے نقل کر کے پہلے بیان کیا ہے۔ اس کے خواص اور فضائل میں نہ تو ان کے اعجاز کا اعادہ کرنا مناسب جانا۔

حقیقتاً قرآن کریم کے وجوہ اعجاز تو وہ چار ہی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ انہیں پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ قرآن کریم کے خواص اور اس کے عجائبات سے متعلق ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں گے۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ.

گیارہویں فصل

معجزۂ شق القمر و حبس الشمس (چاند کے پھٹنے اور سورج کے رکنے کا معجزہ)

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ o پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

(پ۲۷۔القمر۱) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ. وہ اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے یہ تو جادو ہے چلا آتا۔ (پ۲۷۔القمر۲) (ترجمہ کنزالایمان)

اللہ ﷻ نے ماضی کے صیغہ سے چاند کے ٹکڑے ہونے کی خبر دی اور اس پر کفار کے اعراض اور انکار آیت کی خبر دی۔ مفسرین اہل سنت کا اس کے وقوع پر اجماع ہے۔

حدیث: حضرت ابن مسعود ﷺ سے بالاسناد روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا پہاڑ کے پیچھے۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گواہ رہو یعنی دیکھ لو۔

مجاہد ﷺ کی روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور اعمش ﷺ کی بعض روایتوں میں ہے کہ منیٰ میں یہ واقعہ ہوا اور یہ حدیث ابن مسعود ﷺ کی اسود ﷺ سے بھی مروی ہے اور کہا یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کو اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اس بارے میں مسروق ﷺ کی روایت ہے کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا اور یہ زیادہ صحیح ہے کہ تب کفار قریش نے کہا: تم پر ابن ابو کبشہ نے جادو کیا۔

ان میں سے ایک مرد نے کہا کہ محمد ﷺ اگر چاند پر جادو کریں تو وہ جادو اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ تمام روئے زمین مسحور ہو جائے۔ بس ان سے پوچھو جو دوسرے شہروں سے آ رہے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ دیکھا ہے۔

جب وہ آئے تو ان سے پوچھا۔ انہوں نے اس کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ ایسا ایسا سب نے دیکھا ہے۔

اسی کے مثل ضحاک ﷺ سے سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تب

ابو جہل کہنے لگا: یہ جادو ہے۔ تم باہر کے لوگوں کی طرف بھیجو تا کہ دیکھیں کہ انہوں نے یہ دیکھا ہے یا نہیں۔ تو باہر والوں نے خبر دی کہ انہوں نے چاند ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ تو اس وقت کفار نے کہا۔ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ. یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔ اس کو علقمہ ﷺ نے بھی ابن مسعود ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۶۵، صحیح مسلم کتاب منافقین جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۸، تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۶۷۰، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۴۱۲)

یہ چار راوی تو وہ ہیں جنہوں نے عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود ﷺ کے سوا دوسرے صحابہ نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ جیسا ابن مسعود ﷺ نے بیان کیا۔
چنانچہ ان میں سے حضرت انس[1] ابن عباس[2]، ابن عمر[3]، حذیفہ[4]، علی[5]، جبیر بن مطعم[6] ﷺ ہیں۔ حضرت علی مرتضٰی ﷺ نے حضرت حذیفہ ﷺ کی روایت میں سے کہا: چاند ٹکڑے ہوا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ان کو کوئی نشانی دکھائیں تو ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان کوہ حرا نظر آتا تھا۔

قتادہ ﷺ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی اور معمر ﷺ اور ان کے سوا دوسروں کی روایت میں جو کہ قتادہ ﷺ اور وہ حضرت انس ﷺ سے ہے کہ ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دو مرتبہ تاکید کے ساتھ دکھایا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (پ۲۷۔ القمر۱) روایت کیا اس کو جبیر بن مطعم ﷺ سے ان کے بیٹے محمد اور ان کے برادر زادے جبیر ابن محمد ﷺ نے اور روایت کیا اس کو ابن عباس ﷺ سے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ﷺ نے اور روایت کیا اس کو ابن عمر ﷺ سے مجاہد ﷺ نے اور روایت کیا اس کو حذیفہ ﷺ سے ابوعبدالرحمٰن سلمی ﷺ اور مسلم بن ابی عمران ازدی ﷺ نے۔[7]

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۲ صفحہ ۱۶۰، صحیح مسلم کتاب علامات منافقین جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۸
۲۔ صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۶۰، صحیح مسلم کتاب علامات منافقین جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۹
۳۔ سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۲۷، صحیح مسلم کتاب علامات منافقین جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۹
۴۔ تفسیر در منثور جلد ۸ صفحہ ۶۷۱
۵۔ دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۶۸، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۸۱
۶۔ ترمذی، مسند امام احمد، مستدرک، بحوالہ تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۶۷۱
۷۔ ان تمام کے حوالجات ابھی گزرے ہیں۔

ان حدیثوں کے اکثر طرق (اسناد) صحیح ہیں اور آیہ کریمہ اس کی تصحیح کرتی ہے اور اس باطل اعتراض کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے کہ اگر یہ ہوتا تو اہل زمین پر پوشیدہ نہ رہتا کیونکہ وہ شمسی سب پر ظاہر ہے اور یہ اعتراض اس لئے (باطل) ہے کہ ہمارے پاس یہ بات اہل زمین کی طرف سے منقول نہیں ہے کہ وہ اس رات گھات میں لگے رہے ہوں اور انہوں نے چاند کے ٹکڑے ہوتے نہ دیکھا اور اگر ہم تک ایسے لوگوں کی روایت منقول بھی ہوتی جن کا جھوٹ پر بوجہ کثرت میلان جائز نہیں تو تب بھی ہم پر یہ حجت نہیں ہوتی۔

کیونکہ چاند تمام زمین والوں کے لئے ایک حال پر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ایک قوم پر دوسری قوم سے پہلے طلوع کرتا ہے اور کبھی زمین میں سے ایک قوم پر دوسرے کی طرف مخالف سمت میں ہوتا ہے یا قوم اور اس کے درمیان بادل یا پہاڑ حائل ہو۔ (کیا تم دیکھتے نہیں) کہ ہم بعض شہروں میں چاند گرہن پاتے ہیں اور بعض میں نہیں اور کسی شہر میں گرہن جزوی ہوتا ہے اور کسی میں پورا اور بعض جگہ اس کو صرف وہی پہچانتے ہیں جو اس علم کے مدعی ہیں۔ ذَالِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْم. (پ الانعام ۹۶) یہ برتر علیم کی قدرت ہے۔

اور یہ کہ چاند کا معجزہ تو رات کے وقت تھا اور عادتاً لوگوں میں رات کو آرام وسکون ہوتا ہے۔ دروازے بند ہوتے ہیں اور کام کاج سے علیحدہ اور آسمان کے امور کو ان لوگوں کے سوا جو کہ اس کے منتظر ہوں اور اس کی گھات میں ہوں کم لوگ پہچانتے ہیں۔ اسی لئے چاند گرہن اکثر ملکوں میں نہیں ہوتا اور اکثر لوگ اس کو جانتے ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی خبر دیں اور اکثر ثقہ حضرات بتاتے ہیں جو انہوں نے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی آسمان پر چمک' بڑے بڑے ستارے آسمان پر رات کو چڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن اور کسی کو ان کا علم نہیں ہوتا۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مشکل الحدیث'' میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے دو طریقوں سے حدیث کی تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے گود میں سر مبارک رکھے محو استراحت تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی کرم اللہ وجہہ الکریم تم نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا: نہیں۔ تب آپ نے دعا کی: اے خدا یہ تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو ان پر سورج کو واپس کر دے۔ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے دیکھا اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہرا رہا۔ (طبرانی کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۹)

یہ واقعہ خیبر کے راستہ میں منزل صہباء کا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی معتبر (ثقہ) ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے۔ اس شخص کو جو علم سے واقف ہے زیبا نہیں کہ حدیث اسماء رضی اللہ عنہا کی صحت سے تخلف (اختلاف) کرے اس لئے کہ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

یونس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "زیادۃ المغازی" میں روایت کرتے ہیں۔ یہ زروایت ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی تو اور آپ ﷺ نے اپنی قوم کے قافلوں کی خبر اور اونٹوں کی علامتیں بتائیں۔ تو انہوں نے کہا: وہ کب آئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ چہار شنبہ کو آئیں گے۔

پس جب وہ دن آیا تو قریش کے شرفاء انتظار کرنے لگے اور دن گزرنے لگا اور قافلہ نہیں آیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو ایک گھڑی دن زیادہ ہو گیا اور آپ ﷺ پر سورج رکا رہا۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۵۳، صحیح مسلم کتاب فضائل جلد ۲ صفحہ ۱۷۸۳)

بارہویں فصل

انگشتہائے مبارک سے پانی بہنا اور آپ ﷺ کی برکت سے اس کا زیادہ ہونا

اس بارے میں احادیث بہت زیادہ مروی ہیں اور حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا بہنا صحابہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔ ان میں سے حضرت انسؓ، جابر اور ابن مسعود ؓ بھی ہیں۔

حدیث: حضرت انس بن مالک ؓ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے حال میں دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا اور لوگ پانی تلاش کر رہے تھے۔ مگر پانی نہ ملا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور اپنے دست مبارک کو اس برتن میں رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی ابلتے ہوئے دیکھا۔ پس لوگوں نے وضو کیا یہاں تک کہ دوسروں نے (یعنی) سب نے وضو کیا۔ قتادہ ؓ نے حضرت انس ؓ سے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ ایک برتن جس میں پانی تھا اپنی انگلیوں کو اس میں ڈبو دیا اور برابر ڈبوئے رکھا۔

بعد کو پوچھا: تم کتنے تھے؟

انہوں نے کہا کہ تین سو آدمی تھے اور ایک روایت میں انہی سے ہے کہ وہ بازار کے نزدیک مقام زوراء میں تھے۔ نیز اس کو حمید، ثابت اور حسن رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حمید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا: تم کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم اَسی (۸۰) تھے۔ اسی کے مثل ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ستر (۷۰) آدمیوں کے قریب تھے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ[1] نے علقمہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت میں جو انہیں سے مروی ہے روایت کی۔ جس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس پانی نہ تھا تو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس بچا ہوا پانی ہو، مانگ لو۔ پانی لایا گیا اور اس کو برتن میں ڈال دیا تو آپ نے اس میں اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ تب پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی مانند ابلتا تھا۔

اور سالم بن ابی جعدہ رضی اللہ عنہ[2] کی صحیح روایت میں ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا تو آپ نے اس سے وضو کیا اور لوگوں نے آگے ہو کر عرض کیا: ہمارے پاس پانی نہیں۔ صرف وہی پانی ہے جو آپ ﷺ کے برتن میں ہے۔ تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک برتن میں رکھ دیا۔ پس پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے چشمے کی مانند جوش مارنے لگا اور اس حدیث میں ہے کہ میں نے کہا: تم کتنے تھے؟ فرمایا: اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کفایت کرتا۔ ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

اسی کی مثل حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔[3] اس میں یہ ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔ رسید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو جابر رضی اللہ عنہ سے مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی طویل حدیث میں غزوہ بواط میں مذکور ہے۔ کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر رضی اللہ عنہ! وضو کے لئے آواز دو اور لمبی حدیث بیان کی۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ سوائے چند قطروں کے مشکیزے میں پانی نہ تھا۔ تب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا۔ مجھے معلوم نہیں کیا پڑھا۔ پھر فرمایا: قافلہ کے ڈول کو لاؤ۔ میں نے لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔

راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ڈول میں رکھا اور انگلیاں پھیلا دیں اور جابر

۱۔ صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۵۴

۲۔ صحیح مسلم کتاب فضائل جلد ۲ صفحہ ۱۵۳

۳۔ مقدمہ سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۲

ﷺ نے اس پر وہ پانی ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ۔
راوی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مار رہا تھا۔ پھر وہ ڈول کا پانی جوش مارنے لگا اور گھومنے لگا۔ حتیٰ کہ ڈول بھر گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا۔ سب نے خوب پیا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ میں نے کہا: کوئی باقی ہے جس کو پانی کی حاجت ہو؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو ڈول سے نکال لیا اور وہ ویسا ہی بھرا ہوا تھا۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں حضور ﷺ کی خدمت میں پانی کا برتن لایا گیا اور عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس پانی نہیں ہے بجز اس کے جو اس برتن میں ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو بڑے برتن میں ڈال دیا اور اپنی انگلی کو اس کے درمیان میں رکھا اور پانی میں ڈبو دیا۔ لوگ آتے تھے اور وضو کر کے کھڑے ہوتے جاتے تھے۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس باب میں عمران بن حصین ؓ سے بھی روایت ہے۔[1] (خلاصہ کلام یہ کہ) ایسے بڑے جلسوں اور مجمع کثیر میں کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام ایسے شخصوں کو جو غلط خبر دے، بہت جلدی جھوٹا کہہ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی جبلت میں یہ بات تھی اور اس لئے بھی کہ صحابہ کرام باطل پر خاموش رہنے والے نہ تھے۔ انہیں صحابہ نے بیشک اس کو روایت کیا ہے اور اس کی اشاعت کی اور حضور ﷺ کی طرف جم غفیر کے سامنے نسبت کی ہے۔ کسی نے بھی ان میں سے ان لوگوں پر جنہوں نے ان سے روایت کیا کہ انہوں نے یہ کہا اور مشاہدہ کیا ہے' انکار نہیں کیا۔ تو اب ایسا ہو گیا کہ گویا ان سب نے اس کی تصدیق کی ہے۔

تیرھویں فصل

مزید معجزات

اس کے مشابہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے زمین پھاڑ کر پانی کا نکلنا ہے جو کہ آپ کے چھونے یا دعا کرنے سے ہوتا تھا۔ اس بارے میں وہ روایت ہے جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''موطا'' میں فرمائی۔

غزوۂ تبوک کے قصہ میں معاذ ابن جبل ؓ سے مروی[2] ہے کہ صحابہ کرام ایک ایسے چشمہ پر

۱۔ صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۵۱
۲۔ صحیح مسلم کتاب فضائل جلد ۲ صفحہ ۱۷۸۴

اترے جس میں جوتی کے تسمہ کی مانند پانی نکلتا تھا۔ صحابہ چلو لگا دیتے جب وہ بھر جاتا تو کسی میں جمع کر لیتے پھر حضور ﷺ نے جب اس پانی سے اپنا چہرۂ انور اور دست مبارک دھو لئے تو اس غسالہ مبارکہ کو اس چشمہ میں لوٹا دیا۔ پھر تو پانی بکثرت جاری ہو گیا۔ سب نے خوب پیا۔ ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں کہتے ہیں پھر تو پانی زمین پھاڑ کر اس تیزی اور شور سے نکلا جیسے کڑک کی آواز ہوتی ہے۔ پھر کہا: اے معاذ رضی اللہ عنہ اگر تمہاری زندگی ہوئی تو دیکھو گے کہ اس جگہ سرسبز و شاداب باغ ہوں گے۔

براء اور سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اور یہ حدیث قصہ حدیبیہ میں زیادہ مکمل ہے کہ صحابہ کرام چودہ سو تھے اور وہ کنواں صرف اتنا تھا کہ اس سے پچاس بکریاں پانی پیتی تھیں تو ہم نے اس سے پانی بھر لیا اور اس میں ایک قطرہ پانی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس کے کنارے تشریف فرما ہوئے۔ براء رضی اللہ عنہ [1] کہتے ہیں کہ اس میں سے ڈول لایا گیا۔ آپ ﷺ نے لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی۔ سلمہ رضی اللہ عنہ [2] کہتے ہیں کہ پھر یا تو لعاب دہن ڈالا یا دعا فرمائی۔ تو اس نے جوش مارا پھر تو تمام اس سے سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو پلایا۔

ان دونوں روایتوں کے علاوہ اس قصہ حدیبیہ میں ابن شہاب کی سند سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ترکش سے تیر نکالا اور اس کو ایسے گڑھے کے وسط میں رکھا جس میں پانی نہ تھا۔ تو سب لوگ خوب سیراب ہوئے یہاں تک کہ اونٹوں کو پانی پلا کر دوبارہ پینے کے لئے بٹھا دیا۔ (اسی کو عطن کہتے ہیں)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ [3] سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک سفر میں پیاس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے آفتابہ (وضو کرنے کا برتن) منگوایا۔ اس کو بغل میں رکھا پھر اس کے منہ کو اپنے دہن اقدس میں رکھا۔ واللہ اعلم آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا یا نہیں۔ تو لوگوں نے خوب سیراب ہو کر پیا اور جتنے برتن ان کے پاس تھے سب کو بھر لیا۔ مجھے خیال آیا کہ وہ تو ایسا ہی ہے جیسا مجھے آپ ﷺ نے لیا تھا۔ حالانکہ وہ بہتر (۷۲) آدمی تھے۔ اس کی مثل عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے خلاف بیان کی ہے جو صحاح میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اہل موتہ کی مدد کے لئے اس وقت نکلے جب آپ کو یہ خبر ملی تھی کہ بڑے بڑے صحابہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ طویل حدیث [4] بیان کی جس میں آپ ﷺ کے

۱۔ صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۵۴
۲۔ صحیح مسلم کتاب، ودلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۱۱۹
۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۳۲
۴۔ دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۳۲

بہت سے معجزات اور نشانیاں ہیں۔اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ کل ان کو پانی نہیں ملے گا اور آفتابہ والی حدیث کو بیان کیا اور کہا کہ وہ لوگ تقریباً تین سو تھے۔

کتاب مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابوقتادہ ؓ سے فرمایا: میرے لئے اپنے آفتابہ کی حفاظت کرنا عنقریب اس سے ایک غیبی خبر نمودار ہوگی اور اس کی مثل بیان کیا۔

اس بارے میں عمران بن حصین ؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک سفر میں حضور ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو پیاس لگی۔تو آپ ﷺ نے اپنے دو صحابہ کو بھیجا اور بتایا کہ فلاں جگہ تم کو ایک عورت ملے گی جس کے ساتھ ایک اونٹ ہوگا۔اس پر دو مشکیزے ہوں گے۔تو ان دونوں نے اس کو پالیا اور لے کر آپ ﷺ کے پاس آگئے۔آپ ﷺ نے ایک مشکیزے سے برتن میں پانی ڈالا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے جو چاہا اس میں پڑھا پھر دونوں مشکیزوں میں وہ پانی لوٹا دیا اور دونوں کا منہ کھول دیا اور لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اپنے برتن بھر لئے اور کوئی برتن ایسا نہ چھوڑا جس کو بھرا نہ ہو۔عمران ؓ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ مشکیزے ویسے ہی بھرے ہوئے تھے۔پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو کھانا دو یہاں تک کہ اس کا کپڑا ابھر دیا اور فرمایا: جاؤ تمہارے پانی سے ہم نے کچھ نہیں لیا ہے۔لیکن اللہ ﷻ نے ہم کو سیراب کر دیا۔

سلمہ بن اکوع ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا پانی ہے؟ تو ایک شخص برتن لایا جس میں چند قطرے تھے۔آپ ﷺ نے اس کو ایک پیالہ میں لوٹ لیا۔ہم سب نے اس سے وضو کیا اور خوب استعمال کیا۔حالانکہ ہم چودہ سو تھے۔

حضرت عمر ؓ کی حدیث ''جیش عسرت'' میں ہے اور انہوں نے بیان کیا کہ سب کو پیاس لگی۔یہاں تک کہ ایک مرد نے اپنے اونٹ کو ذبح کیا اور اس کی اوجھ کو نچوڑ کر پی گیا۔تب حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضرت ﷺ کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھائے ابھی ان کو لوٹایا نہ تھا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی۔جتنے برتن ان کے پاس تھے سب بھر لئے اور حال یہ تھا کہ بارش لشکر سے باہر نہ تھی۔ (دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۳۱ مجمع الزوائد جلد ۶ صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵)

عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابوطالب نے جب حضور ﷺ کے ردیف (یعنی اونٹ پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے) تھے۔آپ ﷺ سے وادی ذوالمجاز میں کہا کہ مجھے پیاس لگی اور میرے پاس پانی نہیں۔اس وقت نبی کریم ﷺ اترے اور اپنے قدم مبارک کو زمین پر مارا تب پانی نکل آیا۔فرمایا: اے ابو طالب پی لیجئے۔ (طبقات ابن سعد صفحہ ۱۵۲)

اس باب میں بکثرت احادیث ہیں۔اسی میں سے استسقاء میں دعا مانگنا اور جو اس کے ہم جنس ہے۔

چودھویں فصل

طعام میں زیادتی

آپ ﷺ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کی برکت ودعا سے طعام زیادہ ہو جاتا تھا۔

حدیث : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کچھ کھانے کو مانگا۔ آپ ﷺ نے اس کو نصف وسق جو مرحمت فرمائے (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) تو وہ خود اور اس کی بیوی اور مہمان سب برابر کھاتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک دن اس نے ناپ لیا۔ پھر اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اس کو ناپتا نہیں تو ہمیشہ اس کو کھاتا رہتا اور یہ تمہارے لئے بڑھتا رہتا۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل جلد ۴ صفحہ ۱۷۸)

اور اس بارے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ان جو کی چند روٹیوں کو جنہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ بغل میں دبا کر لائے تھے اور آپ ﷺ نے اس کو ٹکڑے کر کے اس پر جو چاہا پڑھا تھا۔ ستر یا اسی آدمیوں کو کھلایا۔ (صحیح بخاری کتاب مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۵۴، صحیح مسلم کتاب الاشربہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے غزوۂ خندق کے دن ایک صاع (تقریباً سوا چار سیر) جو اور ایک بکری سے ایک ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں سب نے خوب کھایا حتیٰ کہ چھوڑ کر چلے گئے اور ہماری ہانڈی اسی طرح بھری ہوئی جوش مار رہی تھی اور آٹے سے روٹی پک رہی تھی (یہ برکت اس وجہ سے ہوئی) کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹے اور ہانڈی میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تھا اور برکت کی دعا کی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۸۹)

اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سعید بن مبثاء رضی اللہ عنہ اور ایمن رضی اللہ عنہ نے اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی کے مثل ایک مرد انصاری اور اس کی بیوی سے جن کا نام معلوم نہیں روایت کی ہے اور کہا کہ ایک ہتھیلی بھر کھانا لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو کھانے کے برتنوں میں ملا دیا اور پڑھا جو اللہ جل شانہ نے چاہا اور اس میں سے جو گھر میں تھا یعنی کمرہ اور صحن وغیرہ میں سب نے کھایا۔ حالت یہ تھی کہ یہ گھر ان لوگوں سے جو حضور ﷺ کے ساتھ آئے تھے بھر گیا تھا۔ سب کے پیٹ بھرنے کے بعد برتنوں میں ویسا کا ویسا ہی باقی رہ گیا۔ (طبقات ابن سعد، کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیق ؓ کے لئے اتنا کھانا تیار کیا کہ ان دونوں کو ہی کافی ہوتا مگر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ انصار کے بزرگوں میں سے تیس آدمیوں کو بلالو۔ انہوں نے بلالیا۔ سب نے کھایا اور چھوڑ گئے۔ پھر فرمایا: ساٹھ آدمیوں کو بلالو۔ تو کھانا ان کے بعد بھی اتنا ہی تھا۔ پھر فرمایا: ستر آدمیوں کو بلالو۔ ان سب نے بھی کھایا یہاں تک وہ بھی چھوڑ گئے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے اس کے بعد اسلام قبول نہ کیا ہو اور آپ ﷺ کی بیعت نہ کی ہو۔

ابوایوب ؓ کہتے ہیں کہ میرے کھانے سے ایک سو اسّی آدمیوں نے کھایا۔

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۶ صفحہ ۹۴)

سمرہ بن جندب ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک کڑھاؤ (بڑا برتن) لایا گیا۔ جس میں گوشت (پکا ہوا) تھا۔ تو یکے بعد دیگرے صبح سے شام تک ایک قوم کھڑی ہوتی اور دوسری بیٹھتی جاتی تھی۔

(سنن مقدمہ داری جلد ۱ صفحہ ۳۱' دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۶ صفحہ ۹۳' مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۲)

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر ؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم ایک سو تیس آدمی تھے اور حدیث میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک صاع (یعنی سوا چار سیر کے قریب) آٹا گوندھا اور ایک بکری ذبح کی تھی' سو اس کی کلیجی بھونی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر ایک اس کلیجی کو چھری سے کاٹتا تھا۔ پھر اس کے گوشت سے دو کڑھاؤ بھر لئے اور سب نے خوب کھایا اور دونوں میں بچ رہا۔ تو ہم نے اس کو اونٹ پر لاد لیا۔ (کہ بعد کو راہ میں کھالیں گے)

(صحیح بخاری کتاب الاطعمہ جلد ۷ صفحہ ۶۰' صحیح مسلم کتاب الاشربہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۲۷)

اور اس بارے میں عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری ؓ[1] کی حدیث ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور اس کی مثل سلمہ بن اکوع اور حضرت ابوہریرہ اور عمر بن خطاب[2] ؓ سے مروی ہے۔ ان سب نے ایک پریشانی کا ذکر کیا جو ایک غزوہ میں حضور ﷺ کی معیت میں پیش آئی تھی۔

تو اس وقت آپ ﷺ نے بچے ہوئے کھانوں کو منگوایا تو کوئی ایک مٹھی بھر کھانا لایا اور کوئی اس سے زیادہ۔ ان میں سے جو زیادہ سے زیادہ لایا وہ ایک صاع کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سب کو ایک دسترخوان پر جمع کر دیا۔ سلمہ ؓ نے کہا: میں نے اندازہ لگایا تو وہ سب اونٹ کے پالان کے برابر تھا (یعنی اتنا اونچا ڈھیر تھا جتنا اونٹ کا پالان ہوتا ہے) پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو ان کے برتنوں کے ساتھ بلایا۔ تو لشکر میں سے کسی کا برتن ایسا نہ تھا جو بھر نہ گیا ہو اور اس میں سے بھی بچ رہا۔

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۳۰، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۵۶۔۵۵

۲۔ مسند ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ مسند جر کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۲۲

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اصحاب صفہ کو بلانے کا حکم فرمایا۔ میں نے انہیں ڈھونڈ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ تب ہمارے آگے ایک برتن رکھا گیا جس میں سے ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا اس میں اس طرح موجود رہا جیسا کہ پہلے تھا مگر یہ کہ اس پر انگلیوں کے نشان نظر آتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اولاد عبدالمطلب کو جمع فرمایا اور وہ چالیس مرد تھے۔ ان میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو ایک دو سالم اونٹ کا بچہ کھا جاتے اور ایک فرق (یعنی وہ برتن جس میں سولہ رطل تقریباً آٹھ سیر چیز آئے) پانی کا پی جاتے۔ آپ نے ان کے لئے ایک مُدّ یعنی ایک سیر کھانا تیار کرایا۔ آپ نے انہیں کھلایا یہاں تک کہ وہ سب شکم سیر ہو کر کھا گئے اور کھانا جتنا تھا ویسا ہی باقی رہا۔ پھر ایک برتن دودھ منگوایا اور اس میں سے پلایا وہ سب خوب سیراب ہو گئے۔ لیکن وہ ویسا کا ویسا ہی باقی رہا گویا کہ اس میں سے پیا ہی نہ گیا ہے۔ (مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۱۵۹)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو ان کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو بلائیں جن کے نام آپ ﷺ نے فرمائے ہیں اور ہر اس شخص کو دعوت دے دیں جو تم کو ملیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا کاشانہ اقدس (گھر) اور حجرہ شریف لوگوں سے بھر گیا تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے ایک طشت رکھا جس میں ایک مُدّ تقریباً ایک سیر کھجوروں کا ملیدہ تھا۔

پھر آپ ﷺ نے اس کو اپنے آگے رکھا اور اپنی تین انگلیاں اس میں ڈالیں اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ کھاتے تھے اور نکلتے جاتے تھے اور وہ مالیدہ طشت میں جیسا تھا ویسا ہی باقی رہا اور کھانے والے اکہتر یا بہتر تھے اور ایک روایت میں اس قصہ کے یا اس جیسے قصے میں ہے کہ وہ تین سو مرد تھے۔ ان سب نے کھایا حتیٰ کہ شکم سیر ہو گئے۔ مجھ سے ارفع ؓ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کھانا اس وقت زیادہ تھا جب رکھا تھا یا اس وقت جب اٹھایا گیا۔ (صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۵۲۷، صحیح مسلم کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۰)

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے کہ حضرت (خاتون جنت) فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صبح کے کھانے کے لئے ایک ہانڈی پکائی اور حضرت علی ؓ کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ساتھ کھانا ملاحظہ فرمائیں۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایک پیالہ آپ کی تمام بیویوں (امہات المومنین رضی اللہ عنہن) کو بھیج دیا۔ پھر حضور ﷺ کے لئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے پھر اپنے لئے رکھا۔ جب ہانڈی

اٹھائی تو وہ ویسی ہی بھری ہوئی تھی۔ فرماتی ہیں: تو ہم نے اس سے کھایا جتنا خدا نے چاہا۔

(طبقات ابن سعد براسند منقطع کمافی منائل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۲۲)

حضرت عمر ابن خطاب ﷺ کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ احمس کے چار سو سواروں کو زادِ راہ دو۔ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم چند صاع سے زیادہ نہیں ہے۔ فرمایا: جاؤ۔ پس وہ گئے۔ اس سے ان کو توشہ دینے لگے اور حال یہ تھا کہ وہ کھجوریں اونٹنی کے بچہ کے بیٹھنے کے مانند تھیں مگر وہ اپنی حالت میں باقی رہیں۔ یہ دکین احمسی اور جریر رحمہم اللہ کی روایت کے بموجب ہے اور اس کے مثل نعمان بن مقرن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے جو بعینہ یہی ہے مگر اتنا زیادہ ہے کہ کہا وہ مزینہ کے چار سو سوار تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیھقی جلد ۵ صفحہ ۳۶۵، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۴۴۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۴۲۷)

اور اس بارے میں حضرت جابر ﷺ کی وہ حدیث ہے جو ان کے والد کے مرنے کے بعد قرض کے سلسلے میں ہے، کہ انہوں نے اپنا اصل مال قرض خواہ کے قرضہ میں دے دیا مگر انہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ درانحالیکہ ان کے کھجوروں کے باغ کے پھل چند سالوں میں بھی ان کے قرض کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے پھل کاٹ کر ڈھیر کر لو۔ اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور اس ڈھیر میں چلے اور دعا فرمائی۔

پھر جابر ﷺ نے اپنے والد کے قرض خواہوں کو اس سے دے دیا پھر اتنا بچ رہا جتنا ہر سال پھل لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اتنا بچ رہا جتنا ان کو دیا۔ انہوں نے کہا کہ قرض خواہ یہودی تھے۔ انہوں نے اس سے بہت تعجب کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الھبہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پریشانی (بھوک) پہنچی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔

فرمایا: میرے پاس لاؤ۔ تب آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ڈال دیا اور مٹھی بھر کر نکالا اور پھیلا دیا اور برکت کی دعا فرمائی۔

پھر فرمایا: دس مردوں کو دو۔ تو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ شکم سیر ہو گئے۔ پھر فرمایا: تم لے لو جو تم لائے تھے اور اپنا ہاتھ ڈال کر مٹھی سے نکال لیا کرو۔ اس کو الٹانا نہیں جتنا میں لایا تھا اس سے زیادہ پر قبضہ کیا۔

پس میں رسول اللہ ﷺ کی حیات (ظاہری) اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت

تک اس سے خود کھاتا اور کھلاتا رہا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عثمان ﷛ شہید ہو گئے تو وہ مجھ سے لوٹ لیا گیا اور وہ چلا گیا۔

(دلائل النبوۃ جلد ۶ صفحہ ۱۱۰ سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۵۸۵)

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس میں سے اتنے اتنے وسق (ساٹھ صاع) کھجوریں اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کر دیں اور اس حکایت کی مثل غزوۂ تبوک میں بھی ذکر کیا گیا کہ دس سے کچھ زیادہ کھجوریں تھیں۔

انہیں میں سے حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی یہ حدیث بھی ہے۔ جب انہیں بھوک نے ستایا تو حضور ﷺ نے اپنے پیچھے آنے کو فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا جو آپ ﷺ کو ہدیۃً پیش کیا گیا تھا۔ ان کو حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلالو۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ اتنا سا دودھ ان میں کیا ہوگا۔ میں زیادہ مستحق تھا کہ جو بھوک مجھے لگی ہوئی تھی اس کو پیتا اور اس سے طاقت حاصل کرتا۔ غرضیکہ میں نے ان کو بلایا اور بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو پلاؤ تو میں ہر مرد کو دیتا جاتا۔ وہ پیتا اور سیراب ہو جاتا۔ پھر دوسرے کو دیتا وہ پیتا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے پیالے کو پکڑا اور فرمایا: اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ بیٹھ جاؤ اور پیو۔ تو میں نے پیا۔ پھر فرمایا اور پیو۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا: اب نہیں پیا جاتا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اب دودھ کے گزرنے کی بھی گنجائش نہیں پاتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پیالہ لیا۔ اللہ ﷻ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا پی لیا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق جلد ا صفحہ ۸۱)

خالد بن عبدالعزیٰ ﷛ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ایک بکری ذبح کرنے کے لئے پیش کی اور حال یہ تھا کہ خالد ﷛ کے عیال (گھر والے) بہت تھے۔ وہ ایک بکری کو ذبح کرتا تو اس کے عیال کے لئے ایک ایک ہڈی بھی پورا نہ کرتی۔

مگر نبی کریم ﷺ نے اس بکری سے خود کھایا اور باقی (جو بچا اس) کو خالد ﷛ کے ڈول میں ڈال کر دعائے برکت فرمائی۔ اس نے اس کو اپنی عیال میں تقسیم کیا تو سب نے کھایا اور زیادہ بچ رہا۔ اس حدیث کو دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ (دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۱۶۔۱۱۵)

اجری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت (خاتون جنت) فاطمہ رضی

اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی ﷺ سے فرمایا تو آپ ﷺ نے بلال ﷺ کو حکم دیا کہ فلاں برتن لاؤ جو چار یا پانچ مُدّ (گندم یا جو وغیرہ) سے بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ آپ ﷺ نے ان کے ولیمہ میں ایک اونٹ کے بچے کو ذبح کرنے کو فرمایا تھا۔ بلال ﷺ کہتے ہیں: میں اس کو لایا۔ پس آپ ﷺ نے اس کے سر کو چھوا۔ پھر لوگ جماعت جماعت کر کے داخل ہوئے۔ اس سے کھاتے تھے حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے اور اس سے بہت کچھ بچ رہا۔

پھر آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی اور حکم دیا کہ اپنی ازواج (امہات المومنین) کے پاس لے جایا جائے اور فرمایا: تم سب کھاؤ اور جو تمہارے پاس عورتیں آئیں ان کو کھلاؤ۔

حضرت انس ﷺ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا۔ تو میری والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے ملیدہ بنایا۔ اس کو ایک طشت میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو رکھ دو اور فلاں فلاں آدمیوں کو بلاؤ اور جو تم کو راہ میں ملے اس کو بھی بلا لو۔ تو مجھے جو ملا سب کو بلا لایا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ تین سو آدمی تھے۔ یہاں تک کہ صفہ (چبوترہ) اور حجرہ ان سے بھر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھانے پر رکھا اور دعا مانگی اور پڑھا جو اللہ ﷻ نے چاہا۔ پس سب نے کھایا حتیٰ کہ سب شکم سیر ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا: اٹھا لو۔ میں نہیں جانتا کہ جب رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الاطعمہ جلد ۷ صفحہ ۱۰۱، صحیح مسلم کتاب الاشربہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۱۲)

ان تین فصلوں کی اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور اس فصل کی احادیث کے معنی پر تو دس سے زیادہ صحابہ کرام ﷺ کا اجماع ہے اور ان سے کئی گنا زیادہ تابعین نے روایت کی ہے۔ ان کے بعد تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان میں سے اکثر احادیث مشہور قصوں اور حاضرین کے مجمعوں میں ذکر کی جاتی ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ حق بات کے سوا من گھڑت باتوں کی نسبت کی جائے اور حاضرین منکر باتوں پر خاموش رہیں۔

پندرھویں فصل

درختوں کا کلام کرنا اور آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت اور آپ ﷺ کی دعوت پر آنا

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک سفر میں

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی آپ ﷺ کے قریب آیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اعرابی! کہاں کا قصد ہے؟

کہا کہ گھر جا رہا ہوں۔ فرمایا: کیا تو نیکی کی طرف آتا ہے؟

اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ فرمایا: گواہی دے کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس نے کہا: کوئی آپ ﷺ کی شہادت دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ببول کا درخت جو وادی کے کنارے کھڑا ہے۔ تب وہ زمین چیرتا آیا اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس سے آپ ﷺ نے تین مرتبہ شہادت دلوائی۔ تو اس نے ویسے ہی کہا جیسا آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

(مقدمہ سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۰ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۴ کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۱۳۴)

حضرت بریدہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے کوئی نشانی مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سامنے کے درخت سے کہو کہ تجھ کو رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ درخت اپنی دائیں اور بائیں اور آگے پیچھے ہلا اور اس کی جڑیں ٹوٹیں پھر زمین چیرتا شاخوں کو گھسیٹتا حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ.

اعرابی نے کہا: اس کو حکم دیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ پس وہ واپس ہوا اور اس کی جڑیں زمین میں داخل ہو گئیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

اعرابی نے کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کو سجدہ کروں۔ فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اعرابی نے کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کے دست مبارک اور پائے اقدس کو بوسہ دوں تو اس کو اس کی اجازت دے دی۔ (کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۱۳۴)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو کوئی ایسی جگہ نہ دیکھی کہ جہاں پردہ ہوتا۔ وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے تو رسول اللہ ﷺ ان دونوں میں سے ایک کے پاس گئے اور ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا:

فرمانبردار ہو جا مجھ پر اللہ ﷻ کے حکم سے۔ تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلا اس طرح پر جیسے کوئی

اونٹ کو نکیل ڈال کر لے جاتا ہے اور بیانِ راوی میں ہے کہ آپ ﷺ نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ جب یہ دونوں نصف راہ طے کر کے درمیان میں پہنچے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے حکم سے مجھ پر دونوں مل جاؤ۔ پس وہ دونوں مل گئے۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر رضی اللہ عنہ! اس درخت سے کہو کہ تجھ سے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے ساتھی درخت سے مل جائے تا کہ میں تمہارے پیچھے بیٹھوں تو میں نے ایسا کیا اور چلا یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھی (درخت) سے جا ملا۔ تو آپ ﷺ (قضائے حاجت) کے لئے ان دونوں کے پیچھے بیٹھے اور میں جلدی سے نکل آیا اور بیٹھ کر دل میں سوچنے لگا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے تھے اور وہ دونوں درخت جدا ہو کر ہر ایک اپنی جگہ سیدھا کھڑا تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے تھوڑا سا توقف فرمایا اور اپنے سر سے داہنے اور بائیں جانب اشارہ کیا۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اسی کے مثل روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں فرمایا: کیا تم ایسی جگہ پاتے ہو جہاں اللہ ﷻ کا رسول ﷺ قضائے حاجت کرے۔ میں نے عرض کیا: یہ وہ وادی ہے جہاں لوگوں کی گزرگاہ ہے۔

فرمایا: کیا کوئی درخت یا پتھر دیکھا ہے؟

عرض کیا: ہاں آمنے سامنے چند درخت دیکھے ہیں۔ فرمایا:

جاؤ اور ان درختوں سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قضائے حاجت کے لئے آئیں۔ اور یہی بات کنکریوں سے کہو۔ تو میں نے ان سے جا کر یہی کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ درخت ایک دوسرے کے (ساتھ) ہو کر مجتمع ہو گئے اور کنکریاں بھی دوڑ کر ایک دوسرے پر پیوستہ ہو گئیں۔ پس جب آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمالی تو مجھ سے فرمایا:

ان سے کہو کہ چلے جائیں۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ وہ درخت اور کنکریاں جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ چلی گئیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۵)

یعلیٰ بن سیابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ان دونوں حدیثوں کے مثل بیان کیا اور کہا کہ آپ ﷺ نے دو چھوٹے چھوٹے کھجوروں

کے درختوں کو حکم دیا۔ وہ مل گئے اور ایک روایت میں دو بڑی کھجوروں کے درخت کا ذکر آیا ہے۔ غیلان بن سلمہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اس کے مثل ہے اور اس میں دو درختوں کا ذکر ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۵)

حضرت ابن مسعود ؓ نے غزوۂ حنین میں نبی کریم ﷺ سے اسی کے مثل بیان کیا۔ یعلی بن مرہ بن سبابہ ؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ انہوں نے بہت سے معجزات کو رسول اللہ ﷺ سے دیکھ کر بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ بڑا درخت یا کیکر کا درخت آیا اور اس نے آپ ﷺ کے گرد چکر لگایا پھر اپنی جگہ لوٹ گیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنے رب ﷻ سے اجازت مانگی تھی کہ وہ مجھ پر سلام عرض کرے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۰، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۹)

عبداللہ بن مسعود ؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک درخت نے خبر دی کہ ایک رات جن نے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی کہ وہ آپ ﷺ سے قرآن کریم سنے۔

مجاہد ؓ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے اس حدیث میں ذکر کیا کہ جنات نے کہا: آپ کی کون شہادت دیتا ہے؟

فرمایا: یہ درخت، اے درخت چلا آ۔ تو وہ درخت بڑی آواز کے ساتھ جڑوں کے ساتھ چلا آیا اور پہلی حدیث کی مثل یا اس جیسی بیان کی۔ (صحیح مسلم کتاب الزہد جلد ۴ صفحہ ۲۳۰۶، صحیح بخاری)

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن عمر، بریدہ، جابر، ابن مسعود، یعلی بن مرہ، اسامہ بن زید، انس ابن مالک، علی ابن ابی طالب اور ابن عباس وغیرہ ؓ کا اس باب میں نفس حدیث اور معنی حدیث میں اتفاق ہے اور ان سے کئی گنا تابعین اور تبع تابعین نے روایتیں کی ہیں۔ تو یہ حدیثیں جیسی بھی تھیں، شہرت کے اعتبار سے قوی ہو گئیں۔

ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ طائف میں غنود کی حالت میں چلے۔ آپ ﷺ کے سامنے بیری کا درخت آ گیا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے درمیان سے گزر گئے۔ وہ درخت دو تنوں پر اس وقت تک موجود ہے۔ وہ جگہ معروف اور معظم ہے۔

اس بارے میں حضرت انس ؓ کی حدیث ہے کہ جبریل ؑ نے نبی کریم ﷺ کو غمگین دیکھ کر عرض کیا: آپ ﷺ پسند کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کو کوئی معجزہ دکھاؤں۔ فرمایا: ہاں۔

پس رسول اللہ ﷺ نے وادی کے کنج (کنارے) ایک درخت پر نظر ڈالی۔

جبریل ؑ نے عرض کیا: اس درخت کو بلایئے۔ تب وہ چل کر آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ

کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

پھر کہا: اس کو حکم دیجئے کہ لوٹ جائے۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ چلا گیا۔

(الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۳)

حضرت علی ﷺ سے اس طرح مروی ہے۔ مگر انہوں نے اس میں جبریل علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے کہا: اے خدا مجھے کوئی نشانی ایسی دکھا کہ جو میری تکذیب کرے اس (نشانی) کے بعد اس کو بھی ماننے بغیر چارہ گر نہ رہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے درخت کو بلایا

اور اس کی مثل حدیث بیان کی اور آپ ﷺ کا غمگین ہونا اپنی قوم کی تکذیب اور طلب معجزہ پر تھا نہ کہ اپنے لئے تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۳ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ کو اس قسم کے معجزے دکھائے۔ ایک درخت کو آپ ﷺ نے بلایا۔ وہ آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے ٹھہرا رہا۔ پھر فرمایا: واپس جا تو وہ لوٹ گیا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۹۵ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کا شکوہ اپنے رب ﷻ سے کیا کہ وہ لوگ خوف دلاتے ہیں اور ایسے معجزے کا سوال کیا جن سے آپ ﷺ جان لیں کہ آپ ﷺ کو کوئی خوف نہیں ہے۔ تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو وحی فرمائی کہ آپ فلاں وادی میں جس میں درخت ہے جائیے اور اس کی ٹہنی کو پکڑ کر ہلایئے۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے گا۔

تو آپ ﷺ نے ایسا کیا پس وہ زمین پر خط کھینچتا آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے جب تک خدا نے چاہا روکے رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جا جہاں سے آیا ہے پس لوٹ گیا۔

پھر آپ ﷺ نے عرض کیا: اے رب ﷻ میں نے جان لیا کہ مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔

(الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

اس کے مثل حضرت عمر ﷺ سے مروی ہے اور وہ اس میں بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو ایسی نشانی دکھا کہ اس کے بعد جو میری تکذیب کرے اس کو تردد نہ رہے اور ذکر کیا اس کی مثل۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۳، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰، کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۱۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے فرمایا: کیا تو دیکھتا ہے کہ اگر میں اس کھجور کی ٹہنی کو ہلاؤں تو تو اس کی گواہی دے گا کہ میں اللہ ﷻ کا رسول

ﷺ ہوں۔اس نے کہا: ہاں۔

تو آپ نے اس کو بلایا تو وہ درخت دوڑتا آیا۔ پھر فرمایا: لوٹ جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۵، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۲۰، مقدمہ سنن داری جلد ۱ صفحہ ۱۳، ترمذی جلد ۹ صفحہ ۲)

سولہویں فصل

کھجور کی ٹہنیوں کا رونا

کھجور کے ستونوں کے رونے کی خبروں کو یہ حدیثیں قوی کرتی ہیں۔ چونکہ یہ خبر بذاتہٖ مشہور و معروف اور خبر متواتر کی حد میں ہے اور اہل صحاح نے اس کی تخریج کی ہے اور یہ کہ دس سے زائد صحابہ ﷺ نے اس کو بیان کیا ہے۔

ان میں سے حضرت ابی بن کعب ﷺ[1] جابر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسجد (نبوی) کھجور کے ستونوں پر سقف (چھتی ہوئی) تھی۔ نبی کریم ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ تو ان میں سے ایک ستون سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ کے لئے منبر بنایا گیا تو ہم نے اس ستون سے ایسی آواز سنی جیسے اونٹنی بچہ جنتے وقت روتی ہے۔

حضرت انس ﷺ کی روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے مسجد میں ہلچل مچ گئی اور سہل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ کثرت سے لوگ رونے لگے۔ جب اس کو انہوں نے روتے دیکھا۔ مطلب ﷺ اور اُبی ﷺ کی روایت میں ہے کہ وہ ستون اتنا رویا کہ وہ پھٹ گیا۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ وہ خاموش ہوا۔ (ایک اور) دوسرے نے اتنا زیادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ وہ خاموش ہوا۔ دوسرے نے اتنا زیادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ذکر سے محروم ہونے کی وجہ سے روتا ہے۔ ایک نے اتنا اضافہ کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں اس کو نہ لپٹاتا تو قیامت تک ایسے ہی میرے غم میں وہ روتا رہتا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو منبر کے نیچے دفن کر دیا جائے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صحیح ۱۵۶۔۱۵۵، سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸، مسند ابن عمر ﷺ، سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳۵۴ مسند انس ﷺ، سنن ابن ماجہ کتاب ۱قامہ جلد ۱ صفحہ ۴۵۴، مقدمہ سنن داری جلد ۱ مسند ابن عمر و بریدہ و جابر و ابوسعید و ابن عباس رضی اللہ عنہم صفحہ ۱۹۔۱۸۔۱۷۔۱۶۔۱۵ (یہاں آگے آنے والی مختلف روایتوں کے حوالجات اکٹھے لکھ دیے ہیں)۔ ادارہ

اسی طرح مطلب، سہل بن سعد اور اسحاق رحمہم اللہ کی حدیث میں حضرت انس ﷺ سے مروی ہے اور بعض روایتوں میں سہل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس کو منبر کے نیچے دفن کر دیا گیا یا چھت میں لگا دیا گیا۔ ابی ﷺ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تو اس کے پاس پڑھتے۔ پس جب مسجد دوبارہ تعمیر کی گئی تو اس کو ابی ﷺ نے لے لیا وہ انہیں کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ زمین نے اس کو کھا لیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو اپنی طرف بلایا تو وہ زمین چیرتا آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو لپٹا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو وہ اپنی جگہ چلا گیا۔

بریدہ ﷺ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہے تو میں تجھے اس باغ میں لوٹا دوں جہاں تو تھا تیری شاخیں اُگ آئیں گی تیری پوری نگہداشت ہوگی تیری پتیاں اور پھل پیدا ہو جائیں گے اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں بو دوں کہ اس میں تیرے پھل میری جانب سے اولیاء اللہ کھائیں اور میں ایسی جگہ ہوں گا جہاں کوئی خطرہ نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے نزدیکی صحابہ ﷺ نے سنا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔ پھر فرمایا: دار فنا پر اس نے دار بقا کو پسند کیا۔

(سنن دارمی جلد ا صفحہ ۱۵)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے: اے اللہ ﷻ کے بندو! لکڑی تو رسول اللہ ﷺ کے اسی اشتیاق میں جو آپ ﷺ کی نزدیکی میں حاصل تھا، اس کا آرزومند ہوا اور اب تم اس سے زیادہ حق رکھتے ہو کہ آپ ﷺ کے بقا کا شوق کرو۔

اس کو روایت کیا حفص بن عبیداللہ ﷺ نے حضرت جابر ﷺ سے کہا جاتا ہے کہ حفص بن عبیداللہ اور ایمن اور ابونضرہ اور ابن مسیب وسعید بن ابی کرب اور کریب وابو صالح ﷺ نے بھی روایت کیا ہے اور حضرت انس بن مالک ﷺ سے بھی اس کو روایت کیا۔ حسن، ثابت، اسحاق ابن ابی طلحہ ﷺ نے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع وابو حیہ نے روایت کیا اور ابونضرہ وابو وداک نے حضرت ابی سعد ﷺ سے اور عمار بن ابی عمار ﷺ سے انہوں نے ابن عباس ﷺ سے اور ابو حازم وعباس بن سہل نے سہل ﷺ بن سعد ﷺ سے اور کثیر بن زید ﷺ نے مطلب ﷺ سے ان لوگوں نے روایت کیا جن کا ہم نے ذکر کیا اور ان کے سوا ان سے کئی گنا تابعین نے روایت کی ہے۔ جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا۔ اس باب میں ان چند گنتی کے سوا مزید علم بھی حاصل ہو سکتا ہے جو تلاش ومحنت کرے۔ اللہ ﷻ دوستی پر ثابت قدم رکھنے والا ہے۔

سترھویں فصل

جمادات سے متعلق معجزات

اسی طرح ہر قسم کے جمادات میں آپ ﷺ کے معجزات مروی ہیں۔

حدیث :حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالا سناد حدیث روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ درآنحالیکہ وہ کھایا جا رہا ہوتا اور دوسری روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے اور اس کی تسبیح سنا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۱۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مٹھی میں کنکریاں پکڑیں تو وہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں یہاں تک کہ ہم نے تسبیح کو سنا۔ پھر ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا تو تسبیح کر رہی تھیں۔ پھر ہمارے ہاتھ میں دے دیں تو انہوں نے تسبیح بند کر دی۔

(مختصر تاریخ دمشق جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسی کی مثل روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کنکریوں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تسبیح جاری رکھی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۶۴، کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۱۳۵، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۹)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے۔ تو آپ ﷺ مکہ کے کسی گوشہ میں تشریف لے گئے تو کوئی درخت و پہاڑ ایسا نہ تھا جس نے آپ ﷺ کو السلام علیک یا رسول اللہ نہ کہا ہو۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۵۳، مقدمہ دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مکہ میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر سلام پیش کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حجر اسود ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۷۸۲)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میرے پاس جبریل علیہ السلام پیغام رسالت لائے تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہ تھا جو ''السلام علیک یا رسول اللہ'' نہ کہتا ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۶۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جس پتھر اور درخت پر سے گزر

فرماتے تو وہ آپ ﷺ کو سجدہ کرتا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۶۹)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان پر اور ان کے بیٹوں پر اپنی چادر ڈالی اور ان کے لئے دوزخ سے پناہ کی دعا مانگی جیسا کہ اس وقت چادر میں پناہ دی تو گھر کے ہر در و بام سے آمین، آمین کی آواز آئی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۷۱)

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام ایک طباق جس میں انار و انگور تھا، لائے تو آپ ﷺ نے اس سے کھایا تو اس نے تسبیح کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم جبل احد پر جب چڑھے تو اس نے حرکت کی۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: اے احد ٹھہر جا، کیا نہیں دیکھتا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۱۰)

اور اسی کے مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوہ حرا کے واقعہ میں مروی ہے اور اتنا انہوں نے زیادہ کیا کہ آپ کے ساتھ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ فرمایا:

خبردار تجھ پر نبی ہے یا صدیق یا شہید۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۸۸۰)

اور حدث حراء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ دس صحابہ تھے اور میں بھی ان میں تھا اور انہوں نے عبدالرحمٰن اور سعد رضی اللہ عنہما کا اضافہ کیا اور کہا کہ میں دو صحابی کو بھول گیا۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳۸۷)

اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اسی کے مثل مروی ہے اور انہوں نے اس کو بیان کیا اور اپنا اضافہ کیا۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳۱۵، سنن ابوداؤد کتاب السنہ جلد ۴ صفحہ ۲۶۴)

یقیناً ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب قریش نے آپ ﷺ کو تلاش کیا تو آپ ﷺ سے کوہ ثبیر نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھ پر سے اتر جائیے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ ﷺ کو میری پشت پر یہ لوگ قتل نہ کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے۔ اس وقت کوہ حرا نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میری طرف تشریف لائیے۔ (مقدمہ سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ پر تلاوت فرمائی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۚ یعنی انہوں نے اللہ کی قدر جیسا اس کا حق تھا نہ کی۔ (پ۲۴۔الزمر۶۷) (ترجمہ کنزالایمان)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جبار اپنی بزرگی بیان فرماتا ہے کہ میں جبار ہوں، جبار ہوں، میں بہت بڑی شان والا ہوں۔ تو منبر کانپنے لگا۔ حتیٰ کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپ ﷺ اس سے گر نہ جائیں۔

(مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۷۲، بخاری و مسلم کمافی تفسیر درمنثور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے جن کے پاؤں پتھروں میں رانگ سے جما دیئے گئے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی لکڑی سے اشارہ کیا درآنحالیکہ ان کو چھوتے نہ تھے اور فرماتے جاتے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (پ۱۵۔الاسرٰی ۸۱) حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

تو آپ ﷺ جس بت کے چہرے کی طرف اشارہ فرماتے وہ پیٹھ کے بل گر پڑتا اور جس کی پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل گر پڑتا۔ یہاں تک کہ ایک بت بھی باقی نہ رہا (تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۲۹) اور اسی کے مثل حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نیزہ ان کو مارتے اور فرماتے جاتے: حق آ گیا اب باطل ظاہر نہ ہوگا اور نہ لوٹے گا۔

(تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۲۹)

اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جو ابتدائے امر میں راہب کے ساتھ ہے۔

جب آپ ﷺ اپنے چچا کے ساتھ بغرض تجارت تشریف لے گئے تھے تو ایک راہب تھا جو کسی کے لئے نہیں نکلتا تھا۔ اب وہ نکلا اور ان کے درمیان آ گیا حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر کہا:

آپ ﷺ سید العالمین ہیں۔ اللہ ﷻ آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین مبعوث فرمائے گا۔

اس وقت قریش کے صنادید نے کہا: تم کو کیسے معلوم ہوا؟

اس نے کہا کہ کوئی درخت و پتھر ایسا نہیں جو آپ ﷺ کو سجدہ کرتا نہ گرا ہو۔ حالانکہ وہ نبی کے سوا کسی کو سجدہ کرتے ہی نہیں اور سارا قصہ بیان کیا۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ درانحالیکہ بادل آپ پر سایہ کر رہا تھا۔ پھر جب آپ ﷺ قوم کے نزدیک ہوئے تو انہوں نے پایا کہ وہ درخت کے سایہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ نے جلوس فرمایا تو وہ بادل کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۵۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۵۔۲۴)

اٹھارہویں فصل

حیوانات سے متعلق معجزات

حدیث :اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالاسنادروایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی۔جس وقت ہمارے یہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے تو وہ سکون کے ساتھ اپنی جگہ ٹھہری رہتی؛ نہ وہ آتی نہ جاتی اور جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو وہ آتی اور جاتی۔ (پریشان کرتی)

(مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۴؛ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۱؛ الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۳؛ مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۱۱۲۔۱۱۵؛ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

حضرت عمر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک اعرابی گوہ کا شکار لے کر آیا۔اس نے پوچھا: آپ ﷺ کون ہیں؟

صحابہ نے کہا: اللہ ﷻ کے نبی ہیں۔تو اس نے کہا: قسم ہے لات وعزیٰ کی (یہ دونوں عرب کے بڑے بتوں کے نام ہیں) میں آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاؤں گا مگر یہ گوہ ایمان لے آئے اور اس گوہ کو آپ ﷺ کے سامنے پھینک دیا۔تب اللہ ﷻ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

اے گوہ! تو اس نے کھلی زبان میں آپ ﷺ کو جواب دیا اور تمام لوگوں نے اس کو سنا: لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ یَا زَیْنَ مَنْ وَافِی الْقِیَامَۃَ. یعنی حاضر ہوں؛ موجود ہوں؛ اے زینت ان لوگوں کی جو قیامت کی طرف آنے والے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو کس کو پوجتی ہے۔گوہ نے جواب دیا: اس ذات کو جس کا عرش آسمان میں ہے؛ جس کی سلطنت زمین میں ہے؛ جس کا راستہ سمندر میں ہے؛ جس کی رحمت جنت میں اور دوزخ میں اس کا عتاب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔بلاشبہ وہ بھلائی پر ہے جس نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور وہ نقصان میں ہے جس نے آپ ﷺ کی تکذیب کی۔پھر تو اعرابی مسلمان ہوگیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۲؛ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۸؛ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۷۷؛ الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۵)

اسی قبیل سے بھیڑیے کے کلام کرنے کا مشہور قصہ ہے۔حضرت ابی سعید ﷺ سے مروی

ہے کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ تو ایک بکری کے سامنے بھیڑیا آ گیا اور چرواہے سے کہا: کیا تو اللہ ﷻ سے نہیں ڈرتا کہ تو میرے اور میرے رزق کے درمیان حائل ہو گیا۔

چرواہے نے کہا: تعجب ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی بولی میں کلام کرے۔ اس وقت بھیڑیے نے کہا: کیا میں تجھ کو اس سے زیادہ تعجب خیز بات نہ بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ دونوں ٹیلوں کے درمیان لوگوں کو گزری ہوئی غیبی خبریں بتا رہے ہیں۔

تب وہ چرواہا نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس کی خبر دی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر لوگوں کو یہ بات بتا دے۔ پھر فرمایا: اس نے سچ کہا۔ آخر حدیث تک۔ اس میں ایک قصہ ہے اور بعض حدیث لمبی (مضمون زیادہ) ہے۔

(مسند امام احمد، طبقات ابن سعد، بزار، مستدرک، دلائل النبوۃ للبیہقی، لابی نعیم، الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۱)

بھیڑیے کی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بھی روایت کیا گیا ہے اور بعض سندوں میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے کہ بھیڑیے نے کہا: تو بہت عجیب ہے کہ تو اپنی بکریوں پر کھڑا ہے اور ایسے نبی علیہ السلام کو چھوڑے ہوئے ہے جبکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ سے بڑھ کر مرتبہ میں کبھی کسی نبی علیہ السلام کو نہ بھیجا۔ بیشک ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور جنت کے رہنے والے ان کے اصحاب کو لڑتا دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور ان کے درمیان صرف یہ گھاٹی حائل ہے۔ اب تو بھی اللہ ﷻ کے لشکروں میں سے ہو جا۔

چرواہے نے کہا: میری بکریوں کا کون محافظ ہے؟ بھیڑیے نے کہا: میں ان کو چراتا ہوں۔ یہاں تک کہ تو واپس آئے۔ تو وہ اپنی بکریاں اس کے سپرد کر کے چلا گیا اور اس (بھیڑیے) کا قصہ بیان کیا اور اسلام لایا اور حضور ﷺ کو پایا کہ آپ ﷺ جہاد کر رہے تھے۔

اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو اپنی بکریاں گن لے ان کو پورا پائے گا۔ تو اس نے ایسا ہی پایا اور بھیڑیے کے لئے ان میں سے ایک بکری ذبح کر دی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۰، الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۲)

اھبان بن اوس ؓ سے مروی ہے۔ وہی اس قصہ کے صاحب تھے۔ وہ اس کو بیان کرتے اور بھیڑیے کی باتیں ذکر کرتے تھے۔ سلمہ بن عمر بن اکوع ؓ سے بھی مروی ہے۔ وہی اس قصہ کے صاحب تھے۔ وہ اس کو بیان کرتے اور بھیڑیے کی باتیں ذکر کرتے تھے۔ اور ان کے اسلام کا سبب ابی سعید ؓ کے مثل حدیث بنی ہے۔

۱۔ الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۱، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۳

اسی طرح ابن وہب ؓ نے روایت کیا ہے کہ ابی سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ ؓ کا قصہ بھیڑیئے کے ساتھ ہوا ہے۔ ان دونوں نے اس کو پایا کہ وہ ایک ہرن پکڑنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ وہ ہرن حرم میں داخل ہو گیا تو بھیڑیا لوٹ گیا۔ دونوں نے اس سے تعجب کیا۔

بھیڑیئے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ ﷺ مدینہ میں تم کو جنت کی طرف بلاتے ہیں اور تم ان کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ ابوسفیان نے کہا: قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر تو نے اس کا مکہ میں تذکرہ کیا ہوتا تو ضرور اہل مکہ گھر خالی کر دیتے (اور مدینہ چلے جاتے) اسی طرح ایک خبر مروی ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا۔

حضرت عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بت ضمار کے کلام کرنے سے تعجب کیا کہ اس بت نے اشعار میں نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا تھا۔ تو اس وقت ایک پرندہ اترا اور کہا:

اے عباس ؓ ضمار کے کلام کرنے سے تعجب کر رہے ہو اور اپنے نفس پر تعجب نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ تو اسلام کی دعوت دیں اور تم بیٹھے رہو۔ یہی واقعہ آپ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

(طبرانی کبیر، کمافی مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۱۳۰)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا در آنحالیکہ آپ ﷺ خیبر کے ایک قلعہ میں تشریف فرما تھے اور وہ مرد بکریوں کے ریوڑ میں تھا جو اہل خیبر کی بکریاں چراتا تھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم بکریوں کا کیا ہوگا؟

فرمایا: ان کے منہ میں کنکریاں بھر دے۔ اللہ ﷻ بہت جلد تجھے تیری امانت ادا کر دیگا اور ان کے مالکوں کی طرف بھیج دے گا تو اس نے ایسا ہی کیا تو ایک ایک کر کے ساری بکریاں ان کے مالکوں کے گھر چلی گئیں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں حضرت ابوبکر و عمر اور ایک انصاری مرد ؓ موجود تھے اور باغ میں ایک بکری تھی تھی۔ تو اس نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا تو حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کیا: اس سے زیادہ ہم مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ آخر حدیث تک۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۴، مسند امام احمد)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ تو ایک اونٹ آیا اس نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا اور اسی طرح بیان کیا اور اسی طرح اونٹ کے بارے میں حضرت ثعلبہ بن ابی مالک اور جابر بن عبداللہ اور یعلی بن مرہ اور عبداللہ بن جعفر ؓ[۱] سے مروی ہے اور ہر ایک بیان کرتا ہے کہ جو بھی باغ میں داخل ہوتا وہ اونٹ اس پر حملہ کرتا لیکن جب نبی کریم ﷺ اس کے

۱۔ الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۸۲، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۱۷، سنن ابوداؤد کتاب الجہاد جلد ۲ صفحہ ۴۰۰

پاس گئے تو اس کو چمکارا اور اس نے اپنے ہونٹ زمین پر رکھ دیئے اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے نکیل ڈال دی۔ اس وقت فرمایا:

آسمان و زمین کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ جانتی ہے کہ میں اللہ ﷻ کا رسول ﷺ ہوں۔ سوائے نافرمان جنات و انسان کے۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے مروی ہے۔

اونٹ کے بارے میں دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ کا حال لوگوں سے پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس کے ذبح کرنے کا قصد کر رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اونٹ نے کام کی زیادتی اور چارہ کی کمی کی شکایت کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اس کے بچپنے سے سخت سے سخت کام لینے کے بعد اب ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں۔

حضور ﷺ کی اونٹنی عضباء کے کلام کرنے کے قصہ میں مروی ہے کہ اس نے آپ ﷺ سے اپنا حال عرض کیا اور یہ کہ چرنے میں اس کی طرف دوسرے جلدی کرتے ہیں اور وحشی جانور کنارہ کش ہو کر کہتے ہیں کہ تو حضور ﷺ کی اونٹنی ہے۔ وہ اونٹنی حضور ﷺ کے وصال کے بعد کھانا پینا چھوڑ کر (غم میں) مر گئی۔ اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیان کیا ہے۔

ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ کے کبوتروں نے نبی کریم ﷺ پر سایہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو دعائے برکت دی تھی۔

حضرت انس اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے (بوقت ہجرت) غار والی رات میں ایک درخت کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کے (غار) کے سامنے وہ اُگے اور آپ ﷺ کو ڈھاک لے اور کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم دیا تو وہ غار کے کنارے بیٹھ گئے اور ایک روایت میں ہے کہ مکڑی (عنکبوت) کو حکم دیا کہ وہ غار کے دہانہ پر جالا تن دے۔ جس وقت آپ ﷺ کے تلاش کرنے والے آئے اور انہوں نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے۔ اگر اس میں کوئی ہوتا تو اس کے دہانے پر کبوتروں کا جوڑا نہ ہوتا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ تو وہ لوٹ گئے۔

(طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۲۸۸، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۲۵، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۸۲)

حضرت عبداللہ بن قُرط ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پانچ یا چھ یا سات اونٹ لائے گئے تا کہ "عید قربان" کے دن آپ ﷺ ان کو ذبح فرمائیں۔ تو ان میں سے ہر ایک کوشش کرتا کہ آپ ﷺ پہلے اسے ہی ذبح کریں۔ (مستدرک جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک صحرا میں تشریف فرما تھے۔ تو

ایک ہرنی نے آپ ﷺ کو ندادی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیابات ہے؟

اس نے کہا: اس اعرابی نے مجھ کو شکار کرلیا۔ حالانکہ میرے اس پہاڑ پر دو بچے ہیں۔ تو آپ ﷺ مجھے آزاد کرادیجئے تاکہ جاکر دودھ پلا آؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ایسا کرے گی؟ ہرنی نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ گئی اور واپس آ گئی۔ آپ ﷺ نے اسے باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی جاگ گیا اور کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ ﷺ کو اس کی ضرورت ہے۔ فرمایا: اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ وہ دوڑتی ہوئی جنگل میں چلی گئی اور کہتی جارہی تھی: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

(الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۰ بحوالہ معجم کبیر، دلائل النبوۃ لابی نعیم)

اور اس باب میں یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام سفینہ کو شیر نے گھیر لیا جبکہ آپ ﷺ نے ان کو حضرت معاذ ؓ کی طرف یمن بھیجا تھا۔ جب وہ شیر کے سامنے ہوئے تو اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں اور آپ ﷺ کا خط ساتھ ہے۔ تو اس نے کندھے ہلائے اور راستہ پر لگا (راستہ بتا) دیا۔ "منصرف" میں اسی کی مثل تذکرہ ہے (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۶)

اور ایک روایت میں ہے کہ کشتی ٹوٹ گئی تھی تو وہ ایک جزیرے کی طرف نکل گئے جس میں شیر تھا۔ تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ تو اس نے اپنے کندھوں سے اشارہ کیا یہاں تک کہ مجھے راستہ پر لا کھڑا کیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۵، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۵۸۳، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۶۶، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۶۰۶)

حضور ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کی ایک بکری کے کان اپنی دونوں انگلیوں سے پکڑے پھر اس کو چھوڑ دیا تو وہ اس کی علامت بن گئی اور یہ علامت اس میں اور اس کی نسل میں پیدا ہو گئی۔

ابراہیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی سند کے ساتھ مروی ہے کہ ایک گدھے نے آپ ﷺ سے کلام کیا جبکہ آپ ﷺ نے اس کو خیبر میں پایا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: یزید بن شہاب۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھا۔

آپ ﷺ اس کو اپنے صحابہ کے گھروں میں بھیجتے تھے اور وہ ان کے دروازوں پر سر مارتا اور ان کو بلاتا تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد وہ چیختا چلاتا کنویں میں گر کر مر گیا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۴)

حدیث میں مروی ہے کہ ایک اونٹنی نے آپ ﷺ کی خدمت میں گواہی دی تھی کہ اس کے مالک نے اس کو چرایا نہیں بلکہ (جائز طریقہ پر) اس کی ملک ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۸)

اورحدیث میں مروی ہے کہ ایک بکری آپ ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے لشکر میں آئی اورصحابہ پیاسے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ایسی جگہ پڑاؤ نہیں کیا تھا جو پانی کی جگہ ہوتی اور وہ تین سوافراد تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہا اور تمام لشکر کو اس سے سیراب کیا۔ آپ ﷺ نے رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تو اس کا مالک بن لیکن میں تجھ کو ایسا دیکھتا نہیں (تو مالک نہ رہے گا) تو رافع رضی اللہ عنہ نے اس کو باندھ لیا۔ پھر جو دیکھا تو وہ کھل کر کہیں چلی بھی گئی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۳۷)

اس حدیث کو ابن قانع رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی روایت کیا اور اس میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسے لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔

ایک سفر میں جب آپ ﷺ نماز کو کھڑے ہوئے تو اپنے گھوڑے سے فرمایا: خدا تجھ کو برکت دے جب تک ہم نماز سے فارغ نہ ہو جانا نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو (مثل سترہ) موضع سجود کے آگے کھڑا کر دیا تو اس نے اپنے کسی عضو کو حرکت نہ دی یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔

اسی کے ساتھ وہ روایت ہے جس کو واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنے قاصدوں کو بادشاہوں کے پاس بھیجا اور ایک دن میں چھ قاصد روانہ کئے۔ جب انہوں نے صبح کی تو ان میں ہر ایک اسی زبان میں بات کرتا تھا جس قوم کے بادشاہ کی طرف اس کو بھیجا گیا تھا۔

(مصنف ابن شیبہ کتاب المغازی جلد ۱۴ صفحہ ۳۳۸)

اس باب میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ ہم ان میں سے صرف وہ مشہور حدیثیں لائے ہیں جن کو ہمارے آئمہ رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

انیسویں فصل

مردوں کو زندہ کر کے کلام فرمانا' چھوٹے وشیر خوار بچوں سے کلام فرمانا اور ان سے اپنی نبوت کی شہادت دلوانا

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ[1] سے بالا سناد روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے خیبر میں ایک بھنی ہوئی بکری حضور ﷺ کی خدمت میں خاص طور پر ہدیۃً بھیجی۔ تو آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اس میں سے کھایا۔ دوران طعام آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لو۔ اس (بکری) نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ زہریلی ہے اور اس زہر کے اثر سے بشر ابن براء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔

۱۔ سنن ابوداؤد کتاب الدیات جلد ۳ صفحہ ۶۴۹' ۶۴۸

آپ ﷺ نے یہودیہ سے پوچھا: تجھ کو اس پر کس نے برانگیختہ کیا۔ اس نے کہا:

اگر آپ نبی علیہ السلام ہیں تو میری اس زہر آلودہ بکری سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر آپ ﷺ بادشاہ ہیں تو میں آپ ﷺ سے لوگوں کو نجات دلاؤں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا۔ چنانچہ وہ (بشر ابن براء رضی اللہ عنہ کے قصاص میں) قتل کر دی گئی۔

اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ اس یہودیہ نے کہا: میں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ ہرگز ایسا نہیں کہ تجھ کو اس پر قدرت دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم اس کو قتل کر دیں۔ فرمایا: نہیں۔

اور ایسا ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہب رضی اللہ عنہ[1] کے سوا دوسری روایت میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے درپے نہ ہو جاؤ اور یہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مجھ کو اس بکری کی کلائی نے خبر دی ہے اور فرمایا: اس کو سزا دو اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ اس کی ران نے کہا کہ وہ مسموم (زہریلی) ہے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس بکری نے کہا: میں زہر آلود ہوں۔ اسی طرح ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں میں مذکور ہے کہ اس کو چھوڑ دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ[2] کی دوسری حدیث میں ہے کہ ہمیشہ اس زہر کو رسول اللہ ﷺ کے لُہات (حلق کا کوا) میں پہچانتا رہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس دور میں جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا' فرمایا: خیبر کا وہ لقمہ بار بار ہمیشہ اپنا اثر دکھاتا رہتا ہے۔ پس اب وقت آ گیا ہے کہ وہ میری شاہ رگ کاٹ دے۔ (سنن ابوداؤد کتاب الدیات جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مسلمان جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال شہادت سے ہوا ہے باوجودیکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی۔

ابن سحنون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس یہودیہ کو قتل کرا دیا تھا جس نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا۔ (سنن ابوداؤد کتاب الدیات جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

بیشک ہم نے اس بارے میں مختلف روایتیں بیان کر دی ہیں۔ جو حضرت ابوہریرہ' انس' جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اس یہودیہ کو بشر بن براء رضی اللہ عنہ کے ورثاء کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اسے قصاص میں قتل کر دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

اسی طرح اس شخص کے قتل میں اختلاف ہے جس نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا۔ واقدی رحمۃ

۱۔ سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۶۲۸' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۶۲

۲۔ صحیح بخاری کتاب الھبۃ جلد ۳ صفحہ ۱۴۳' صحیح مسلم کتاب السلام جلد ۴ صفحہ ۱۷۲۱' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۵۹

اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کو معاف کر دینے کی روایت زیادہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور ان میں سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو قتل کرا دیا تھا اور بزار رحمۃ اللہ علیہ نے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی اور اس کے مثل بیان کیا مگر یہ کہ اس کے آخر میں کہا کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ پس ہم نے بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہر آلودہ بکری کی حدیث کی اہل صحاح نے تخریج کی اور اس حدیث کی ہمارے آئمہ نے جو تخریج کی ہے تو وہ مشہور حدیث ہے۔

آئمہ نظر رحمہم اللہ کا اس باب میں اختلاف ہے۔ بعض کا مذہب یہ ہے کہ یہ وہ کلام ہے جس کو اللہ ﷻ مردہ بکری اور پتھر و درخت میں پیدا فرما دیتا ہے اور وہ حروف و آواز ہیں کہ ان میں وہ پیدا کر دیتا ہے جو بغیر کسی اشکال اور نقل ہیئت کے ان سے مسموع ہوتی ہیں۔ یہی مذہب ہے شیخ ابوالحسن اور قاضی ابوبکر رحمہم اللہ کا ہے۔ اور دیگر آئمہ نظر رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ ان میں پہلے نئی زندگی پیدا کی جاتی ہے پھر وہ کلام کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک میں احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

اس لئے کہ ہم وجودِ حروف و آواز کے لئے حیاۃ شرط نہیں کہتے کیونکہ کلام نفسی بغیر حیات کے پایا نہیں جاتا۔ اس میں جبائی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے جو تمام متکلمین کے خلاف ہے۔ وہ کلام لفظی اور حروف و اصوات (آوازوں) کے وجود کو سوائے اس زندہ کے جو اس ترکیب سے مرکب ہے کہ جس سے حروف و اصوات کے ساتھ گویائی صحیح ہو، محال کہتا ہے اور میں نے کنکریوں، اونٹ اور کلائی (ذراع) وغیرہ کے کلام کرنے میں التزام کیا ہے نہیں مانتے کیونکہ ان کا وجود فقط حیات کے معدوم ہونے کے ساتھ محال نہیں لیکن جب ان کو کلام نفسی کہا جائے تو اس کے لئے حیات شرط ہے۔

وہ کہتا ہے کہ بیشک اللہ ﷻ نے اس میں حیات پیدا کی اور اس کو منہ اور زبان دی اور وہ آلات پیدا کئے جن سے وہ کلام کر سکے اور اگر یہ بات یونہی ہوتی تو یقیناً اس کی نقل اور اس کا اہتمام تسبیح یا اس کے رونے کے اہتمام سے زیادہ تاکیدی ہوتا۔ حالانکہ اس بارے میں کسی مورخ و اہل سیر نے کچھ نقل نہ کیا۔ لہٰذا اس میں یہ دعویٰ ساقط الاعتبار ہے۔ اس کے باوجود غور و فکر کرنے کے اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اللہ ﷻ ہی توفیق ہدایت فرمانے والا ہے۔

وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فہد بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جو جوان ہو گیا تھا اور قطعاً کلام نہیں کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا:

آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۶۰)

معرض بن معیقیب ؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے ایک عجیب بات دیکھی کہ ایک بچہ جس دن وہ پیدا ہوا۔ آپ کے پاس لایا گیا پہلی حدیث کے موافق بیان کیا۔ یہ حدیث مبارک یمامہ ؓ کی ہے اور یہ حدیث اس کے راوی شاصونہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس میں ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ اللہ ﷻ تجھ کو برکت دے۔ پھر اس کے بعد اس بچہ نے جوان ہونے تک کوئی بات نہ کی اور اس بچہ کا نام مبارک یمامہ رکھ دیا گیا۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ مکرمہ کا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۹)

حضرت حسن ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور بیان کیا کہ اس نے ایک بچی فلاں جنگل میں چھوڑ دی تھی۔ تب آپ ﷺ اس کے ساتھ اس طرف تشریف لے گئے اور اس کو اس کے نام کے ساتھ پکارا۔ اے فلانی! اللہ ﷻ کے حکم سے میرا جواب دے۔ پس وہ یہ کہتی نکلی: لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ (حاضر ہوں، حاضر ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا:

تیرے ماں باپ تو دونوں مسلمان ہو گئے۔ اب اگر تو چاہتی ہے تو تجھ کو ان دونوں کی طرف لوٹا دوں۔ لڑکی نے کہا: مجھے ان دونوں کی حاجت نہیں۔ میں نے اللہ ﷻ کو ان دونوں سے بہتر پایا ہے۔

(یہاں پر یہ خیال رہنا چاہئے کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے۔ مترجم)

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان فوت ہو گیا۔ اس کی ایک اندھی بوڑھی ماں تھی۔ ہم نے اس جوان کی تجہیز و تکفین کی اور اس کو تسلی دی۔ اس بوڑھی نے کہا کہ میرا بیٹا مر گیا۔ ہم نے کہا: ہاں۔ بوڑھی نے کہا: اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے رسول ﷺ کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو میری ہر مصیبت میں مدد کرے گا تو تو مجھے اس مصیبت کے بوجھ میں ہرگز نہ ڈالے گا۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اس نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۰)

عبداللہ بن عبیداللہ انصاری ؓ سے منقول ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ثابت بن قیس بن شماس ؓ کو دفن کیا تھا اور وہ یمامہ میں شہید ہوا تھا۔ جب ہم نے اس کو قبر میں اتارا تو وہ کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ اور ابو بکر ؓ صدیق، عمر ؓ شہید، عثمان ؓ نیکو کار اور رحیم ہیں۔ پھر ہم نے جب غور سے دیکھا تو وہ مردہ تھے۔

حضرت نعمان بن بشیر ﷺ سے منقول ہے کہ زید بن حارثہ ﷺ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں مردہ ہوکر گر پڑے۔ ان کو اٹھایا گیا اور کپڑا ڈال دیا گیا۔ مغرب وعشاء کے درمیان جب عورتیں اس کے گرد بین (چیخنا چلانا) کر رہی تھیں تو یہ کہتے سنا: خاموش ہو جاؤ' خاموش ہو جاؤ۔ اس وقت اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا۔ تب اس نے کہا: محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول نبی وامی اور خاتم النبیین ہیں اور یہ بات پہلی کتابوں میں مکتوب ہے۔ پھر کہا کہ حضور ﷺ نے سچ فرمایا' سچ فرمایا اور اس نے حضرت ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا۔ پھر کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. پھر دوبارہ وہ ایسے مردہ ہو گئے جیسے کہ تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۷۔۵۶)

بیسویں فصل

بیماروں اور مریضوں کو تندرست کرنا

حدیث: ابن قتادہ ﷺ سے بالا سناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اور ایک جماعت صحابہ نے احد کا طویل قصہ بیان کیا اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمارے مشائخ مذکورین نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص[1] ﷺ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ مجھ کو ایسا تیر دیا کرتے کہ جس کا لوہا نہ ہوتا تھا۔ پھر فرماتے:[2] اس کو پھینکو اور وہ تیر کام کرتا (یہ آپ کا معجزہ تھا) اور رسول اللہ ﷺ نے اس دن اپنی کمان سے اتنے تیر چلائے کہ وہ ٹوٹ گئی اور اس دن قتادہ یعنی ابن نعمان ﷺ کی آنکھ میں تیر لگا۔ یہاں تک کہ وہ حلقہ سے باہر نکل کر رخسار پر آ پڑی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے مقام پر لوٹا دیا۔ تو وہ آنکھ دوسری سے بہت اچھی ہو گئی۔

عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن عیاض بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہما نے قتادہ ﷺ کے قصے کو بیان کیا اور ابوسعید خدری ﷺ نے قتادہ ﷺ سے روایت کی ذی قرو (جگہ کا نام ہے) کے دن ابوقتادہ ﷺ کے چہرہ پر جہاں تیر کا زخم تھا' لعاب دہن آپ ﷺ نے لگایا۔ ابوقتادہ ﷺ کہتے ہیں کہ مجھ پر نہ زخم کا اثر رہا اور نہ پیپ پڑی۔ (بیہقی فی الخصائص جلد ۱، صفحہ ۲۵۰)

نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن حنیف ﷺ سے روایت کی۔ ایک نابینا (اندھے) نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ ﷻ سے دعا کیجئے کہ میری آنکھوں کی روشنی کھول دے۔ آپ ﷺ

۱۔ سنن ترمذی کتاب المناقب صفحہ ۳۱۴' الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۱۵

۲۔ مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۷

نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھو۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنْ یَّکْشِفَ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ.

اے اللہ ﷻ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد ﷺ جو نبی رحمت ہیں کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیک وسلم میں آپ ﷺ کے ذریعے آپ ﷺ کے رب ﷻ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری روشنی کھول دے۔ اے خدا میرے حق میں آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ اس حال میں واپس آیا کہ اللہ ﷻ نے اس کی آنکھیں روشن کر دی تھیں۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ سنن ابن ماجہ کتاب لاقامہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۱ عمل الیوم واللیلہ صفحہ ۲۰۵-۲۰۴)

منقول ہے کہ ایک نیزے باز کے لڑکے کو مرض استسقاء ہو گیا تھا۔ تو اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ پھر آپ نے ایک مٹھی زمین کی مٹی لے کر اس پر تھوکا پھر اس کے قاصد کو دے دیا۔ اس نے متحیر ہو کر لیا۔ وہ گمان کرتا تھا کہ (معاذ اللہ) اس سے تمسخر کیا گیا ہے۔ تو وہ اس کو لے کر آیا درانحالیکہ مریض قریب مرگ تھا۔ تو اس کو (گھول کر) پلا دیا۔ اللہ ﷻ نے اس کو تندرست کر دیا۔

(واقدی کتاب المغازی جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۵۱۲)

عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے حبیب ابن فویک ؓ (جن کو فریک کہا جاتا ہے) سے روایت کی ہے کہ ان کے والد کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں (یعنی پانی اتر کر روشنی جاتی رہی تھی) حتیٰ کہ دونوں سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں پھونک ماری (لعاب دہن ڈالا) تو وہ روشن (بینا) ہو گئی۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ سوئی میں ڈورا ڈال لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کی عمر اسی سال کی تھی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۷۳)

کلثوم بن حصین ؓ کے گلے میں غزوۂ احد کے دن تیر لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اس میں لعاب دہن لگایا وہ اسی وقت اچھے ہو گئے۔

عبداللہ بن انیس ؓ کے زخم پر آپ ﷺ نے لب مبارک لگایا تو اس کی پیپ جاتی رہی۔ (زخم اچھے ہو گئے) (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۸)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں میں خیبر میں آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا

درآنحالیکہ ان کی آنکھیں پرُ آشوب تھیں تو انہوں نے صحت کے ساتھ صبح کی۔

(صحیح بخاری کتاب الفضائل جلد ۵ صفحہ ۱۶؛ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

سلمہ بن اکوع ؓ کی پنڈلی کے زخم پر خیبر کے دن آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا تو وہ اسی وقت اچھی ہوگئی۔ (صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۱۰؛ سنن ابوداؤد کتاب الطب جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

اور زید بن معاذ ؓ کے پاؤں میں اس وقت لعاب دہن لگایا جبکہ اس نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا اور اس نے ان کی ایڑھی پر تلوار ماری تھی تو وہ اسی وقت اچھے ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۹۹-۱۹۲۔ واقدی کتاب المغازی جلد ا صفحہ ۱۸۷)

علی بن حکم ؓ کی پنڈلی پر غزوۂ خندق کے دن جبکہ وہ ٹوٹ گئی تھی آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا تو وہ اسی جگہ تندرست ہو گئے اور اپنے گھوڑے سے اترے بھی نہیں۔

(امام بغوی فی معجم کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۳۷)

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور ﷺ سے ایک بیماری کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اور کہا: اے اللہ ﷻ ان کو شفا دے یا فرمایا: ان کو آرام دے۔ پھر آپ ﷺ نے پائے اقدس سے ایک ضرب لگائی۔ اس کے بعد کبھی ان کو اس درد کی شکایت نہ ہوئی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۷۹)

معوذ بن عفراء ؓ (جو تیرہ سالہ مجاہد تھے) کا ہاتھ ابوجہل نے بدر کے دن کاٹ ڈالا تو وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعاب دہن لگا کر جوڑ سے ملا دیا تو وہ جڑ گیا۔ اس کو ابن وہب ؓ نے روایت کیا۔

ان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ خُبَیْب بن یساف ؓ کو بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے کندھوں پر تلوار کی ایک ضرب پڑی جس سے وہ لٹک گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقام پر لوٹا کر اس پر لعاب کا دہن لگا دیا۔ حتیٰ کہ بالکل تندرست ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۷۸)

قبیلہ خثعم کی ایک عورت ایک بیمار بچے کو ساتھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئی وہ کلام نہیں کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا تو آپ ﷺ نے پانی سے منہ دھویا اور اپنے دونوں دست مبارک دھو لئے۔ پھر وہ پانی اس کو دیا اور اس کو پینے اور جسم پر ملنے کا حکم دیا۔ تو وہ بچہ اسی وقت تندرست ہو گیا اور عقل مند ہو گیا اور دوسروں سے زیادہ عقل والا ہو گیا۔

(مصنف ابن شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۴۹۲؛ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۶۲)

1. مطلب یہ کہ وہ میری اپنی اولاد تھی۔ (ادارہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت پاگل بچے کو لے کر آئی۔ آپ ﷺ نے اس کے سینہ کو ملا۔ اس کو زور کی کھانسی آئی اور اس کے پیٹ میں سے کوئی ایسی چیز نکلی جو سیاہ کتے کے بچے کی مانند ہو اور بھاگ گئی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۸۷)

محمد ابن حاطب ﷺ جب وہ بچہ تھا تو اس کے ہاتھ (کلائی) پر گرم ہانڈی لوٹ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو دست مبارک سے مسح کیا اور اس کے لئے دعا فرمائی اور اس پر لب لگایا تو وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

(تحفۃ الاشراف جلد ۸ صفحہ ۳۵۵، عمل یوم واللیلۃ صفحہ ۶۔۲۹۵۔۷۷، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۷۴)

شرجیل جعفی ﷺ کی ہتھیلی پر رسولی ہو گئی تھی جو تلوار اور گھوڑے کی لگام پکڑنے سے روکتی تھی۔ نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے ملتے رہے یہاں تک وہ جاتی رہی اور اس کا کوئی نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

ایک لونڈی نے آپ ﷺ سے اس وقت کھانا مانگا جب کہ آپ ﷺ تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے آگے سے کھانا اٹھا کر دینا چاہا۔ اس میں چونکہ حیا کم تھی۔ عرض کیا: میری مراد یہ ہے کہ اپنے منہ کا لقمہ مرحمت فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے وہی نکال کر عنایت فرما دیا۔ آپ ﷺ کی عادت کریمہ یہی تھی۔

آپ ﷺ سے کوئی سوال کیا جائے آپ ﷺ اس کو رد نہ فرماتے تھے پس جب وہ لقمہ طیبہ اس کے پیٹ میں گیا تو وہ ایسی حیادار بن گئی کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر کوئی حیادار عورت نہ تھی۔

(طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۵، ۲۳۶)

اکیسویں فصل

اِجَابَتِ دُعا

حضور ﷺ کی دعاؤں کے قبول ہونے کا باب بہت وسیع ہے اور لوگوں کے لئے آپ ﷺ کی دعائیں ان کے نفع ونقصان میں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ فی الجملہ یہ بدیہی معلوم ہے۔

بلاشبہ حضرت حذیفہ ﷺ کی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تو وہ دعا اس کے لئے اور اس کے بیٹے اور پوتوں کے لئے ہوتی۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۶۸)

حدیث :حضرت انس ﷺ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے عرض

کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خادم ہے۔ اس کے لئے اللہ ﷻ سے دعا فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے دعا مانگی: اے اللہ ﷻ اس کے مال واولاد میں کثرت عطا فرما اور جو تو اس کو دے اس میں برکت مرحمت فرما۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات جلد ۸ صفحہ ۶۳' صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۹۲۸' مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۲۲۸_۱۸۸_۱۰۸)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرے پاس بہت مال ہے اور میرے بیٹے اور پوتے آج سو کے قریب ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نہیں جانتا کوئی مجھ سے زیادہ عیش وآرام میں ہو۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سو بیٹوں کو دفن کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ کچے گرے تھے یا وہ پوتے تھے۔ (مطلب یہ کہ وہ میری اپنی اولاد تھی۔ ادارہ) لیکن ان میں سے حضور ﷺ کی دعائے برکت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے امید ہوتی کہ اس کے نیچے سونا ہوگا۔ اللہ ﷻ نے ان کو بہت مال دیا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ سے وہ سونا جو سونا زمین میں دبا ہوا تھا پھاوڑے سے نکالا گیا یہاں تک کہ ہاتھ سرخ ہو گئے اور ان کی چاروں بیویوں کو اسی اسی ہزار دینار دیئے گئے اور ایک روایت میں ایک ایک لاکھ دینار۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک عورت سے اسی ہزار دینار پر صلح کی گئی تھی کیونکہ اس کو بیماری میں طلاق دے دی تھی اور زندگی میں مختلف صدقات مشہورہ اور احسانات عظیمہ کے بعد پچاس ہزار کی وصیت کی تھی۔

ایک دن تیس غلام آزاد کئے اور ایک مرتبہ سات سو اونٹ جو مختلف سامان سے لدے ہوئے ان کے پاس آئے تھے۔ مع ان تمام سامان' پالان وپوشش وغیرہ کے صدقہ کر دیئے[1] اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حکومت کی دعا مانگی سو وہ انہیں حاصل ہوئی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگی۔ خدا نے اسے بھی قبول فرمایا۔ غرضیکہ جس کے لئے بھی آپ نے دعا مانگی اللہ ﷻ نے اسے قبول فرمایا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۸۹' سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۳۱۳)

حضور ﷺ نے عمر بن خطاب یا ابوجہل کے ذریعے غلبہ اسلام کی دعا مانگی تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے قبول ہوگئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ہمیشہ عزت کے ساتھ رہے جس دن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

ایک غزوہ میں لوگوں کو پیاس کی تکلیف پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی آپ ﷺ سے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی تو بادل آئے اور ہماری ضرورتیں پوری کر کے کھل گئے۔ طلب

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۳۶' مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۸۶

بارش (استسقاء) کے لئے دعا کی گئی تو بارش ہونے لگی۔ جب بارش کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے دعا کی بادل کھل گیا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی کہ تمہارا چہرہ کامیاب ہوا۔ اے اللہ ﷻ ان کے بالوں اور جسم میں برکت دے تو وہ جس وقت فوت ہوئے باوجودیکہ ستر سال کے تھے مگر پندرہ سال کے نوجوان معلوم ہوتے تھے۔

آپ ﷺ نے نابغہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا۔ اللہ ﷻ تمہارے منہ کو نہ توڑے تو ان کا ایک دانت بھی نہ گرا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دانتوں کی وجہ سے سب سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔ جب کوئی دانت گرتا تو دوسرا اس کی جگہ نکل آتا۔ حالانکہ وہ ایک سوبیس سال حیات رہے اور ایک روایت اس سے زیادہ بھی ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔ اے اللہ ﷻ ان کو دین کی سمجھ (فقاہت) عطا فرما اور ان کو تفسیر کا علم دے تو اس کے بعد ان کا نام حبر (بڑا عالم) اور ترجمان القرآن مشہور ہو گیا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۶۲ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت)

آپ ﷺ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے خرید و فروخت میں دعا کی تو وہ جو چیز خریدتے اس میں نفع ہوتا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت ۳۶۷)

آپ ﷺ نے مقداد رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا مانگی تو ان کے پاس بہت مال جمع ہو گیا۔ اسی طرح عروہ بن ابی جعد رضی اللہ عنہ کیلئے برکت کی دعا کی۔ (وہ فرماتے ہیں) اگر میں کساد بازاری میں کھڑا ہوتا تو جب لوٹتا تو مجھے چالیس ہزار کا نفع ہوتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی حدیث میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ مٹی خریدتے تو اس میں بھی نفع ہوتا۔ اسی طرح غرقدہ رضی اللہ عنہ کے لئے مروی ہے۔

حضور ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ آپ ﷺ نے دعا کی تو ہوا اس کو گھیر کر آپ ﷺ کی خدمت میں واپس لے آئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے دعا کی تو وہ اسلام لے آئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی کہ گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ۔ تو وہ سردی میں گرمی کے کپڑے اور گرمی میں سردی کے کپڑے پہنتے تو انہیں سردی ستاتی نہ گرمی۔

اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کی وہ کبھی بھوکی نہ رہیں۔ تو وہ فرماتی ہیں کہ میں کبھی بھوکی نہ رہی۔

طفیل ابن عمرو ﷺ نے اپنی قوم کے لئے آپ ﷺ سے کوئی نشانی مانگی تو آپ ﷺ نے کہا:
اے اللہ ﷻ اس کو نور دے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں
ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگ مثلہ یعنی برص کا داغ نہ کہنے لگیں۔ تو وہ نور ان کے کوڑے کی طرف پھیر دیا گیا۔
پس وہ اندھیری رات میں چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا نام صاحب نور پڑ گیا۔

قبیلہ مضر پر آپ ﷺ نے بددعا کی تو ان پر قحط اتنا شدید پڑا کہ قریش نے آپ ﷺ سے رحم
کی درخواست کی۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور وہ سیراب ہوئے۔

اور فارس کے بادشاہ کسریٰ پر آپ ﷺ نے اس وقت بددعا کی جب اس نے آپ ﷺ کا
گرامی نامہ چاک کیا۔ آپ ﷺ نے کہا: اے اللہ ﷻ اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ تو
اس کا ملک اس کے لئے باقی نہ رہا۔ حالانکہ فارس کی حکومت دنیا میں رہی ہے۔

آپ ﷺ نے اس بچے پر بددعا کی جس نے آپ ﷺ کی نماز توڑی تھی کہ اے اللہ ﷻ اس کا
نشان قطع کر دے تو وہ مفلوج ہو کر بیٹھ گیا۔

ایک مرد کے لئے فرمایا جبکہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ فرمایا: اپنے داہنے ہاتھ سے کھا تو
اس نے کہا میں اس کی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کبھی اس کی قدرت نہیں پائے گا۔ پھر
کبھی وہ ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔

آپ ﷺ نے عتبہ ابن ابی لہب کے لئے بددعا کی۔ اے اللہ ﷻ تو اس پر اپنے کتوں میں
سے کتا مسلط کر دے۔

چنانچہ اس کو شیر نے کھا لیا۔ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود ﷺ کی روایت سے مشہور ہے کہ
قریش نے اوجھ کو جس میں گوبر اور خون تھا جبکہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے پیٹھ پر رکھ دیا۔ تو آپ ﷺ نے
نام بنام ذکر کر کے بددعا کی۔ حضرت ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے ان سب کو دیکھا کہ
بدر کے دن وہ سب مارے گئے۔

حکم ابن ابی عاص پر آپ ﷺ نے بددعا کی کیونکہ وہ آپ ﷺ کو منہ چڑاتا اور آنکھ کے
اشارے کرتا تھا۔ یعنی یونہی نہیں بلکہ تمسخر (مذاق) کرتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ایسا ہی ہو جائے گا۔
چنانچہ اس کا چہرہ ویسا ہی ہو گا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

محلم بن جثامہ پر آپ ﷺ نے بددعا کی تو وہ سات دن میں مر گیا اور زمین نے اس کو اگل
دیا۔ پھر وہ دبایا گیا پھر اس کو اگل دیا۔ یہ کئی مرتبہ ہوا۔ تب اس کو دو وادیوں کے درمیان ڈال دیا اور

لوگوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ (الصُدُ) وادی کے کنارے کو کہتے ہیں۔

ایک شخص نے گھوڑا آپ ﷺ کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا۔ حالانکہ اس بارے میں اس کی خزیمہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے لئے گواہی دی تھی۔ بعد کو آپ ﷺ نے گھوڑا اس پر واپس کر دیا اور فرمایا: اے خدا اگر یہ جھوٹا ہے تو اس میں برکت نہ دے تو جب صبح ہوئی تو گھوڑے نے ٹانگیں اٹھا لیں۔ (یعنی وہ مر گیا)

اس باب میں تو اس کثرت سے معجزات ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

دعا کے سلسلے میں گزری تمام احادیث کی تخریج "مناہل الصفاء" طلسیوطی صفحہ ۱۳۹ میں دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ درج ہے۔ یہ حوالہ تمام احادیث کا بھی ہو سکتا ہے یا کچھ کا بھی مزید تحقیق کے لیے محققین حضرات عربی کتب دیکھیں۔

بائیسویں فصل

حضور ﷺ کے معجزات و برکات اور جو چیز آپ ﷺ سے مس کر گئی اس کی حقیقت کا بدلنا

حدیث: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے بالا سناد روایت کرتے ہیں کہ ایک رات اہل مدینہ (خوفناک آواز کی وجہ سے) گھبرا گئے تو رسول اللہ ﷺ ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے اور وہ گھوڑا قطاف یعنی سست رفتار تھا اور دوسروں نے کہا کہ وہ آہستہ آہستہ چلتا تھا۔ پھر جب واپس آئے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ میں نے تمہارے گھوڑے کو دریا کی مانند پایا چنانچہ وہ گھوڑا کبھی کسی سے پیچھے نہ رہا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کے پاؤں پر آپ ﷺ نے ایک لکڑی ماری کیونکہ وہ بہت سست اور کم چال تھی پھر تو وہ ایسی تیز ہوئی کہ اس کی لگام سنبھالی نہ جاتی تھی۔

اس طرح آپ ﷺ نے جعیل اشجعی رضی اللہ عنہ کے اونٹنی کی پاؤں پر لکڑی ماری اور برکت کی دعا فرمائی تو وہ اتنی تیز ہوگئی کہ اپنا سر قبضہ میں رکھنا مشکل ہو گیا اور اس سے جو بچے ہوئے وہ بارہ ہزار کے فروخت ہوئے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سست رفتار گدھے پر ایک مرتبہ آپ ﷺ سوار ہوئے۔ پھر جب آپ نے اس کو واپس کیا تو وہ اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند بال تھے تو وہ جس جہاد اور جنگ میں مصروف پیکار ہوئے یقیناً انہیں فتح ہوئی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے اطلسی جبہ نکالا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو پہنا کرتے تھے۔ ہم اس کو دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں تو وہ اس کی برکت سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔

جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان ؓ کے ہاتھ میں سے وہ لکڑی (جو حضور ﷺ کے پاس رہتی تھی) لی تا کہ اس کو گھٹنے پر توڑ دے اس پر لوگ چلائے تو (اس بے ادبی کی وجہ سے اس کے پاؤں میں) آکلہ یعنی ناسور ہو گیا۔ پھر اس کو کٹوایا مگر ایک سال کے اندر اندر وہ مر گیا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی قبا کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر اس کے بعد اس کا پانی کبھی نہ ٹوٹا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انس ؓ کے کنوئیں میں جوان کے گھر میں تھا ایک مرتبہ آپ ﷺ نے لعاب دہن ڈالا۔ تو مدینہ طیبہ میں ان کے کنوئیں سے زیادہ شیریں پانی کسی میں نہ تھا۔

(ابونعیم کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۴۰)

ایک سفر میں آپ ﷺ کا ایک ایسے پانی پر گزر ہوا جو کھاری تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام پوچھا: اس کنوئیں کا نام بیسان بتایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ نعمان ہے اور اس کا پانی طیب و عمدہ ہے تو وہ میٹھا ہو گیا۔

ایک ڈول میں زمزم کا پانی لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا تو اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہو گئی۔[1] حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے منہ میں اپنی زبان دی۔ انہوں نے اس کو چوسا حالانکہ وہ پیاس کی شدت میں رو رہے تھے تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

(طبرانی کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۴۰)

اُم مالک رضی اللہ عنہا کے پاس ایک گھی کی کپی تھی جس میں آپ ﷺ کے پاس وہ گھی بھیجا کرتی تھیں تو ان سے آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو نچوڑنا نہیں۔ پھر واپس کر دیا۔ پس کیا دیکھتی ہیں کہ گھی ویسا کے ویسا ہی بھرا ہوا تھا۔ تو ان کے پاس ان کے بچے آتے اور سالن مانگتے اگر ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی تو اس کپی کے پاس آتیں اور اس سے گھی نکال کر دے دیتیں وہ گھی اس میں مدت تک رہا حتیٰ کہ ایک دن نچوڑ لیا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۲ صفحہ ۲۴۷، دلائل النبوۃ جلد ۶ صفحہ ۱۱۴)

آپ ﷺ شیر خوار بچوں کے منہ میں اپنا لعب دہن ڈال دیا کرتے وہ ان کو رات تک کفایت کرتا رہتا تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۶۹، الفتح الربانی جلد ۲۲ صفحہ ۶۷

اسی قبیل سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دست مبارک سے جو چیز چھو جاتی اس میں برکت ہوتی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مالک نے جب ان کو مکاتب بنایا تو یہ شرط لکھائی تھی کہ یہ تین سو چھوٹی کھجوروں کے درخت لگائیں اور اس باغ کی قیمت مالک کے لئے ہے۔ اس کے پھل لگیں اور کھائی جائیں۔ اس کے علاوہ چالیس اوقیہ سونا اپنی قیمت میں ادا کریں (تب وہ آزاد ہوں گے ایک اوقیہ کا وزن چالیس درم ہوتا ہے) تب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے دست مبارک سے ان کے لئے باغ لگایا۔ سوائے ایک درخت کے کہ اس کو دوسرے نے لگایا تھا تو سب نے پھل دیئے سوائے اس درخت کے تو آپ ﷺ نے اس کو اکھیڑ کر دوبارہ لگایا اور اس سے پھل حاصل کئے۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ہے کہ ایک کے سوا سب نے کھجوریں کھلائیں تو آپ ﷺ نے اس کو اکھیڑ کر دوبارہ لگایا تو وہ بھی اسی سال پھل لے آیا اور ایک مرغی کے انڈے کے برابر آپ ﷺ نے اپنا لب لگا کر سونا ان کو دیا۔ ان کے مالکوں نے اس میں سے چالیس اوقیہ تول کر لے لیا اور ان کے پاس جتنا دیا تھا اتنا ہی باقی رہا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۹۷، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۳۶-۳۳۷)

حنش بن عقیل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گھونٹ ستو پی کر آخر میں مجھے پلایا تو اب مجھے بھوک لگتی ہے تو اس کی سیری پاتا ہوں اور جب پیاس لگتی ہے تو اس کی سیرابی اور ٹھنڈک پاتا ہوں۔ (رواہ قاسم فی الدلائل بطریق موسیٰ بن عقبہ عن المسور بن مخرمۃ کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۴۱)

ایک تاریک اندھیری رات میں قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے ایک شاخ دی اور فرمایا: لے جاؤ یہ تمہیں تمہارے دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک روشنی دے گی اور جب تم گھر میں داخل ہو گے تو اس کو سیاہ دیکھو گے تو اس کو مارنا یہاں تک کہ وہ سیاہی نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ پس چلے تو اس ٹہنی نے روشنی دی۔ حتیٰ کہ جب گھر میں داخل ہوئے تو اس میں سیاہی پائی تو انہوں نے اس کو مارا یہاں تک کہ وہ سیاہی دور ہو گئی۔ (مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۶۵)

انہیں واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے عکاشہ رضی اللہ عنہ کو ایک لکڑی کی جڑ دی جبکہ ان کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی تھی۔ فرمایا: اس سے مارو تو وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جو کاٹتی تھی اور لمبی' سفید اور نہایت تیز تھی۔ اس سے لڑتے رہے پھر وہ ہمیشہ ان کے پاس رہی یہاں تک کہ اس سے بکثرت جہاد کئے۔ حتیٰ کہ مرتدین کی لڑائی میں (خلافت صدیقی) میں وہ شہید ہو گئے۔ اس تلوار کا نام انہوں نے عون رکھا تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۹۸)

اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو احد کے دن جب ان کی تلوار جاتی رہی تو آپ ﷺ نے کھجور کی ٹہنی

دی۔ تو وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۵۰)

انہیں برکات میں سے یہ بھی ہے کہ ان بکریوں کا دودھ زیادہ ہو گیا جو بے دودھ تھیں یا حاملہ نہ تھیں۔ جیسے ام معبد[۱] اور معاویہ بن ثور رضی اللہ عنہ[۲] کے بکریوں کا قصہ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بکری اور آپ ﷺ کی مرضعہ دائی حلیمہ[۳] کی بکریوں کے ریوڑ اور ان کی دبلی اونٹنی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما[۴] کی وہ بکری جس کو نر نے نہ چھوا تھا اور مقداد رضی اللہ عنہ[۵] کی بکری کے قصے ہیں اور انہیں برکات میں سے آپ ﷺ کا پانی کی مشک میں صحابہ کے لئے پانی زیادہ کرنا ہے[۶] جبکہ آپ ﷺ نے اس کے دہانہ کو باندھ دیا تھا اور اس میں دعا کی تھی۔ پس جب نماز کا وقت ہوا تو وہ اترے اور مشکیزہ کا دہانہ کھولا تو اس میں عمدہ دودھ مکھن والا تھا۔

حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا فرمائی تو جب انہوں نے اسی سال کے ہو کر انتقال کیا تو وہ جوان معلوم ہوتے تھے۔

اس قسم کے واقعات بہت سے لوگوں سے مروی ہیں۔ ان میں سے صائب بن یزید[۷] اور مدلوک رضی اللہ عنہ[۸] کے واقعات ہیں اور عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ[۹] کی خوشبو عورتوں کی خوشبوؤں پر غالب تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک ان کے پیٹ اور پیٹھ پر پھیرا تھا اور آپ نے عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ[۱۰] کے چہرہ سے خون کو اپنے دست مبارک سے صاف کیا جبکہ وہ حنین کے دن زخمی ہو گئے تھے اور ان کے لئے دعا فرمائی تو ان کا چہرہ اسی طرح دمکنے لگا تھا جیسے گھوڑے کی سفید پیشانی چمکتی ہے۔

آپ نے قیس بن زید[۱۱] جذامی (کوڑھی) کے سر پر دست مبارک پھیر کر دعا فرمائی۔ تو وہ سو سال کے ہو کر فوت ہوئے۔ ان کا سر سفید تھا مگر جہاں آپ کا دست مبارک پھرا تھا اس جگہ کے بال سیاہ تھے۔ ان کا نام ہی اغر یعنی روشن پیشانی والا پڑ گیا۔

اسی طرح عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ[۱۲] کی حکایت بھی مروی ہے۔ ایک اور شخص[۱۳] کے چہرے کو آپ نے چھوا تو اس کے چہرہ پر ہمیشہ نور رہا اور آپ نے قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ[۱۴] کے چہرے کو مس فرمایا تو ان کا

۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ (۲)۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴ (۳)۔ الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۴

۴۔ مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۴۶۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۸۴ (۵)۔ صحیح مسلم کتاب الاطعمہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۲۵

۶۔ ابن سعد کمافی مناہل الصفاء صفحہ ۱۴۲ (۷) دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۰۸ (۸) دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۱۵

۹۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ (۱۰)۔ طبرانی کبیر جلد ۱۸ صفحہ ۲۰، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۴۱۲ (۱۱)۔ الاصابہ لابن ابی حجر جلد ۳ صفحہ ۲۴۷ (۱۲)۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ (۱۳)۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ (۱۴)۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۱۷، الفتح الربانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۴۶

چہرہ چمکنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے چہرے میں ایسے دیکھتے تھے جیسے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔

آپ نے حنظلہ بن خذیم ﷺ [1] کے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر ان کے لئے دعائے برکت فرمائی تو ان کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا وہ بکری لائی جاتی جس کے تھن میں ورم ہوتا تو وہ اس جگہ مس کرتے جہاں آپ نے اپنی ہتھیلی رکھی تھی تو وہ ورم چلا جاتا۔

زینب بنت ام سلمہ ﷺ [2] کے چہرہ پر آپ نے پانی کے چھینٹے مارے تو وہ حسن و جمال میں ایسی مشہور ہو گئیں کہ کسی عورت میں ایسا نہ تھا۔ ایک بچے [3] کے سر پر جو گنجا وغیرہ تھا آپ نے اپنا دست مبارک پھیرا وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ اور اس کے بال برابر نکل آئے۔

ان کے علاوہ بہت سے بچوں، مریضوں اور پاگلوں کو آپ نے تندرست فرمایا۔ آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کے فوطے بڑھے ہوئے تو اس کو فرمایا کہ اس کو اس پانی سے چھینٹے دو جس میں آپ نے کلی کر دی ہے۔ اس نے ایسا کیا اور اچھا ہو گیا۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جو دیوانہ پاگل بھی آپ کی خدمت میں لایا جاتا آپ اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرتے تو اس کا جنون جاتا رہتا۔

ایک کنوئیں [4] سے پانی نکال کر اس ڈول میں آپ نے کلی کی۔ پھر وہ پانی اس میں ڈال دیا گیا۔ تو اس سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ غزوۂ حنین [5] کے دن آپ نے ایک مٹھی لے کر شَاهَتِ الْوُجُوْہ o پڑھ کر کفار کے چہروں پر پھینکی تو وہ الٹے پاؤں آنکھوں سے مٹی صاف کرتے بھاگے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ [6] نے آپ سے نسیان (بھول) کی شکایت کی تو آپ نے دامن پھیلانے کا حکم دیا۔ آپ نے چلو کی طرح بھر بھر کر اس میں ڈالا پھر اس کو سینے سے ملانے کا حکم دیا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد پھر کبھی بھول کی شکایت نہ ہوئی۔

اس نسیان کے دور کرنے کے بارے میں آپ ﷺ سے بکثرت روایتیں مروی ہیں اور جریر بن عبداللہ ﷺ [7] کے سینے پر آپ ﷺ نے ہاتھ مار کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ انہوں نے آپ ﷺ

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۱۴

۲۔ الاستیعاب جلد ۴ صفحہ ۳۲۰

۳۔ الخصائص الکبریٰ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۷۰۔ ۷۱

۴۔ الفتح الربانی جلد ۲ صفحہ ۸۸

۵۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۲

۶۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۹۳۱۔ ۱۹۳۹، صحیح بخاری کتاب العلم جلد ۱ صفحہ ۳۹

۷۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۹۲۵، صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۳۳

سے شکایت کی تھی کہ وہ گھوڑے پر ٹھہر نہیں سکتے۔ اس کے بعد وہ عرب کے شہسواروں اور گھوڑے پر جم کر بیٹھنے والوں میں ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب ﷺ کے سر پر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیرا کیونکہ وہ بچپن میں چیچک زدہ تھے اور آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے برکت فرمائی تو وہ لوگوں میں لمبا اور خوبرو ہو گیا۔

تیسویں فصل

آپ ﷺ کو غیب پر اطلاع ہونا

انہیں معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو غیوب پر مطلع فرمایا اور آئندہ ہونے والے واقعات سے باخبر کیا۔ اس باب میں احادیث کا وہ بحر ذخار ہے کہ کوئی اس کی گہرائی کو جان ہی نہیں سکتا اور نہ اس کا پانی ختم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات میں سے یہ ایسا معجزہ ہے جس کی قطعیت معلوم ہے اور ہم تک اس کی خبریں متواتر طریقہ سے کثرت سے پہنچی ہیں کیونکہ اس کے راوی اس کثرت سے نہیں کہ وہ اپنے معنی میں غیب پر مطلع ہونے پر متفق ہیں۔

حدیث: حضرت حذیفہ ﷺ سے بالا سناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم میں رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو آپ ﷺ نے کوئی چیز نہ چھوڑی جو قیامت تک اپنی جگہ ہونے والی ہو کہ اس کو آپ ﷺ نے بیان فرمایا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ یہ میرے ساتھی ان کو جانتے ہیں بیشک اس میں سے کوئی بات ہو جاتی ہے تو میں اس کو پہچان لیتا ہوں اور یاد کر لیتا ہوں۔ جیسا کہ آدمی اس شخص کے چہرے کو جان لیتا ہے جو اس سے غائب ہو جائے۔ پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو وہ پہچان لیتا ہے۔ اس کے بعد حذیفہ ﷺ نے فرمایا:

میں نہیں جانتا یہ میرے ساتھی اسے بھول گئے ہیں یا وہ بھلا دیئے گئے ہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک جتنے فتنہ پیدا کرنے والے قائد (لیڈر و رہنما) ہوں گے کسی کو نہ چھوڑا۔ ان کی تعداد تین سو سے زائد تک پہنچتی ہے بیشک آپ ﷺ نے ان کے نام اور ان کے باپ اور ان کے قبیلہ کے نام تک بیان فرما دیئے ہیں۔

(سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۱ صحیح بخاری کتاب القدر جلد ۸ صفحہ ۱۰۵ صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۱۷ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۱۳)

اور حضرت ابوذر ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسا پرندہ تک نہ چھوڑا جو آسمان میں اپنے پر مارتا مگر آپ نے اس کو ہم سے بیان فرمایا۔ (ابی نعیم کمافی الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

اہل صحاح اور آئمہ رحمہم اللہ نے بلاشک وہ باتیں بیان کی ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتلائی ہیں اور ان کو ان کے دشمنوں پر غلبہ کا اور فتح مکہ[1] و بیت المقدس،[2] یمن و شام[3] اور عراق کا وعدہ کیا اور امن وامان کے ظہور کی خبر دی تھی حتی کہ ایک عورت[4] بلا خوف و خطر حیرہ سے مکہ مکرمہ تک چلی جائے گی۔ اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور یہ کہ مدینہ[5] پر عنقریب لڑائی ہوگی اور کل حضرت علی مرتضٰی ؓ کے ہاتھ پر فتح خیبر[6] ہوگا اور اللہ ﷻ آپ کی اُمت پر دنیا فتح فرمائے گا۔ اس کی نعمتیں ان کو ملیں گی[7] اور کسریٰ وقیصر کے خزانے ان پر تقسیم ہوں گے[8] اور آپ نے ان باتوں کی خبر دی جو ان میں فتنے اور اختلاف اور اہل ہوا پیدا ہوں[9] گے اور یہ کہ دو پہلوں کے راستوں[10] پر چل کر ان کے تہتر ٹکڑے ہو جائیں گے[11] اور ان میں ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا۔

اور یہ بھی بتایا کہ ان کے فرش نفیس ہوں گے[12] اور صبح وشام لباس بدلیں گے۔ ان کے آگے ایک کھانے کا برتن اٹھایا جائے گا اور دوسرا رکھا جائے گا۔ وہ اپنے گھروں میں پردے ڈالیں گے جیسے کعبہ معظمہ پر پردے پڑتے ہیں۔[13] پھر آپ نے آخر کلام میں فرمایا:

حالانکہ آج کے دن تم آنے والوں دنوں سے بہت بہتر ہو جبکہ وہ لوگ اکڑ کر چلیں گے اور ان کی خدمت میں فارس و روم کی لڑکیاں ہوں گی[14] اس وقت اللہ ﷻ ان میں باہمی عداوت ڈال دے گا

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۱۲۱۔۱۲۰، صحیح مسلم کتاب الجہاد جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۵
۲۔ صحیح بخاری کتاب الجزیہ باب ما یحذر من الغدر جلد ۴ صفحہ ۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۲۱
۳۔ صحیح مسلم کتاب الحج، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۲۰
۴۔ صحیح مسلم کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۱۵۷، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۲۳
۵۔ صحیح مسلم کتاب الحج جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۹، صحیح بخاری کتاب الحج جلد ۳ صفحہ ۱۹
۶۔ صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۱۱۱، صحیح مسلم کتاب الجہاد جلد ۳ صفحہ ۱۴۴۱
۷۔ صحیح مسلم کتاب الذکر جلد ۵ صفحہ ۲۰۹۸، کتاب الزکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۷۲۹، ابن ماجہ و ترمذی کتاب الفتن الی آخرہ
۸۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۲۳، صحیح مسلم کتاب الامارۃ جلد ۳ صفحہ ۱۴۵۴، کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۲۷
۹۔ صحیح بخاری کتاب الفتن باب صلوٰۃ کفارہ، صحیح مسلم کتاب الفتن، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۸۷
۱۰۔ صحیح بخاری کتاب الاعتصام جلد ۹ صفحہ ۱۸۳، صحیح مسلم کتاب العلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۵۷
۱۱۔ سنن ترمذی کتاب الایمان جلد ۴ صفحہ ۱۳۴، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۱۳۲۱
۱۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۱۹ و ۳۲۰
۱۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۴۲، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۱
۱۴۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۲۵، صحیح ترمذی کتاب الفتن

اوران کے برے لوگوں کوان کے اچھوں پر مسلط کردے گا اور یہ کہ وہ ترک خزر اور روم سے جنگ کریں گے۔[1] کسریٰ وفارس کا مالک تباہ ہوگا۔ پھر کبھی کسریٰ اور فارس نہ ہوں گے اور نہ قیصر اس کے بعد ہوگا[2] اور بیان فرمایا۔

کہ ایک روم کی جماعت آخر تک آئے گی اور اشراف کے مرجانے کی خبر دی۔[3] فرمایا: اشراف مرجائیں گے' زمانہ چھوٹا ہوجائے گا'[4] علم قبض کرلیا جائے گا اور فتنہ اور جنگ وجدال کا ظہور ہو گا اور فرمایا: عرب کے لئے افسوس ہے کہ برائیاں قریب ہوگئی ہیں اور بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے تمام زمین سمیٹ دی گئی۔ تو آپ ﷺ نے اس کے مشارق ومغارب کو ملاحظہ فرمایا اور عنقریب آپ کی امت ان کی مالک ہوگی جتنی آپ ﷺ کے لئے زمین سمیٹی گئی اور مشرق میں زمین ہند سے لے کر دور مغرب میں طنجہ تک اس کے بعد آبادی نہیں آپ ﷺ کی امت کی ملوکیت دراز کردی گئی اور یہ وہ مقام ہے کہ جس کی کوئی امت پہلے مالک نہیں ہوئی اور جنوب وشمال میں اس قدر ملک نہیں بڑھا[5] اور آپ ﷺ نے فرمایا:

ہمیشہ غرب کے لوگ حق پر غالب رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے۔[6] ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ وہ عرب کے لوگ ہیں کیونکہ وہی لوگ غرب یعنی ڈول سے داخل کریں گے۔ پس جنہوں نے ان سے دشمنی کی وہ خوارج اور ناصبی ہیں اور وہ روافض ہیں جو ان کی طرف منسوب ہیں کہ انہوں نے تکفیر کی اور فرمایا: حضرت عثمان (ذوالنورین) رضی اللہ عنہ اس حال میں شہید کئے جائیں گے کہ وہ تلاوت قرآن میں مشغول ہوں گے[7] اور اللہ تعالیٰ بہت جلد ان کو ایسی قمیص پہنائے گا کہ وہ فسادی اس کے اتارنے کی کوشش کریں گے[8] اور یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون اللہ

۱۔ صحیح ترمذی کتاب الفتن جلد ۳ صفحہ ۳۳۷، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۳۶، ابوداؤد کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۷۸۶، صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۳۳

۲۔ صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۳۷، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۱۲، ۳۶۷، ۵۰۱، صحیح ترمذی کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۳۳۷

۳۔ صحیح بخاری کتاب الفتن جلد ۹ صفحہ ۴۴، کتاب الرقاق جلد ۹ صفحہ ۷۸

۴۔ صحیح بخاری کتاب ظہور الفتن جلد ۳ صفحہ ۴۱۔۴۰، صحیح مسلم کتاب العلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۵۷ (الیٰ آخرۃ)

۵۔ صحیح بخاری کتاب ظہور الفتن جلد ۰ صفحہ ۴۱۔۴۰، صحیح مسلم کتاب العلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۵۷ (الیٰ آخرۃ)

۶۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۵

۷۔ سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۹۳

۸۔ سنن ترمذی کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۹۲

ﷺ کے فرمان فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر ٹپکے گا[1] اور آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیات ہیں فتنے ظاہر نہ ہوں گے[2] اور آپ نے حضرت زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی لڑائی کی خبر دی[3] اور یہ کہ آپ ﷺ کی ایک بیوی پر حواب (ایک جگہ کا نام) کے کتے بھونکیں گے[4] اور ان کے قریب بہت سے لوگ قتل ہوں گے۔[5] اس کے بعد وہ نجات کے قریب ہوں گی تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بصرے کی طرف نکلتے وقت کتے بھونکے۔

اور فرمایا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی لوگ شہید کریں گے۔[6] تو ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لوگوں نے شہید کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم کو لوگوں سے افسوس ہے[7] اور لوگوں کو تم سے افسوس ہے اور قزمان کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے حالانکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بہادری کے ساتھ لڑا۔[8] مگر (زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کر لی تھی) اور آپ ﷺ نے ایک جماعت سے فرمایا: جس میں حضرت ابوہریرہ، سمرہ بن جندب اور حذیفہ رضی اللہ عنہم تھے کہ تم میں سے جو سب سے آخر میں مرے گا آگ میں مرے گا۔[9] تو وہ اصحاب آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ پس وہ سمرہ رضی اللہ عنہ تھے جو سب کے آخر میں فوت ہوئے جو بہت بوڑھے ہو کر عقل خراب ہو گئی اور وہ آگ تاپنے لگے تھے۔ تو اس نے ان کو جلا دیا۔

حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ان کی بیوی سے پوچھو کیونکہ میں نے ان کو فرشتوں کو غسل کراتے دیکھا تو جب ان سے دریافت کیا تو کہا کہ وہ جنبی نکلے تھے اور وہ جہاد کی جلدی میں غسل نہ کر سکے تھے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے دیکھا[10] اور آپ ﷺ نے قریش میں خلافت کے بارے میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش

۱۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۰۳

۲۔ صحیح بخاری کتاب الفتن، صحیح مسلم کتاب الفتن، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۸۶

۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۱۴

۴۔ مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۹۷،۵۲

۵۔ کشف البزار جلد ۴ صفحہ ۹۴

۶۔ صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۳۶، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۲۰

۷۔ مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۰، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۲، تاریخ دمشق جلد ۷ صفحہ ۴۰۱

۸۔ صحیح بخاری کتاب القدر جلد ۸ صفحہ ۱۰۳، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۰۶

۹۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۵۹۔۴۵۸

۱۰۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۴۵۸

میں رہے گی جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے[1] اور فرمایا: قبیلہ ثقیف میں کذاب اور ظالم ہوں گے۔[2] چنانچہ لوگوں نے حجاج اور مختار کو دیکھا اور فرمایا کہ مسیلمہ کو اللہ ﷻ قتل کرا دے گا۔[3] اور فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے (حضرت خاتون جنت) فاطمہ رضی اللہ عنہا وصال کر کے[4] ملیں گی اور مرتدین کے فتنہ سے ڈرایا[5] اور فرمایا کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت (بلا فصل) رہے گی۔ پھر بادشاہت ہو جائے گی۔[6] چنانچہ یہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تک پوری ہوئی اور فرمایا:

بیشک یہ بات نبوت و رحمت سے شروع ہوئی پھر رحمت و خلافت ہو گی۔ پھر زبردست بادشاہت بنے گی پھر امت میں سرکش و جابر اور فسادی پیدا ہوں گے[7] اور آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حال بیان فرمایا[8] اور ان حاکموں کی خبر دی جو نمازوں کو اپنے وقتوں سے مؤخر کر دیتے ہیں[9] اور فرمایا: عنقریب امت میں تیس کذاب (جھوٹے) ظاہر ہوں گے اور ان میں چار عورتیں ہوں گی[10] اور دوسری حدیث میں ہے کہ تیس ایسے مرد کذاب (جھوٹے) ہوں گے اور ان میں سے دجال کذاب ہو گا کہ ہر ایک ان میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولے گا[11] اور فرمایا:

قریب ہے کہ تم میں سے بکثرت ایسے عجمی لوگ ہوں گے جو مال غنیمت کھائیں گے اور تمہاری گردنیں کاٹیں گے[12] اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک ایک ایک مرد قحطانی لاٹھی سے لوگوں کو نہ ہانکے[13] اور فرمایا: تمہارے لئے سب سے بہتر زمانہ میرا عہد حاضر ہے۔ پھر جو اس سے

۱۔ مسند امام احمد جلد۴ صفحہ۱۸۵، الترمذی کتاب الفتن جلد۳ صفحہ۳۳۲

۲۔ صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ جلد۴ صفحہ۱۹۸۱۔۱۹۸۲

۳۔ صحیح مسلم کتاب الرویا جلد۴ صفحہ۱۷۸۰، صحیح بخاری باب علامات نبوت جلد۴ صفحہ۱۶۲

۴۔ صحیح بخاری کتاب فضائل صحابہ، صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ، مسند امام احمد جلد۲ صفحہ۲۴۰۔۷۷

۵۔ صحیح کتاب الایمان جلد۱ صفحہ۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۳۶۰

۶۔ سنن ابوداؤد جلد۵ صفحہ۳۶، مسند امام احمد جلد۵ صفحہ۴۴، سنن ترمذی کتاب الفتن جلد۳ صفحہ۳۴۱

۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۳۴۰

۸۔ صحیح مسلم جلد۴ صفحہ۹۲۸، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۶ صفحہ۳۷۵

۹۔ صحیح مسلم کتاب المساجد جلد۱ صفحہ۳۷۹

۱۰۔ مسند امام احمد جلد۴ صفحہ۱۰۴

۱۱۔ صحیح بخاری کتاب الفتن جلد۹ صفحہ۴۹، صحیح مسلم کتاب الفتن جلد۴ صفحہ۲۲۴۰

۱۲۔ کشف الاستار جلد۴ صفحہ۱۲۸

۱۳۔ صحیح بخاری کتاب الفتن جلد۹ صفحہ۴۹، صحیح مسلم کتاب الفتن جلد۴ صفحہ۲۲۳۲

متصل ہے۔ اس کے بعد پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو گواہی دے گی حالانکہ ان سے گواہی نہ مانگی جائے گی۔ وہ خائن ہوں گے امانت دار نہیں ہوں گے۔ وعدے کریں گے مگر پورا نہ کریں گے۔ وہ موٹے ہوں گے[1] اور فرمایا: کوئی زمانہ ایسا نہیں آئے گا جس کے بعد شر نہ ہو[2] اور فرمایا:

میری امت کی ہلاکت قریش کے بچوں کے ہاتھوں پر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو تم کو ان کے نام بھی بتا دوں کہ وہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بچے ہیں[3] اور آپ ﷺ نے فرقہ قدریہ[4] اور فرقہ رافضیہ[5] کے نکلنے کی خبر دی اور ان میں سے پچھلا پہلوں کو گالی دے گا اور فرمایا: انصار تھوڑے رہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ آٹے میں نمک کی مانند[6] ان کا معاملہ ہمیشہ تفرقہ میں رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ باقی نہ رہیں گے اور یہ لوگ بہت جلد اس کے بعد اثر پائیں گے۔[7]

اور آپ نے خوارج کا حال بیان فرمایا اور ان کی صفت میں فرمایا کہ ان میں ایک ناقص الخلقت ہوگا اور ان کے سر منڈھے ہوں گے اور فرمایا: بکریوں کے چرانے والے لوگوں کے حاکم ہوں گے اور ننگے بدن والے اونچے محل بنائیں گے اور باندی اپنی مالکہ کو جنے گی۔[8]

اور فرمایا: قریش اور ان کے گروہ کبھی مجھ سے نہ لڑیں گے مگر یہ کہ میں ہی ان سے لڑوں گا[9] اور آپ ﷺ نے اس وبا کی خبر دی جو بیت المقدس کی فتح کے بعد پھیلی تھی[10] اور یہ کہ بصرے والوں کو حوادث کی خبر دی اور فرمایا کہ وہ سمندروں میں جنگ کریں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں[11] اور فرمایا: اگر یہ دین ثریا پر چلا جائے تو ہمارے لئے دین کو آبنائے فارس کے کچھ لوگ اتار لائیں گے۔[12]

۱۔ صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۹۶۴، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۵۲
۲۔ صحیح بخاری کتاب الفتن جلد ۹ صفحہ ۴۱
۳۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات نبوت، صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۴ صفحہ ۲۲۳۶، دلائل النبوۃ للبیہقی
۴۔ سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۲۱، مستدرک جلد ۱ صفحہ ۸۴، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۴۸
۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۴۸، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۰۳
۶۔ صحیح بخاری کتاب الفضائل جلد ۵ صفحہ ۲۸
۷۔ صحیح بخاری کتاب الفضائل جلد ۵ صفحہ ۲۸
۸۔ صحیح بخاری کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۶۔۱۵، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۳۸
۹۔ صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۹۴
۱۰۔ صحیح بخاری کتاب الجزیہ جلد ۴ صفحہ ۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۲۱
۱۱۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۱۵، صحیح مسلم کتاب الامارۃ جلد ۳ صفحہ ۱۵۱۹
۱۲۔ صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۹۷۲، صحیح بخاری فی تفسیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۶

(چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کے لئے یہ بشارت بتائی جاتی ہے۔ مترجم) اور جب آپ ﷺ ایک جہاد میں مصروف تھے تو تیز ہوا چلی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک منافق کے مرنے کے لئے چلی ہے۔[1] پس جب آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ایسا ہی پایا گیا اور اس کی ساتھی قوم سے فرمایا:

ایک شخص تم میں سے ایسا ہے جس کی داڑھ احد پہاڑ سے بڑی ہے اور وہ جہنم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قوم تو مر گئی مگر میں اور ایک اور شخص (اس حال کا واقف) باقی ہے۔ پھر وہ شخص بھی یمامہ کے دن مرتد ہو کر مر گیا[2] اور آپ ﷺ نے اس شخص کو خبر دی جس نے ایک یہودی کی کمان کا چلہ چرایا تھا اور وہ اس کے سامان میں ملا تھا[3] اور آپ ﷺ اس کی خبر دی جس نے دنبہ چرایا تھا اور وہ اس کے پاس تھا[4] اور آپ ﷺ نے اس اونٹنی کی خبر دی جو گم ہو گئی تھی اور کس طرح ایک مہار درخت میں اٹک گئی تھی[5] اور آپ ﷺ نے حاطب کے خط کی خبر دی۔ جب اس نے مکہ والوں کو لکھا تھا اور آپ ﷺ[6] نے عمیر کے اسی واقعہ کی خبر دی جو صفوان سے خفیہ شرط ہوئی تھی کہ نبی کریم ﷺ کو وہ شہید کر دے۔ پس جب عمیر قتل کے ارادے سے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس کو اس کے ارادہ اور خفیہ شرط کی خبر دی اور وہ مسلمان ہو گیا[7] اور آپ ﷺ نے اس مال کی خبر دی جو حضرت عباس نے اپنی بیوی ام فضل کو چھپا کر سپرد کیا تھا۔ تو انہوں نے کہا اس مال کو اس کے اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھر وہ اسلام لے آئے اور آپ ﷺ نے خبر دی کہ عنقریب ابی ابن خلف مارا جائے گا[8] اور عتبہ بن ابی لہب کے بارے میں فرمایا: اس کو اللہ ﷻ کا ایک کتا کھا جائے گا اور آپ ﷺ نے اہل بدر کو (کفار کے مناود کے) مارے جانے کے نشانات بتائے اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا[9] اور حضرت امام حسن ﷺ کے بارے میں فرمایا:

۱۔ صحیح مسلم کتاب المنافقین جلد ۴ صفحہ ۲۱۴۶

۲۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۳۹۱

۳۔ سنن ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۱۵۵، سنن ابن ماجہ باب الجہاد جلد ۲ صفحہ ۹۵۰

۴۔ صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۱۵، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۰۸

۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۵۹۔۶۰، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۵۱۶

۶۔ صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۱۲۰، صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۹۴۱

۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۴۸

۸۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۵۔۲۶

۹۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۴

یہ میرا بیٹا سید ہے۔ اللہ ﷻ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہ میں صلح کرائے گا۔[1] آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: غالباً یہ تمہاری عمر زیادہ ہو اور مسلمان تو تم سے فائدہ اٹھائیں اور کفار تم سے نقصان۔[2] آپ ﷺ نے اہل موتہ کے مارے جانے کی اس وقت خبر دی جبکہ آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان ایک مہینہ یا اس سے زائد کا فاصلہ تھا[3] اور آپ ﷺ نے نجاشی (بادشاہ حبش) کے مرنے کی خبر دی جبکہ وہ اپنے ملک میں فوت ہوئے[4] اور آپ ﷺ نے فیروز کو خبر دی جبکہ وہ کسریٰ کا ایلچی بن کر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا کہ آج کسریٰ مر گیا۔ جب فیروز کو یہ بات تحقیق ہو گئی تو وہ مسلمان ہو گیا[5]۔

اور آپ[6] نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے نکالے جانے کی خبر دی جہاں بھی وہ ہوں اور ان کو مسجد میں سوتا ہوا پایا تو فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم یہاں سے نکالے جاؤ گے۔ عرض کیا: میں مسجد حرام میں ٹھہر جاؤں گا۔ فرمایا اور جب تم وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے اور آخر حدیث میں آپ ﷺ نے ان کی تنہائی کی زندگی اور تنہائی کی موت کی خبر دی[7] اور آپ[8] نے اپنی بیویوں میں سے ان کو جلدی ملنے کی خبر دی جس کے ہاتھ لمبے تھے۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو صدقات زیادہ دینے کی وجہ سے طویل ہاتھ سے تعبیر کیا اور آپ ﷺ[9] نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو طرف (کربلا) میں شہید ہونے کی خبر دی اور مقتل کی مٹی اپنے ہاتھ سے نکالی اور فرمایا: یہ اس جگہ ان کا ٹھکانہ ہوگا اور زید بن صوحان رضی اللہ عنہ[10] کے بارے میں فرمایا کہ ان کا ایک عضو جنت میں ان سے پہلے جائے گا چنانچہ جہاد میں ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور آپ ﷺ نے ان حضرات کے بارے میں فرمایا: جب وہ آپ ﷺ کے ساتھ کوہ حراء پر تھے ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہے پھر حضرت علی، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم

۱۔ صحیح بخاری کتاب فضائل صحابہ جلد ۵ صفحہ ۲۲
۲۔ صحیح بخاری کتاب الوصیہ جلد ۴ صفحہ ۳، صحیح مسلم کتاب الوصیہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۵۱
۳۔ صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۵ صفحہ ۱۱۸
۴۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۱۰، صحیح بخاری کتاب الجنائز
۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۴ صفحہ ۳۹۰
۶۔ مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۴۵۷
۷۔ مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۵۵، سنن ابن ماجہ فی ذکر الاخبار وصف موت ابی ذر جلد ۲ صفحہ ۲۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۰۲
۸۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۹۰۷
۹۔ مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۲۶۵-۲۴۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۶۸
۱۰۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۱۶

شہید ہوئے اور حضرت سعد ﷺ زخمی ہوئے اور حضرت سراقہ ﷺ سے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔[1] چنانچہ جب وہ لائے گئے تو حضرت عمر ﷺ نے ان کو پہنائے اور کہا: اس اللہ ﷻ کی تمام حمد ہے، جس نے ان کو کسریٰ سے چھینا اور سراقہ ﷺ کو پہنایا اور فرمایا کہ ایک شہر دجلہ اور دجیل، قطربل اور صراط کے درمیان بنایا جائے گا۔ اسکی طرف اس قدر زمین کے خزانے آئیں گے کہ وہ بوجھ سے دھنس جائے گی یعنی بغداد[2] اور فرمایا:

عنقریب اس امت میں ایک مرد ہوگا جس کو ولید کہا جائے گا۔ وہ اس امت کے لئے فرعون جیسا اپنی قوم کے لئے تھا اس سے بدتر[3] ہوگا اور فرمایا: قیامت اس وقت نہ آئے گی جب تک دو ایسی جماعتیں جن کا ایک ہی دعویٰ ہوگا آپس میں نہ لڑیں[4] اور آپ ﷺ نے حضرت عمر ﷺ سے حضرت سہیل بن عمرو ﷺ کے بارے میں فرمایا: اے عمر ﷺ! یہ ایسے مقام پر بہت جلد کھڑا ہوگا جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔[5] چنانچہ ایسا ہی ہوا تو وہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابوبکر ﷺ کی جگہ کھڑے ہوئے جبکہ نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر پہنچی اور انہوں نے ویسا ہی خطبہ دیا اور لوگوں کو ثابت قدم رکھا اور ان کی سمجھوں کو مضبوط کیا اور آپ ﷺ نے حضرت خالد ﷺ سے فرمایا:

جب ان کو اکیدر کی طرف بھیجا کہ تم اس کو جنگلی گائے (نیل گائے) کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے[6] تو یہ تمام باتیں کل کی کل آپ ﷺ کی حیات ظاہری اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد ہوئیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہاں تک کہ وہ باتیں بھی پوری ہوئیں جن کو آپ نے اپنے صحابہ کو ان کے اسرار اور ان کے پوشیدہ امور کی خبریں دی تھیں اور جو منافقین کے اسرار اور ان کی کفری باتیں اور جو آپ ﷺ کے اور مسلمانوں کے بارے میں تھیں ان کی خبر دی۔

یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ دیتے کہ خاموش رہو کیونکہ خدا کی قسم اگر کوئی آپ ﷺ کے پاس خبر دینے والا نہ ہوگا تو یہ بطحا کے پتھر بھی آپ ﷺ کو خبر دے دیں گے اور آپ ﷺ نے اس جادو کی حالت کی خبر دی جو لبید ابن اعصم نے کیا تھا۔[7] یعنی وہ ایک کنگھی اور بال تھے جو نر کھجور کی جڑ میں

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۲۵

۲۔ تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۸

۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۵۰۵

۴۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات نبوت، صحیح مسلم کتاب الفتن، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۱۳، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۱۸

۵۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۸۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۳۶۷

۶۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۵۳۔۲۵۰

۷۔ صحیح بخاری کتاب الطب جلد ۷ صفحہ ۱۱۸، صحیح مسلم کتاب الطب جلد ۴ صفحہ ۱۷۲۰

رکھے ہوئے تھے اور یہ کہ وہ ذروان کے کنوئیں میں ڈالے ہوئے تھے۔ پس ویسا ہی نکلا جیسا کہ فرمایا تھا اور اسی حالت میں پایا گیا اور آپ ﷺ نے قریش کو خبر دی کہ ان کا وہ صحیفہ جس کے ذریعہ بنی ہاشم پر غلبہ پاتے تھے اور اس کے ذریعہ قطع رحم کرتے تھے اس کو دیمک نے کھالیا ہے۔ اس میں صرف اتنی جگہ باقی ہے جہاں اللہ ﷻ کا نام ہے۔

تو انہوں نے ویسا ہی پایا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ نے کفار قریش کو بیت المقدس[1] کی اس وقت اس کی نشانیاں بتائیں جب کہ انہوں نے شب معراج کی خبر پر آپ ﷺ کو جھٹلایا تھا اور آپ ﷺ نے اس کی ایسی تعریف بیان فرمائی جیسے آپ ﷺ کے پیش نظر ہے اور آپ ﷺ نے ان کو ان اونٹوں کی خبر دی جو آپ ﷺ کی راہ گزر میں جا رہے تھے اور ان کے پہنچنے کے وقت کی خبر دی۔ پس یہ سب کے سب جیسے فرمایا ویسے ہی ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان حادثات کی خبر دی جو آپ ﷺ کے بعد ہوں گے اور ابھی تک نہیں ہوئے تھے۔

ان میں سے وہ مقدمات میں جو ظاہر ہوں گے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس[2] کی آبادی اور یثرب (مدینہ) کی ویرانی اور یثرب (مدینہ) کی ویرانی جنگ و جدال کا پیش خیمہ ہوگا اور لڑائی کا ظہور فتح قسطنطنیہ ہوگا اور انہیں میں سے قیامت کی علامتیں اور ان کی نشانیاں اور حشر ونشر کا بیان کرنا ہے اور نیکوں بدوں جنت و دوزخ اور میدان قیامت کی خبریں ہیں۔

اس اعتبار سے تو یہ فصل ایک ایک جز پر ایک مستقل دیوان بن جائے گا اور جو کچھ ہم نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے یہ سب ان پوری احادیث کے ٹکڑے ہیں جن کو ہم نے کتابوں سے بیان کیا ہے اور ان میں سے اکثر ہمارے آئمہ رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح ہیں۔

چوبیسویں فصل

عصمت نبی ﷺ

آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی حفاظت لوگوں کے شر سے اور اس کی کفایت جو آپ ﷺ کو اذیت دے، حاصل تھی۔ چنانچہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

۱۔ طبرانی کبیر جلد ۲۴ صفحہ ۳۳۲، البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۸

۲۔ سنن ابوداؤد کتاب الملاحم جلد ۴ صفحہ ۴۸۲

وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

(پ ۶۔المائدہ ۶۷) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا. اپنے رب کے حکم کے لئے صبر کیجئے کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں (ترجمہ کنزالایمان)

(پ ۲۷۔الطور ۴۸)

اور فرماتا ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (پ ۲۴۔الزمر ۳۶) کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں۔(ترجمہ کنزالایمان)

اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے دشمن مشرکین پر تمہیں کافی ہیں اور بھی معنی بیان کئے گئے ہیں

اور فرمایا:

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ. ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔

(پ ۱۴۔الحجر ۹۵) (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا. اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

(پ ۹۔الانفال ۳۰) (ترجمہ کنزالایمان)

حدیث :ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالا سناد روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ. (پ ۶۔المائدہ ۶۷)

تب نبی کریم ﷺ نے اپنے قبہ سے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا: اے لوگو! اب چلے جاؤ بیشک میرے رب ﷻ نے میری حفاظت فرمائی۔ (ترمذی تفسیر القرآن تفسیر سورۃ المائدہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۱ در منثور جلد ۳ صفحہ ۱۱۸)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی منزل میں قیام پذیر ہوتے تو آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے لئے کسی درخت کو پسند کرتے تا کہ آپ ﷺ اس کے نیچے قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمائیں۔تو ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ پر تلوار سونت لی۔پھر کہنے لگا: اب کون آپ ﷺ کو مجھ سے بچائے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ۔تو اس اعرابی کا ہاتھ کانپنے لگا اور اس کی تلوار گر پڑی اور اس نے اپنے سر کو درخت سے مارا یہاں تک کہ اس کے دماغ سے خون بہنے لگا۔

اس وقت یہ آیت اتری۔

بیشک یہ قصہ صحیح روایت کیا گیا ہے اور غورث بن حارث صاحب قصہ ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو کہنے لگا: میں تمہارے پاس لوگوں میں سے سب سے بہتر کے پاس سے آیا ہوں۔ (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۱۱۹)

اور اس حکایت کی مثل بیان کیا گیا ہے کہ جو بدر کے دن اس کو پیش آیا۔ یعنی جب آپ قضائے حاجت کے لئے اپنے صحابہ سے علیحدہ ہوئے تب منافقوں میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے آیا اور اس قصہ کے مثل بیان کیا۔

اسی طرح مروی ہے کہ ایسا ہی ایک واقعہ غزوۂ غطفان[1] میں ذی امر کے مقام پر ایک شخص کے ساتھ پیش آیا جس کو دعثور بن حارث کہا جاتا ہے اور یہ کہ بعد میں وہ مسلمان ہو گیا۔ جب وہ اپنی اس قوم کی طرف واپس گیا جس نے اس کو ورغلایا تھا کیونکہ یہ ان کا سردار اور بہادر تھا۔ تو وہ کہنے لگے کہ تیری وہ بات کیا ہوئی حالانکہ تو قابو پا چکا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک سفید طویل مرد کو دیکھا جس نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پیٹھ کے بل گر پڑا اور تلوار گر پڑی۔ اس وقت میں نے جان لیا کہ وہ فرشتہ ہے۔ اب میں مسلمان ہوں۔ کہا گیا ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ

اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر روک دیئے

(پ ٦۔ المائدہ ۱۱) (ترجمہ کنز الایمان)

اور خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ غورث بن حارث محاربی نے ارادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کو قتل کرے۔ آپ ﷺ کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ وہ تلوار سونت کر آپ ﷺ کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: اے خدا مجھے اس سے محفوظ رکھ جس طرح تو چاہے تو وہ درد کمر سے چہرے کے بل گر پڑا۔ یہ درد اس کے دونوں کندھوں میں ہوئی اور اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ (زلخہ درد کمر کو کہتے ہیں) اور اس قصہ میں اس کے سوا اور بھی کہا گیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ اس بارے میں یہ آیت اتری:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ

اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو جب قوم نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ پھیلائے تھے۔

(پ ٦۔ المائدہ ۱۱) (ترجمہ کنز الایمان)

---

[1] در منثور جلد ۳ صفحہ ۱۱۸

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قریش سے خوف رکھتے تھے۔[1] جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ سیدھے لیٹ گئے۔ پھر فرمایا: جو شخص چاہے میری مدد چھوڑ دے۔

عبد ابن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (پ۳۰۔ تبت ۴) (ابولہب کی بیوی) یعنی لکڑیاں اٹھانے والی' آپ ﷺ کے راستہ میں جلتی ہوئی لکڑیاں رکھا کرتی تھی تو آپ ﷺ اس کو ایسے پامال کرتے تھے جیسے ریت ہو۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بیان کیا کہ جب اس کو سورۂ

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ (پ۳۰۔ تبت ۱)

''تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ'' (ترجمہ کنز الایمان)

کے نازل ہونے کی خبر پہنچی اور یہ کہ اللہ ﷻ نے اس کی برائی بھی بیان کی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی درآنحالیکہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھے جب وہ دونوں کے پاس کھڑی ہوئی تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا آپ ﷺ کو نہ دیکھا۔ اس وقت اللہ ﷻ نے اس کی نظروں سے اپنے نبی ﷺ کو چھپا لیا۔ اس نے کہا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ مجھے خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے میری مذمت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ان کو اس وقت پالوں تو ان پتھروں سے (خاک بدہن) ان کا منہ کچل دوں۔

حکم ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کے بارے میں معاہدہ کیا یہاں تک کہ ہم نے مسجد میں آپ ﷺ کو دیکھا تو ہم نے پیچھے سے ایک (ہولناک) آواز سنی۔ اس وقت ہم نے گمان کیا کہ تہامہ میں کوئی (زندہ) باقی نہ رہا ہوگا۔ تو ہم غش کھا کر گر پڑے تو ہم اس وقت ہوش میں آئے جب آپ ﷺ نماز ختم کر کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ پھر ہم نے دوسری رات معاہدہ کیا اور ہم آئے یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا اس وقت صفا مروہ آ کر ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہو گیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۲۷' تفسیر در منثور جلد ۷ صفحہ ۴۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اور جہم ابن حذیفہ نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا معاہدہ کیا تو ہم آپ کی قیام گاہ پر آئے تو ہم نے آپ ﷺ کو تلاوت کرتے سنا کہ آپ سورۂ الحاقہ پڑھ رہے ہیں۔ جب آپ نے فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ (پ۲۹۔ الحاقہ ۸)

---

[1] تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۱۲۰

"تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو" (ترجمہ کنزالایمان)

کو پڑھا تو ابوجہم نے عمر ﷺ کے بازو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ نجات پاؤ۔ تو ہم دونوں وہیں سے بھاگے [1] تو یہ حضرت عمر ﷺ کے اسلام لانے کے مقدمات تھے اور ان میں وہ مشہور عبرت اور کفایت نامہ ہے کہ جبکہ آپ ﷺ کو قریش نے خوفزدہ کیا [2] اور آپ ﷺ کے قتل پر سب مجتمع ہو کر رات کے وقت آپ ﷺ کے گھر کو گھیر لیا۔ تب آپ ﷺ ان پر اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور ان کے سروں پر کھڑے ہو گئے اور بیشک اللہ ﷻ نے ان کی آنکھوں پر مار لگائی اور ان کے سروں پر مٹی ڈالی اور آپ ﷺ کو ان سے محفوظ رکھا اور اللہ ﷻ کی آپ ﷺ کے ساتھ حمایت غار میں ان کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔ بسبب ان نشانیوں کے جن کو اللہ ﷻ نے مہیا فرمایا۔ مثلاً مکڑی کا جالا بننا وغیرہ۔

یہاں تک کہ امیہ بن خلف سے جب انہوں نے کہا کہ ہم اس غار میں داخل ہوں تو اس نے کہا: کیا تم اس کے دہانہ پر دیکھتے نہیں کہ اس پر مکڑی کا جالا ہے جس کو حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے دیکھ رہا ہوں اور یہ کہ دو کبوتر غار کے دہانہ پر موجود ہیں۔ تو قریش نے کہا کہ اگر اس میں کوئی ہوتا تو یہ کبوتر اس جگہ کیسے ہوتے؟

اور ہجرت کے وقت آپ ﷺ کا وہ قصہ جو سراقہ ابن مالک ابن جعشم کے ساتھ پیش آیا [3] اور بیشک قریش نے آپ ﷺ کے اور حضرت ابوبکر ﷺ کے بارے میں انعام مقرر کیا تھا اور اس کی سراقہ کو خبر دی گئی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے تعاقب میں چلا۔ حتیٰ کہ جب وہ آپ ﷺ کے بالکل قریب ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس پر بددعا کی تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ اس سے گر پڑا اور تیروں سے فال نکالنے لگا۔ تو وہ بات نکلی جو اسے ناپسند تھی۔ پھر وہ سوار ہوا اور قریب آیا یہاں تک کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے قرأت کو سنا۔ درآنحالیکہ آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ نہ تھے مگر حضرت ابوبکر ﷺ دیکھ رہے تھے۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم پر کوئی آ گیا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(پ۱۰ التوبہ ۴۰) (ترجمہ کنزالایمان)

تو دوبارہ وہ گھٹنوں تک دھنس گیا اور وہ اس سے گر پڑا۔ پھر اس نے گھوڑے کو ڈانٹا تو وہ گھوڑا

۱۔ تفسیر درمنثور جلد ۸ صفحہ ۲۶۳

۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ تفسیر درمنثور جلد ۷ صفحہ ۴۴ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۱

۳۔ صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۱ صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۱۵۹۲

اس حال میں اٹھا کہ اس کے پاؤں سے مثل دھوئیں کے اٹھ رہا تھا تو اس وقت اس نے امان مانگی۔ تب آپ ﷺ نے اس کو امان لکھ دی۔ اسی امان نامہ کو فہیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ پھر اس نے قریش کی خبریں سنائیں اور نبی کریم ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ جو بھی راستہ میں تلاش کرنے والا ملے اسے نہ چھوڑنا کہ وہ آپ ﷺ سے ملے۔ پھر وہ لوٹ گیا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ بس تمہیں کافی ہے اب وہ یہاں نہیں ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم دونوں نے مجھ پر بددعا کی ہے۔ پس اب میرے لئے دعا کرو۔ تو وہ نجات پا گیا اور اسی وقت اس کے دل میں آپ ﷺ کا اثر جاگزیں ہو گیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک چرواہے نے آپ دونوں کی خبریں معلوم کیں تو وہ جلدی سے چلا کہ قریش کو خبر دے دے پس جب وہ مکہ آیا تو اس کے دل سے وہ بات بھلا دی گئی۔ پس وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرتا ہے اور وہ بھول میں پڑ گیا کہ کیوں نکلا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ واپس آ گیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابوجہل[1] ایک پتھر لے کر آیا درآنحالیکہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے اور قریش دیکھ رہے تھے کہ اب وہ پتھر آپ ﷺ پر ڈالتا ہے مگر وہ پتھر اس کے ہاتھ میں چمٹ گیا اور اس کے دونوں ہاتھ گردن تک خشک ہو گئے۔ تب وہ الٹے پاؤں لوگوں کی طرف پیچھے بھاگا۔ پھر اس نے آپ ﷺ ہی سے سوال کیا کہ اس کے لئے دعا فرمائیں تو اس کے ہاتھ کھل گئے۔ حالانکہ اس نے قریش کے ساتھ اس کا وعدہ کیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ اگر آپ ﷺ کو دیکھنے لگا تو ضرور (خاک بدہن) آپ ﷺ کا سر کچل دے گا۔

پھر قریش نے اس سے آپ ﷺ کی بابت پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ پہلے تو مجھے ایک ایسا اونٹ ملا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ ارادہ کر رہا تھا کہ مجھے کھا جائے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے اگر قریب ہوتا تو وہ اس کو پکڑ لیتے۔

سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بنی مغیرہ کا ایک مرد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تا کہ وہ آپ ﷺ کو معاذ اللہ قتل کر دے تو اللہ عزوجل نے اس کی بینائی پر طمانچہ مارا تو اس نے آپ ﷺ کو نہ دیکھا حالانکہ وہ آپ ﷺ کی باتیں سن رہا تھا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ تو اس نے ان کو نہ دیکھا حتیٰ کہ اس کو پکارا اور مذکور ہے کہ ان دونوں قصوں پر یہ آیت اتری:

۱۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۲۰۵

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا. بیشک ہم نے ان کے گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ (۲۲ یٰسین ۷) (ترجمہ کنزالایمان)

(دلائل النبوۃ للابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

اور اسی میں سے وہ آپ ﷺ کا قصہ ہے، جس کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ آپ جب اپنے اصحاب کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ ایک اونچے مکان کے نیچے بیٹھے تو ان میں سے ایک کو عمرو بن حجاش ابھارتا تھا کہ آپ ﷺ پر چکی کا پاٹ ڈال دے پھر نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کو یہ قصہ بتایا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس قصہ کی بابت یہ آیت اتری:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ. اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ (آخر آیت تک) (پ ۶ المائدہ ۱۱)

سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ بنی نضیر کی طرف تشریف لے گئے۔ بنی کلاب کے دو مردوں کے بارے میں جن کو عمرو بن امیہ نے قتل کیا تھا۔ تو آپ ﷺ سے حی بن اخطب نے کہا: بیٹھئے اے ابوالقاسم یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو کھانا کھلائیں اور جو آپ ﷺ چاہتے ہیں وہ دیں۔ تب نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھ گئے اور حی نے کفار کے ساتھ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دے دی۔ آپ ﷺ ایسے کھڑے ہوئے جیسے آپ ﷺ کو کوئی ضرورت لاحق ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۸۰، دلائل النبوۃ للابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۳۹۱)

اہل تفسیر نے اس حدیث کے معنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کئے ہیں کہ ابوجہل نے قریش سے وعدہ کیا کہ اگر حضور ﷺ کو نماز پڑھتا دیکھے تو وہ آپ ﷺ کی گردن پامال کر دے گا۔ جس وقت آپ ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کی تو قریش نے اس کو بتایا تو وہ آگے آیا۔ جب وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا تو ایڑیوں کے بل الٹا چیختا ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچاتا بھاگا۔

جب اس سے پوچھا گیا تو کہا کہ میں جب آپ ﷺ کے قریب ہوا تو ایک ایسی کھائی (خندق) کے کنارے پہنچا جو آگ سے بھری ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ میں اس میں گر پڑوں۔ مجھے بہت ڈر معلوم ہوا اور پروں کا ہلنا دیکھا جس سے زمین بھر گئی تھی۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے۔ اگر وہ قریب ہوتا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ پھر آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى. (پ۳۰ العلق ۶) ہرگز نہیں بیشک انسان ہی سرکشی کرتا ہے۔

(آخرت سورت تک)

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۳، تحفۃ الاشراف جلد ۱۰ صفحہ ۹۲)

مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان جمحی نے غزوۂ حنین کے دن آپ ﷺ کو پایا کیونکہ حضرت حمزہ ؓ نے اس کے باپ اور چچا کو قتل کر دیا تھا تو میں نے کہا آج میں ان کا بدلہ آپ سے لوں گا۔ چنانچہ جب لوگ گتھم گتھا ہو گئے تو وہ آپ ﷺ کے پیچھے سے آیا اور اس نے تلوار کھینچ کر آپ ﷺ پر وار کرنا چاہا۔ راوی نے کہا کہ جب میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو میری طرف ایک آگ کی لپٹ بجلی سے زیادہ تیز لپکی تو میں الٹے قدم بھاگا۔

جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو مجھے بلایا اور اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا درانحالیکہ آپ مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ دشمن تھے۔ ابھی آپ ﷺ نے دست مبارک سینہ سے اٹھایا نہ تھا کہ آپ ﷺ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قریب ہو اور جہاد کر۔ تو میں آپ ﷺ کے آگے ہو کر اپنی تلوار سے کفار کو مارتا تھا اور آپ ﷺ کو اپنی جان سے بچاتا تھا۔ مگر اس وقت میرا باپ بھی سامنے آ جاتا تو یقیناً میں اس پر آپ ﷺ کے بچانے کی خاطر حملہ کرتا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

فضالہ بن عمرو ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے فتح مکہ کے دن قصد کیا کہ آپ ﷺ کو شہید کر دوں۔ درآنحالیکہ آپ ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ پس جب میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو فرمایا: کیا فضالہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو اپنے دل میں کیسی باتیں کرتا ہے؟ میں نے کہا: کچھ نہیں۔ تو آپ ﷺ مسکرا دیئے اور میرے لئے استغفار کیا اور اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا میرے دل میں سکون وقرار ہو گیا۔ خدا کی قسم ابھی آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھایا نہ تھا کہ مخلوق الٰہی میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی چیز مجھے محبوب نہ معلوم ہوئی۔

یہ بات تو مشہور ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جب وفد بن کر آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عامر نے اربد سے کہا تھا کہ میں جب آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو اپنی باتوں میں مشغول کر لوں تو تو تلوار کی ضرب لگانا تو اس نے نہیں دیکھا کہ وہ کچھ کرے۔ بعد کو جب اس بارے میں اس سے بات کی تو اربد نے کہا کہ خدا کی قسم میں قصد کر رہا تھا کہ تلوار ماروں مگر میں نے تجھ کو اپنے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل پایا تو کیا میں تجھ کو مارتا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

اسی طرح اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی حفاظت بہت سے موقعوں پر یہود اور کاہنوں سے فرمائی کہ انہوں نے آپ ﷺ سے لوگوں کو ڈرایا اور قریش کی انہوں نے مدد کی اور انہیں بتایا کہ آپ ﷺ اپنی سطوت (حکومت) تم پر چاہتے ہیں اور آپ ﷺ کے قتل پر ان کو ابھارا۔ تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ یہاں تک کہ ان میں امر الٰہی پورا ہوا اور اسی قبیل سے آپ ﷺ کی نصرت اور ایک ایک مہینہ کی مسافت تک آپ ﷺ کے آگے اور پیچھے آپ ﷺ کا رعب ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

پچیسویں فصل

آپ ﷺ کے روشن معجزات

اور آپ ﷺ کے روشن معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو علوم و معارف کا جامع کیا اور تمام دین و دنیا کے مصالح پر آپ ﷺ کو مطلع کر کے مخصوص فرمایا اور آپ ﷺ کو امور شرعیہ قوانین دینیہ سیاست دینیہ (حکومت کے آئین) کی معرفت عطا فرمائی اور آپ ﷺ سے پہلی گزری ہوئی امتوں کے حالات کی خبر دی اور انبیاء و رسل علیہم السلام اور بادشاہوں کے قصے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے زمانہ اقدس تک تمام گزرے ہوئے زمانوں کی اطلاع بخشی اور ان کی شریعتوں اور کتابوں سے باخبر کیا اور ان کی سیرتیں' ان کی خبریں' ان میں اللہ ﷻ کے دنوں' ان کے اشخاص کی صفات' ان کی مختلف رائیں' ان کی عمروں کی مدتیں' ان کے عقلمندوں کی حکمتیں' ہر ایک امت کے کفار سے جھگڑے' ہر فرقے کا ان کی ان کتابوں سے معارضے ہیں جو وہ کتابیں رکھتے تھے ان کے بھیدوں اور ان کے چھپے ہوئے علوم کی خبریں دینا اور ان خبروں کو بتانا جس کو وہ چھپاتے تھے' لغات عرب کے ان تغیرات کو بتانا جن کو وہ بدل چکے تھے اور مختلف فرقوں کے نادر الفاظ' ان کی فصاحت کے اقسام کا احاطہ ان کے دلیل و بند اور مثالوں' حکمتوں' شعار کے معانی وغیرہ کی حفاظت یہ سب اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر کھول دیئے۔

اور آپ ﷺ کو جوامع کلم' امثال صحیحہ کے منطبق کرنے کی معرفت' روشن حکمتیں تاکہ باریک باتیں سمجھ کے قریب ہوں۔ مشکل الفاظ کی وضاحت عطا فرمائی اور قواعد شرعیہ کی بایں طور درستگی فرمائی کہ جس میں تناقض و تخاذل نہ ہو اور آپ ﷺ کی شریعت پاکیزہ اخلاق' عمدہ تعریف و آداب کی حامل ہو اور ہر چیز اس خوبی کے ساتھ مفصل ہو کہ کسی منکر ملحد' صاحب عقل سلیم کو کسی جہت سے تنگی نہ محسوس ہو بلکہ جو بھی اس کا منکر و کافر اور جاہل ہو جب اس کو سنے اور اس کی طرف بلایا جائے تو اس کو درست و مستحسن ہی مانے اور کسی دلیل و حجت کے قائم کرنے کی اس پر حاجت نہ رہے۔

پھر مسلمانوں کے لئے وہ چیزیں حلال کی گئیں جو طیب ہیں اور ان پر خبیث چیزوں کو حرام کیا گیا اور ان کی جانوں، عزتوں اور مالوں کو آخرت کے عذاب اور جلدی حدود کے نفاذ سے اور مدت تک عذاب نار سے ڈرا کر بچایا یہاں تک کہ وہ بہت سے علوم وفنون کو شامل ہے جن کو جاننے والا ہی جانتا ہے۔ جیسے فن طب، تعبیر، فرائض، حساب اور نسب وغیرہ اور ان کے بعض علماء نے تو حضور ﷺ کے کلام مبارک کو بطور سند واصول کے اپنے علوم میں بیان کیا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

خواب سب سے پہلے دیکھنے والے کے لئے ہے[1] اور وہ پرندے کے پاؤں پر ہے[2] (یعنی فوراً ہونے والی ہے) اور فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں[3]: ایک رویا حق ہے دوسرا رؤیا وہ کہ جو مرد کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ (خطرہ وغیرہ) اور تیسرا رؤیا غمگین ہے جو شیطان کے وسوسہ سے ہے اور یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہوگا (قرب قیامت یا دن رات کی برابری) تو مسلمان کی خواب جھوٹی نہ ہوگی[4] اور یہ کہ آپ نے فرمایا: ہر بیماری کی جڑ بدہضمی (البردۃ) ہے۔

حضرت ابی ہریرہ ؓ[5] نے آپ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس میں آنے والی ہیں اگرچہ اس حدیث کو ہم صحیح نہیں کہتے کیونکہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کو موضوع بیان کرنے میں کلام کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر دوا جو تم کرتے ہو وہ سعوط (نسوار) اور لدود (جو دوائی پی جائے) اور پچھنے (حجامت) اور مسہل[6] ہے۔ حجامت کے لئے بہتر دن ۱۷، ۱۹، ۲۱ تاریخ (قمری) ہے[7] اور عود ہندی کے بارے فرمایا: اس سے سات بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ منجملہ ان میں ذات الجنب ہے[8] اور فرمایا: ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر کوئی برا برتن نہیں بھرا یہاں تک فرمایا کہ اگر ضروری ہی بھرنا ہو تو تہائی کھانے کے لئے دو تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے۔[9]

اور فرمایا: بیشک سبا کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ مرد ہے یا عورت یا زمین۔ فرمایا: وہ مرد

۱۔ سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۸

۲۔ سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۲۸۱، سنن ترمذی جلد ۳ صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷، ابن ماجہ کتاب الرویا جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۸

۳۔ صحیح مسلم کتاب الرویا جلد ۴ صفحہ ۱۷۷۳، سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۵

۴۔ صحیح مسلم کتاب الرویا جلد ۴ صفحہ ۱۷۷۳، سنن ابوداؤد کتاب الادب جلد ۵ صفحہ ۲۸۲، سنن ترمذی جلد ۳ صفحہ ۳۶۳

۵۔ مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۸۶، والملالی للمصنف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸

۶۔ سنن ترمذی کتاب الطب جلد ۳ صفحہ ۲۶۲

۷۔ مستدرک کتاب الطب جلد ۴ صفحہ ۲۱۰

۸۔ صحیح بخاری کتاب الطب جلد ۷ صفحہ ۱۰۸

۹۔ تفسیر ترمذی جلد ۵ صفحہ ۳۹

حق جس کے دس بیٹے تھے چھ یمن میں اور چار شام میں جا کر آباد ہوئے۔[1] یہ حدیث طویل ہے۔ اسی طرح قضاعہ کے نسب کے بارے میں جواب دیا۔[2] اس کے علاوہ وہ باتیں جن میں عرب پریشان تھے بتائیں باجودیکہ وہ لوگ نسب میں مشغول رہا کرتے تھے مگر آپ ﷺ سے پوچھنے میں مجبور تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا حمیر عرب کا سردار تھا اور اچھا تھا۔ اور اس کا مذحج سر اور گردن ہے اور ازد اس کا کاہل یعنی پیٹھ اور کھوپڑی ہے۔ شکم دان اس کا غارب (کثرط) اور چوٹی ہے[3] اور فرمایا زمانہ بیشک دور میں ہے۔ اپنی اس کے ساتھ جس دن سے اللہ ﷻ نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا[4] اور حوض کوثر کے بارے میں فرمایا اس کے زاویے (گوشے) برابر ہیں[5] اور ذکر کی حدیث میں فرمایا۔[6] ایک نیکی دس گنا ہوگی۔ پس وہ ایک سو پچاس تو (نماز میں) زبان پر ہیں اور ایک ہزار پانچ سو میزان میں ہیں۔ اور ایک جگہ کے بارے میں فرمایا: یہ حمام کی اچھی جگہ ہے[7] اور فرمایا: مشرق و مغرب کے مابین (مکہ میں) قبلہ ہے[8] اور عینیہ یا اقرع سے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ گھوڑے کو پہچانتا ہوں اور آپ ﷺ نے اپنے کاتب سے فرمایا: قلم کو اپنے کانوں پر رکھ کیونکہ یہ لکھنے والے کو خوب یاد دلاتا ہے۔[9] اس کو یاد رکھو کہ باوجود اس کے کہ آپ ﷺ لکھتے نہ تھے مگر اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا ہے حتی کہ بلاشبہ ایسی حدیثیں مروی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ حروف کی کشش کو جانتے تھے اور اس کی خوبصورتی کو پہچانتے ہیں۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو لمبا نہ لکھو۔[10] ابن شعبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے اس کو روایت کیا۔ دوسری وہ حدیث جو حضرت معاویہ ؓ سے مروی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے لکھ رہے تھے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: دوات کو ٹھیک کرو اور قلم کی نوک نکالو باء کو کھڑا کرو اور سین کے دندانہ نکالو اور میم کے دائرے کو بند نہ کرو۔ لفظ

۱۔ ترمذی، مسند امام احمد، حسن ابن عباس، کما فی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۶۶

۲۔ مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۴

۳۔ کشف الاستار جلد ۳ صفحہ ۳۰۵، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۴۱

۴۔ صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۵، صحیح مسلم کتاب القسامۃ جلد ۳ صفحہ ۱۳۰۵

۵۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۷۹۳

۶۔ سنن ابوداؤد کتاب الادب جلد ۵ صفحہ ۳۰۹، سنن ابن ماجہ کتاب الاقامہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۹

۷۔ طبرانی، مجمع الزوائد

۸۔ سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۴

۹۔ سنن ترمذی کتاب الطہارۃ جلد ۱ صفحہ ۱۹

۱۰۔ الفردوس جلد ۱ صفحہ ۲۹۶

اللہ کو خوبصورت لکھواور الرحمٰن کو لمبا لکھواور لفظ الرحیم کو عمدہ لکھو۔[1] یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

اگرچہ یہ بات ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کچھ لکھا ہو مگر یہ آپ ﷺ سے بعید نہیں کیونکہ آپ ﷺ کو ہر چیز کا علم تو دیا گیا ہو مگر پڑھنے لکھنے سے منع کر دیا ہو لیکن لغات عرب کا آپ ﷺ کو علم ہونا اور اشعار کے معانی کا یاد کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ بیشک کتاب (شفاء) کے اول فصلوں میں اس پر ہم نے تم کو خبردار کر دیا ہے۔ اسی طرح گزشتہ امتوں کی بہت سی نعمتوں کا یاد کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: سنہ سنہ جس کے معنی حسنہ حبش کی لغت میں ہے۔[2] اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ہرج بہت ہو گیا یعنی قتل بہت ہو گیا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن جلد ۹ صفحہ ۱۴۱، صحیح مسلم کتاب العلم جلد ۴ صفحہ ۲۰۵۶)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اشکنب[3] درد یعنی فارسی زبان میں پیٹ کے درد کو کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے ایسے علوم ہیں جن کے کل یا بعض کو وہی اچھی طرح جان سکتا ہے جس نے ساری عمر کتابوں کے پڑھنے میں صرف کی ہو اور ہر وقت کتابوں میں ہی مشغول ہو اور اہل فن سے لگاؤ رکھتا ہو۔

اور آپ ﷺ ایسے مرد تھے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اُمی ہیں جو نہ لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں اور نہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں رہے ہیں۔ جن کی یہ صفت تھی اور نہ ان کے علموں میں سے کسی علم کو پڑھا اور نہ پہلے آپ ﷺ ان میں سے کسی علم میں مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ. (پ ۲۱ العنکبوت ۴۸)

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اہل عرب کا انتہائی علم یہ تھا کہ وہ نبیوں کو اور پہلوں کی خبروں کو اور شعر و بیان کو صرف جانتے تھے اور یہ بھی ان کو جب حاصل ہوتا تھا جبکہ وہ حصول علم کی کوشش کرتے اور طلب علم میں مشغول رہتے اور اہل علم سے مذاکرہ کرتے تھے۔

حالانکہ یہ فن تو آپ ﷺ کے دریائے علم کا صرف ایک قطرہ اور نقطہ ہے اور جو چیزیں ہم نے بیان کی ہیں ان میں ملحدین کے انکار کی اصلاً گنجائش نہیں اور کفار کو تو اس کے رفع کرنے میں اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا جو ہم نے واضح کیا ہے۔ کہ وہ یہ کہیں کہ یہ تو پچھلوں کی کہانیاں ہیں اور یہ کہ یہ تو

۱۔ مسند الفردوس دیلمی کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۱۶۸

۲۔ صحیح بخاری کتاب اللباس جلد ۷ صفحہ ۱۳۱

۳۔ سنن ابن ماجہ کتاب الطب جلد ۲ صفحہ ۱۱۴۵

انسان کا سکھایا ہوا ہے۔ تو اللہ ﷻ نے ان کے اس قول کو مردود کر دیا کہ جو یہ نسبت جس کی طرف کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے حالانکہ یہ فصیح عربی زبان ہے۔

پھر وہ جو انہوں نے کہا وہ تو صریح مکابرہ ہے کیونکہ وہ جس کی طرف آپ ﷺ کی تعلیم کی نسبت کرتے تھے وہ یا تو مسلمان تھے یا رومی بلعام۔ حالانکہ حضرت سلمان ؓ نے تو آپ ﷺ کو ہجرت کے بعد پہچانا اور (اس سے پیشتر) قرآن بکثرت نازل ہو چکا تھا اور بے شمار نشانیاں اور معجزات ظاہر ہو چکے تھے۔ اسی طرح رومی بلعام۔ وہ بھی اسلام لا چکے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن پڑھتے تھے۔

ان کے نام میں اختلاف ہے۔

اور بعض کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کوہ مروہ پر اس کے پاس بیٹھا کرتے تھے (بہر صورت) یہ دونوں عجمی زبان والے تھے اور یہ جھگڑالوا (کفار) فصحاء اور تیز وطرار خطباء بلاشبہ معارضہ میں قرآن کا مثل لانے میں عاجز رہے بلکہ اس کے وصف، ترکیب سوز اور نظم کلام کی سمجھ سے بھی قاصر تھے تو عجمی (گونگوں) کا کیا شمار۔

لیکن ہاں! حضرت سلمان فارسی ؓ ہوں بَلْعَامُ رومی یا یَعِیْشُ یا جَبْرٌ یا یَسَارٌ کہ جس کے نام میں اختلاف ہے۔ یہ ان کے سامنے ان سے مدۃ العمر کلام کرتے رہے تھے تو کیا کوئی بھی یہ کہتا ملا کہ یہ جو آپ ﷺ لائے ہیں۔ یعنی قرآن وہ ویسا ہی ہے جیسے یہ باتیں کرتے ہیں اور کیا ان میں سے ایک سے بھی یہ باتیں مشہور ہوئی ہیں اور اس وقت دشمن کو باوجود ان کی کثرت تعداد اور سخت طلب معارضہ اور انتہائی حسد کے کسی نے ان کو نہ روکا تھا کہ وہ بھی ان میں کسی کے پاس بیٹھ کر ان سے حاصل کر کے معارضہ کرے اور ان سے ایسی باتیں سیکھیں جو معارضہ ومجادلہ میں ضروری ہیں۔

جیسا کہ نضر بن حارث نے کیا کہ وہ کتابوں سے من گھڑت خبریں بیان کرتا تھا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کسی وقت بھی اپنی قوم سے غائب نہ رہے اور نہ کثرت کے ساتھ اہل کتاب کے شہروں میں میل جول رہا۔

جو یہ کہا جاتا کہ آپ ﷺ نے ان سے مدد لی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ ان کے سامنے اپنے بچپنے اپنی جوانی میں انبیاء علیہم السلام کی عادت کے مطابق بکریاں چراتے رہے۔ پھر یہ کہ کبھی آپ ﷺ ان کے شہروں سے باہر نہ نکلے مگر ایک یا دو سفروں میں ان دونوں سفروں میں بھی اتنی مدت نہ لگائی جس سے احتمال ہو کہ آپ ﷺ نے تھوڑی سی بھی تعلیم حاصل کی چہ جائیکہ کثیر۔ بلکہ آپ ﷺ کے سفروں میں بھی آپ ﷺ کی قوم ساتھ رہی ہے اور اپنے اقرباء کی رفاقت سے کسی حال میں پوشیدہ نہ رہے اور مکہ

مکرمہ کے قیام کے زمانہ میں بھی آپ ﷺ کی حالت نہ بدلی کہ آپ ﷺ تعلیم پانے اور نہ کسی یہودی عالم یا نصرانی راہب یا نجومی یا کاہن کے پاس رہے بلکہ اگر یہ سب باتیں بھی ہوتیں تب بھی آپ ﷺ کا وہ چیز لانا جو قرآن کا اعجاز ہے۔ یقیناً ان کے ہر ایک عذر کو قطع کرنے والا اور ہر دلیل کو دور کرنے والا اور ہر امر کو صاف کرنے والا ہے۔

چھبیسویں فصل

آپ ﷺ کی بتلائی ہوئی غیبی خبریں

آپ ﷺ کی خصوصیات و کرامات اور ظاہر معجزات میں سے وہ غیبی خبریں ہیں جو ملائکہ اور جنات کے ساتھ ہوئیں اور فرشتوں کے ذریعے اللہ ﷻ کا آپ ﷺ کی مدد فرمانا اور جنات کو آپ ﷺ کا مطیع فرمان بنانا اور بہت سے صحابہ ؓ کا ان کو دیکھنا ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ. (پ ۲۸۔ التحریم ۴)

اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط (پ ۹۔ الانفال ۱۲)

جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ. (پ ۹۔ الانفال ۹)

اور جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اور فرمایا:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ. (پ ۲۶۔ الاحقاف ۲۹)

اور جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کو پھیرا کہ وہ قرآن سنیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حدیث: عبداللہ بن مسعود ؓ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی. بیشک آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (پ۲۷، النجم ۱۸) (ترجمہ کنزالایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جبریل ﷺ کو ان کی اپنی صورت میں دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔

اور حدیث میں آپ ﷺ کا جبریل واسرافیل علیہما السلام وغیرہ ساتھ باتیں کرنا ثابت ہے اور شب معراج آپ ﷺ کا بڑی اور چھوٹی صورتوں میں ان کو بکثرت مشاہدہ کرنا مشہور ہے اور بیشک آپ ﷺ کی مجلس میں مختلف مقامات پر جماعت صحابہ نے ان کو دیکھا۔ پس آپ ﷺ کے اصحاب ﷺ[1] نے جبریل ﷺ کو آپ کے اصحاب ﷺ نے آپ ﷺ کے پاس جبریل ﷺ کو ایک مرد کی صورت میں دیکھا کہ وہ آپ ﷺ سے اسلام اور ایمان کے بارے میں سوال کررہے ہیں اور حضرت ابن عباس[2] اسامہ بن زید وغیرہ ﷺ آپ کے پاس جبریل ﷺ کو دحیہ کلبی ﷺ کی صورت میں دیکھا اور سعد ﷺ[3] نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے داہنے اور بائیں حضرت جبریل ومیکائیل علیہما السلام دو آدمیوں کی صورت میں ہیں جن پر سفید کپڑے ہیں۔ اس کے مثل دوسروں سے بھی مروی ہے اور بعض صحابہ نے بدر کے دن ملائکہ کو اپنے گھوڑوں کو جھڑکتے سنا[4] اور بعض صحابہ نے کفار کے سروں کو اڑتے تو دیکھا مگر مارنے والے کو نہ دیکھا۔[5]

ابوسفیان بن حارث ﷺ نے اس دن چند سفید پوش مردوں کو چتکبرے گھوڑوں پر سوار زمین وآسمان کے درمیان دیکھا اور کوئی ان جیسا خوبصورت نہیں ہوسکتا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۶)

اور بیشک فرشتے عمران بن حصین ﷺ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التمتع جلد ۲ صفحہ ۸۹۹، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۸۱)

نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ ﷺ کو خانہ کعبہ میں جبریل ﷺ کو دکھایا تو وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التمتع جلد ۲ صفحہ ۸۹۹، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۸۱)

۱۔ صحیح بخاری کتاب الایمان، صحیح مسلم کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۳۷۔۳۶، سنن ترمذی کتاب الایمان، مقدمہ سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۲، کتاب المناقب جلد ۵ صفحہ ۲۲۳، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۸۶

۲۔ صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۹۰۶، صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۶۸

۳۔ صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۲۸، صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۱۸۰۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۵۵

۴۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد جلد ۳ صفحہ ۱۳۸۴، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۲

۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۶،

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے جنوں والی رات میں جنات کو دیکھا اور ان کی باتیں سنیں اور ان کو قوم زُط سے تشبیہ دی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۳۱، تفسیر در منثور جلد ۸ صفحہ ۳۰۷)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب اُحد کے دن شہید ہو گئے تو ان کا جھنڈا فرشتے نے پکڑ لیا جو ان کی صورت پر تھا پس نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔ آگے بڑھو اے مصعب رضی اللہ عنہ! فرشتے نے آپ ﷺ سے عرض کیا: میں مصعب رضی اللہ عنہ نہیں ہوں تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۱۵)

بکثرت مصنفین نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک بوڑھا جس کے ہاتھ میں عصا آیا اس نے آپ ﷺ پر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو جن کی آواز ہے تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ہامہ بن الہیم بن لاقس بن ابلیس ہوں۔

اس نے بیان کیا کہ میں حضرت نوح علیہ السلام سے ملا ہوں اور ان کے بعد اور پیغمبروں سے۔ یہ حدیث طویل ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کو قرآن کی چند سورتیں لکھائیں۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۱۸)

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عزیٰ (درخت) کے گراتے وقت اس کالی عورت کو جو برہنہ بدن منتشر بالوں کے ساتھ نکلی تھی اپنی تلوار سے قتل کر ڈالا اور اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عزیٰ تھی (یعنی وہ بت جس کو لوگ پوجتے تھے اس کے ساتھ اس جنہ کو تشبیہ دی)
(تحفۃ الاشراف جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۷۷)

آپ ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ شیطان نے آج رات ارادہ کیا کہ میری نماز قطع کر دے تو اللہ ﷻ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ میں نے چاہا کہ مسجد کے کسی ستون سے اسے باندھ دوں تا کہ تم سب لوگ اسے دیکھو۔ لیکن مجھے اپنے بھائی (رسالت میں) حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی کہ انہوں نے اللہ ﷻ سے عرض کیا تھا:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا — اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما۔ (پ ۲۳۔ ص ۳۵) (ترجمہ کنز الایمان)

پس اللہ ﷻ نے شیطان کو ناکام کر کے مردود کر دیا یہ باب بھی بہت وسیع ہے۔
(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۹، کتاب بدء الخلق)

ستائیسویں فصل

دلائل وعلامات نبوت ورسالت

آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل اور رسالت کی علامتوں میں وہ احادیث ہیں جو راہبان واحبار اور علماء اہل کتاب سے آپ ﷺ کی اور آپ کی امت کی تعریف اور آپ ﷺ کے نام وعلامات میں مروی ہیں اور آپ ﷺ کی اس مہر کا ذکر ہے جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی اور اس بارے میں پچھلے موحدین کے اشعار ہیں جیسے تبع' اوس بن حارثہ' کعب بن لوئی' سفیان بن مجاشع' قس بن ساعدہ وغیرہ سے منقول ہیں اور وہ جو زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عشکلان حمیری' علماء یہود اور ان کا عالم شامول جو تبع کا مصاحب تھا نے آپ ﷺ کی تعریف اور خبر میں بیان کئے ہیں اور وہ ہمیں جو توریت و انجیل میں وحی کی گئی ہیں۔ جس کو علماء نے جمع کیا اور بیان کیا ہے اور ان دونوں کتابوں سے اسلام لانے کے بعد ان کے ثقہ حضرات نے نقل کیا ہے۔ جیسے عبداللہ بن سلام' بنی سعیۃ' ابن یامین' مخریق اور کعب ﷺ وغیرہ جو علماء یہود میں سے مسلمان ہو گئے تھے اور بحیراء' نصطور حبشہ اور صاحب بصری اور ضغاطر اور شام کے پادری اور جارود اور سلمان اور نجاشی اور حبشہ کے نصاری' نجران کے پادری وغیرہ سے منقول ہے جو نصاری کے علماء میں سے مسلمان ہوئے تھے۔

نصاری کے عالم وسردار ہرقل اور صاحب رومہ نے اس کا اقرار کیا اور مقوقس صاحب مصر اور اس کا مصاحب شیخ اور ابن صوریا اور ابن اخطب اور اس کا بھائی اور کعب بن اسد اور زبیر بن باطیا وغیرہ علماء یہود نے اقرار کیا جن کو حسد نے بقا پر بد بختی کو برانگیختہ کیا۔

اس بارے خبریں بکثرت ہیں۔ جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا۔

بلاشبہ آپ ﷺ نے یہود ونصاری کے کانوں کے پردوں کو جھنجوڑا کہ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ ﷺ کی صفتیں ہیں اور ان پر حجت قائم کی کہ ان کے صحیفے ان پر مشتمل ہیں اور ان کی تحریف' کتمان (چھپانا) اور نبی آخر زمان کی صفت کے اظہار کے وقت زبانوں کے مڑنے کی آپ ﷺ نے مذمت فرمائی اور مباہلہ کا چیلنج کیا کہ تم جھوٹے ہو۔

تو ان میں سے ہر ایک معارضہ سے بھاگا اور جو الزام ان کی کتابوں سے کیا گیا۔ اس کے اظہار سے وہ کنی کترا گئے کیونکہ اگر وہ اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کے فرمان والزام کے خلاف پاتے تو یقیناً اس کا اظہار ان پر آسان ہوتا بہ نسبت جانوں اور مالوں اور گھروں کی بربادی اور جنگ وجدال کے۔

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تم سچے ہو تو توریت کو لا کر اس کی تلاوت کرو۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے کاہنوں کو بھی ڈرایا جیسے شافع بن کلیب، شق، سطیح، سواد بن قارب، خنافر افعی نجران، جذل بن جذل کندی، ابن خلعہ دوسی، سعید بن بنت کریز، فاطمہ بنت نعمان اور وہ لوگ جن کا شمار ان کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ بتوں کی زبانوں پر آپ ﷺ کی نبوت اور بوقت اظہار رسالت آپ ﷺ کا اظہار تھا اور غیبی آوازوں سے اور بتوں پر قربانیوں سے اور عورتوں کے شکموں سے سنا گیا اور وہ چیزیں جن پر نبی کریم ﷺ کے نام مبارک اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی پتھروں اور قبروں پر پرانے خط میں مکتوب تھا پائی گئیں اور وہ بہت سی چیزیں اس قسم کی مشہور ہیں اور جو لوگ ان اسباب معلومہ و مذکورہ کی وجہ سے اسلام لائے بیان ہو چکا ہے۔

اٹھائیسویں فصل

بوقت ولادت معجزات

اور آپ ﷺ کے معجزات میں وہ نشانیاں ہیں جو بوقت سعادت ظاہر ہوئیں جن کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بیان کیا اور ان عجائبات کو ان لوگوں نے بیان کیا جو اس وقت ان لوگوں نے بیان کیا جو اس وقت موجود تھے۔

وہ یہ کہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک اٹھا ہوا تھا اور آپ ﷺ کی نظریں آسمان کی طرف تھیں[1] اور آپ ﷺ کی والدہ نے اس نور کو دیکھا[2] جو آپ ﷺ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ نکلا اور ان عورتوں نے دیکھا جو آپ ﷺ کی ولادت کے وقت موجود تھیں۔

اس وقت اُم عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ستارے قریب آ گئے اور یہ کہ بوقت ولادت نور نکلا یہاں تک کہ ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا۔[3] عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ کی والدہ شفاء کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہو کر میرے ہاتھ پر لائے گئے تو آپ ﷺ کو چھینک آئی تو اس وقت کسی کہنے والے کو کہتے سنا کہ رَحِمَکَ اللّٰہُ (اللہ ﷻ تم پر رحم کرے) اور مشرق و مغرب کے درمیان مجھے روشنی معلوم ہوئی حتیٰ کہ میں نے روم کے محل دیکھ لئے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)

۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۱۳

۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۸۳۔۸۰، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۸، ۱۲۷

۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۱۳۵

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر جو آپ ﷺ کے رضاعی والدین ہیں' نے آپ ﷺ کی برکت کی تعریف کی ہے کہ ان کا اور ان کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا تھا اور بکریاں فربہ ہوگئی تھیں اور آپ ﷺ کی نشو ونما بہت جلد ہوتی تھی۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۲۰ سیرت ابن اسحاق جلد ا صفحہ ۱۳۳ دلائل النبوۃ للبیھقی جلد ا صفحہ ۱۳۳)

شب ولادت کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور کنگرے گر پڑے۔ بحیرہ طبریہ کا پانی کم ہوگیا۔ فارس کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے برابر جل رہی تھی[1] اور یہ کہ جب آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب اور ان کے بچوں کے ساتھ اپنے بچپنے میں کھاتے تو سب کے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب آپ ﷺ ان کے ساتھ نہ ہوتے اور وہ سب مل کر کھاتے تو وہ شکم سیر نہ ہوتے تھے اور ابو طالب کے بچے جب صبح کو اٹھتے تو پراگندہ حال اٹھتے مگر آپ صبح کرتے تو خوش باش اور سرگین اٹھتے۔[2] ام ایمن رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی محافظہ تھی وہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کے بچپنے میں میں نے کبھی بھوک و پیاس کی شکایت نہ سنی اور نہ آپ ﷺ کے بڑے ہونے کے بعد سنی[3] اور آپ ﷺ کے عجائبات ولادت میں سے یہ ہے کہ شہاب ثاقب سے آسمان کا محفوظ رہنا اور شیطان کی گھات کا موقوف ہونا اور ان کا چوری چھپے سننے سے رکنا ہے۔

اور آپ ﷺ کو بچپن سے ہی بتوں سے نفرت اور امور جاہلیت سے اجتناب تھا اور اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو عمدہ اخلاق کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی پردہ پوشی کے بارے میں یہ خبر مشہور ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت جب آپ ﷺ نے اپنے تہبند کے دامن میں پتھر بھر کر کاندھے پر رکھنے کا ارادہ کیا تو وہ کھل گیا اور آپ ﷺ برہنہ ہوگئے تو زمین پر گر پڑے حتیٰ کہ آپ نے فوراً تہبند باندھ لیا۔

اس وقت آپ ﷺ کے چچا نے آپ سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے برہنہ ہونے سے منع کیا گیا ہے۔[4] انہیں میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ پر اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے سفر میں بادلوں سے سایہ کیا[5] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسری

۱۔ دلائل النبوۃ للبیھقی جلد ا صفحہ ۱۳۶

۲۔ طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۲۰' ۱۱۹' دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ا صفحہ ۱۶۶

۳۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ا صفحہ ۱۶۷

۴۔ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ' صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۲۶۷' دلائل النبوۃ للبیھقی جلد ۲ صفحہ ۳۲

۵۔ سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۲۵۰' دلائل النبوۃ للبیھقی جلد ۲ صفحہ ۲۵۔۲۴

عورتوں نے جب آپ ﷺ سفر سے واپس آئے تو دیکھا کہ دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کر رہے ہیں۔ اس کا انہوں نے میسرہ (ان کے غلام تھے) سے تذکرہ کیا تو انہوں نے ان کو بتایا کہ جب سے آپ ﷺ سفر کے لئے نکلے ہیں اسی طرح دیکھا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۵۷)

حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے بادل کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ پر سایہ کر رہا ہے وہ آپ ﷺ کے ساتھ تھیں اور اس بارے میں آپ ﷺ کے رضاعی بھائی سے مروی ہے۔ ان میں سے یہ کہ ایک سفر میں آپ ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے ایک خشک درخت کے نیچے اترے تو اس نے تروتازہ ہو کر آپ ﷺ کے گرداگرد سایہ کر دیا اور دیکھتے دیکھتے اس کی شاخیں نکل آئیں[1] اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ پر ایک درخت نے جھک کر سایہ کیا[2] اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ کے وجود گرامی کا چاند و سورج کے وقت سایہ نہ پڑتا تھا[3] کیونکہ آپ ﷺ نور تھے اور مکھی آپ ﷺ کے جسم اور کپڑوں پر نہ بیٹھی تھی۔[4]

اور اسی میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کو خلوت پسند تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی پھر آپ ﷺ نے اپنے وصال (موت طبعی) کی اور اپنی مدت حیات ظاہری کے پورے ہونے کی خبر دی[5] اور یہ کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے گھر میں ہوگی اور یہ کہ آپ ﷺ کے حجرہ شریف[6] اور مسجد میں منبر کے درمیان ریاض جنت کا ایک باغ ہے اور یہ کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اپنے وصال کا اختیار دیا۔[7]

اور حدیث وفات میں بہت سی آپ ﷺ کی کرامتیں اور بزرگیاں شامل ہیں اور یہ کہ فرشتوں نے آپ ﷺ کے جسد اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھا۔ اس روایت کی بنا پر جن کو ہم نے بعض علماء سے روایت کیا ہے اور یہ کہ ملک الموت نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی حالانکہ آپ ﷺ سے پہلے کسی سے اجازت قبض روح کی نہ مانگی اور بوقت غسل ایسی آوازیں سنی گئیں کہ آپ کی قمیض مبارک نہ اتارو[8]

۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۵۷، الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۱

۲۔ سنن ترمذی جلد ۵ صفحہ ۲۵۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۵، ۲۴

۳۔ الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۸

۴۔ الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۸

۵۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا جلد ۴ صفحہ ۱۹۰۵، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۱۶۵

۶۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۲۵۹

۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۱۶۲۔۲۶۹، مستدرک جلد ۳ صفحہ ۶۰۔۵۹

۸۔ سنن ابوداؤد جلد ۳ صفحہ ۵۰۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۲۴۲۔۲۴۳

اور یہ کہ حضرت خضر اور ملائکہ نے اہل بیت سے وصال کے بعد تعزیت کی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے صحابہ پر آپ ﷺ کی کرامتیں، برکتیں اور آپ ﷺ کی حیات و وفات میں بکثرت ظاہر ہوئیں۔ جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چچا کے توسل سے بارش کی دعا کی اور بہت سوں نے آپ ﷺ کی اولاد سے برکتیں حاصل کیں۔

(صحیح بخاری کتاب الاستقاء جلد ا صفحہ ۲۴)

انتیسویں فصل

قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے اس باب میں آپ ﷺ کے ظاہر معجزات کے چند اشارے اور علامات نبوت میں سے ظاہر تر جو ملے بیان کئے ہیں۔ جو ایک (قرن) کو کافی و وافی ہوں گے اور بکثرت ہم نے چھوڑ دیئے جن کا ہم نے ذکر ہی نہیں کیا اور اکثر طویل حدیثوں میں سے صرف اصل مطلب اور گوہر مقصود پر اکتفا کیا اور بہت سی حدیث اور غریب میں سے وہ جو صحیح اور مشہور ہیں' لی ہیں اور بہت کم وہ غریب حدیثیں لی ہیں جن کو مشاہر آئمہ نے نقل کیا ہے اور ان کی سندوں کو بوجہ اختصار حذف کر دیا اور اس باب کو اس مضمون کے اعتبار سے پوری طرح پر لکھا جائے تو ایک جامع دیوان بن جائے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہو۔

اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام کی بہ نسبت دو وجہوں پر زیادہ ظاہر ہیں۔ اول یہ کہ وہ بکثرت ہیں کیونکہ جس قدر نبیوں کو معجزات دیئے گئے ان سب کے برابر ہمارے نبی ﷺ کو عطا ہوئے یا ان سے بڑھ کر آپ ﷺ کو ملے اور بیشک لوگوں نے اس پر اطلاع دی ہے۔ پس اگر تم چاہو تو اس باب کی فصلوں پر غور کرو اور گزشتہ نبیوں کے معجزات پر سوچو گے تو انشاء اللہ ﷻ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کے معجزات زیادہ ہیں۔

پس یہ قرآن ہی سارے کا سارا معجزہ ہے اور بعض آئمہ محققین کے نزدیک جس میں کم سے کم معجزے ہیں وہ سورۂ کوثر ہے یا اس کی برابر کوئی ایک آیت اور بعض آئمہ رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ اس کی ہر آیت وہ جیسی بھی ہے معجزہ ہے اور دوسروں نے اتنا زیادہ یا کہ قرآن کا ہر جملہ منتظمہ (مرکب) معجزہ ہے۔ اگرچہ وہ ایک کلمہ یا دو کلمے ہی کیوں نہ ہوں اور حق و صحیح وہ ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۔ تم فرماؤ کہ اس کی ایک سورت کی مثل ہی لے آؤ۔ (پ۱۲۔ ھود۱۳) (ترجمہ کنزالایمان)

پس یہ کم سے کم ہے جس کے ساتھ کفار سے تحدی (طلب معارضہ) کیا گیا ہے باوجودیکہ نظر و تحقیق اس کی تائید کرتی اور مختصر کو طویل کرتی ہے اور جب یہ بات ایسی ہے تو قرآن میں تقریباً ستر ہزار کلمے اور بعضوں کے شمار پر اس سے زیادہ ہیں اور اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ. (پ۳۰۔الکوثر۱) میں دس کلمے ہیں۔ تو اب اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ کے عدد پر پورے قرآن کو تقسیم کرو تو سات ہزار جز سے زیادہ ہوں گے اور ہر ایک ان میں سے فی نفسہٖ معجزہ ہے۔

پھر اس کا اعجاز جیسا گزر چکا دو وجہوں پر ہے۔ ایک اس کی بلاغت کے اعتبار سے دوسرا اس کے نظم کے اعتبار سے تو اب ہر ایک جز اسی اعتبار سے دو معجزے ہو گئے۔ اس طرح پر اب اس کی تعداد دو گنی ہو گئی پھر قرآن میں دوسرے اعجاز کے وجوہات بھی ہیں۔ مثلاً غیبی علوم کے ساتھ خبریں وغیرہ۔ لہٰذا اس تجزیہ کے اعتبار سے ہر ایک سورت غیبی چیزوں میں سے ایک خبر ہو گی اور اس کی ہر خبر فی نفسہٖ معجزہ ہے اور دوبارہ اس کی تعداد دوگنا ہو جائے گی۔ پھر دوسری وہ وجوہات اعجاز ہیں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے تو قرآن کے حق میں ہی ان کی تعداد کئی گنا لازمی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ پس قریب ہے کہ کوئی عدد اس کے معجزات کی تعداد کو نہ لے سکے گا اور نہ اس کے دلائل کا حصر کر سکے گا پھر آپ ﷺ سے وہ احادیث مرویہ اور اخبار منقولہ جو اس باب میں مروی ہیں اور وہ چیزیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں اور جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا تو فی الجملہ کس تعداد تک پہنچیں گی۔

دوسری وجہ یہ کہ حضور ﷺ کے معجزات واضح ہیں کیونکہ دیگر رسولوں کے معجزات ان کے زمانہ کے لوگوں کی ہمتوں کی تعداد اور اس فن کے اعتبار سے تھیں جو ان کے زمانہ میں رائج تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو اس زمانہ کے لوگ جادو میں کمال رکھتے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو اس کے مشابہ معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا جس پر وہ قدرت کا ادعا کرتے تھے۔ تو وہ ان کے پاس وہ معجزہ لائے جو (چیز) ان کی عادتوں کو مجبور کرتی تھی اور جو ان کی قدرت سے باہر تھا۔ جس کے ذریعے ان کے جادو کو باطل کیا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فن طب کمال پر تھا اور اس میں لوگ بھرپور تھے۔ تو وہ ان کے پاس ایسا معجزہ لائے جس پر وہ قدرت نہ رکھتے تھے اور وہ چیز سامنے لائے جس کا وہ گمان بھی نہ کر سکتے تھے۔ جیسے مردوں کا زندہ کرنا اور بغیر معالجہ طبی کے جذامی اور کوڑھی کو تندرست کرنا وغیرہ

اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں۔
پھر اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ درانحالیکہ عرب کے جملہ معارف وعلوم چار تھے۔
1۔ بلاغت' 2۔ شعر' 3۔ خبر اور 4۔ کہانت۔
تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا جو ان چاروں فصلوں میں خارق اور برخلاف عادت ہے یعنی فصاحت' اختصار' وہ بلاغت جو ان کے کلام کے طرز وطریق سے خارج ہے اور اس میں وہ نظم غریب اور اسلوب عجیب ہے کہ نظم میں جن کی ادائیگی سے وہ واقف ہی نہ تھے اور وہ لوگ اوزان کے طریقوں کے سوا اور اسلوب جانتے ہی نہ تھے اور یہ کہ اس میں گزشتہ وآئندہ کی خبریں ہیں اور واقعات واسرار' خفیہ باتیں اور دلوں کے حالات کی خبریں ہیں تو وہ ویسی ہی ہوئیں جیسی کہ بیان کی گئیں اور وہ اس کی صحت پر خبر دینے والے کا اعتراف کرتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اگرچہ کتنا ہی بڑا دشمن ہو اور کہانت کو باطل کیا جو ایک مرتبہ سچی ہوتی ہے اور دس مرتبہ جھوٹی اور اس کے پانسہ پھینکنے اور ستاروں کی گھاتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور قرآن میں گزشتہ زمانوں کی خبریں' نبیوں اور ان کی گذری ردہ امتوں کے حالات اور سابقہ واقعات کا ذکر ہے کہ اس شخص کو جو اس علم کے لئے مشغول ہو اس کے بعض حصہ ہی اس کو عاجز کر دیتے ہیں چہ جائیکہ کل قرآن ان وجوہ کے اعتبار سے جن کو ہم نے بیان کیا اور اس میں ہم نے معجزات کا ذکر کیا ہے۔

پھر یہ جامع معجزہ ان وجوہ وفصول کے ساتھ جن کو ہم نے اعجاز قرآن میں بیان کیا قیامت تک ثابت وباقی رہے گا اور ہر آنے والی امت کے لئے حجت ظاہرہ رہے گا اور اس کے وجوہ اس پر مخفی نہیں جو اس میں غور وفکر کرے اور اس کے وجوہ اعجاز میں تدبر کرے کہ کس طرح اور کس نہج پر اس میں غیبی خبریں ہیں۔

پس اب کوئی عہد اور زمانہ ایسا نہ گزرے گا جس میں اس کے مخبر کا صدق ظاہر وغالب نہ رہے اور خبر واقع کے مطابق نہ ہو۔ پس ایمان تازہ ہوتا رہے گا اور دلائل ظاہر ہوتے رہیں گے حالانکہ خبر عینی مشاہدہ کے برابر نہیں ہوتی اور مشاہدہ سے یقین زیادہ ہوتا ہے اور دل عین الیقین سے بہ نسبت علم الیقین کے زیادہ مطمئن ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک اس کے نزدیک حق ہوتا ہے اور انبیاء ورسل علیہم السلام کے تمام معجزات ان کی مدت کے بعد ختم ہو گئے اور ذاتوں کے ساتھ ان کا وجود معدوم ہو گیا لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ کا معجزہ نہ پرانا ہوا اور نہ منقطع ہوا اور اس کی نشانیاں تازہ ہوتی رہتی ہیں جو کبھی کمزور نہیں ہوتیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اپنے فرمان میں ارشاد فرمایا۔

حدیث :حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے بالاسنادروایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کوان کے مطابق معجزات دیئے گئے جس پر لوگ ایمان لاتے رہے اور جو چیز مجھ پر وحی کی گئی یا جو اللہ ﷻ نے مجھ پر وحی فرمائی میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس کے اتباع کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے۔ حدیث کے یہ معنی بعض علماء کے نزدیک ہیں۔ یہی ظاہر و صحیح ہے۔ انشاء اللہ ﷻ اور اکثر علماء نے اس حدیث کی تفسیر میں اور آپ کے معجزات کے ظہور میں دوسرے معنی بیان کئے ہیں۔

یعنی ان کا ظہور یہ ہے کہ یہ وحی اور کلام ہے جس میں تخیل یا حیلہ جوئی یا تشبیہ کا امکان نہیں ہے کیونکہ دوسرے نبی و رسول علیہم السلام کے معجزات میں بیشک معاندین نے قصد کیا کہ اس میں دوسری چیزیں ملا دیں اور انہوں نے اس کی خواہش کی ان کو خیال بنا کر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو پھیر دیں جیسے کہ جادوگروں کا رسی اور لکڑیاں وغیرہ ڈالنا یہ اس کے مشابہ ہے کہ جادوگر اس کو خیال بنا سکے یا اس میں حیلہ کر سکے اور قرآن ایسا کلام ہے جس میں حیلہ اور جادوگروں کے تخیل کی گنجائش ہی نہیں۔

پس اس وجہ سے ان علماء کے نزدیک دیگر معجزات سے زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ جو شاعر اور خطیب نہ ہو وہ کسی حیلہ یا بناوٹ سے شاعر و خطیب نہیں بن سکتا لیکن پہلی تفسیر اور معنی زیادہ صاف اور پسندیدہ ہے اور یہ دوسری تفسیر و معنی وہ ہے جس پر آنکھ بند ہوتی ہے اور جھپکتی ہے۔

تیسری وجہ اعجاز کی اس مذہب پر ہے جو پھیر دینے کے قائل ہیں کیونکہ معارضہ کرنا انسان کی قدرت میں تھا پس وہ اس سے پھیر دیئے گئے یا اہلسنت کے دو مذہبوں میں سے ایک مذہب پر یہ ہے کہ اس کی مثل کا لانا انسان کی قدرت کی جنس سے ہے لیکن وہ ایسا نہ پہلے کر سکے اور نہ بعد میں کریں گے کیونکہ اللہ ﷻ نے ان کو قدرت ہی نہ دی اور نہ وہ اس پر ان کو قدرت دے گا اور دونوں مذہبوں کے درمیان ظاہر فرق ہے اور دونوں مذہبوں کا اجتماع ہے کہ عرب اس چیز کو نہ لا سکے جو ان کے مقدور میں تھا یا ان کے مقدور کے جنس میں سے تھا اور ان کا بلا، جلاوطنی، اسیری اور ذلت (جزیہ) نیز احوال، جان و مال کی اضاعت، نہ زجر و توبیخ، مجبوری و لاچاری اور دھمکی و ڈراوے پر راضی ہونا۔ اس کے مثل لانے سے عاجز ہونے پر کھلی دلیل ہے اور اس کے معارضہ سے منہ موڑ گئے اور بلاشبہ وہ اس چیز سے روک دیئے گئے تھے جو ان کے مقدور کی جنس سے تھا۔ یہ مذہب امام ابوالمعالی جوینی وغیرہ رحمہم اللہ کا ہے۔

امام ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمارے نزدیک فی نفسہٖ خرق عادت میں زیادہ بہتر ہے بہ نسبت قادر افعال کے جیسے لاٹھی کو اژدھے سے پھیرنا وغیرہ کیونکہ دیکھنے والے کے دل میں فوراً یہ خدشہ گزرتا ہے کہ یہ خصوصیت اس کے صاحب میں اس لئے ہے کہ اس فن اور علم میں اس کی

معرفت زیادہ ہے حتیٰ کہ کوئی صحیح النظر ہی اس خدشہ سے اس کو پھیرتا ہے۔

لیکن صدہا سالوں سے ایسے کلام کے ساتھ جو ان کے کلام کی جنس سے ہے۔ تحدی اور معارضہ کرنا کہ اس کی مثل لاؤ۔ پس وہ نہ لاسکے۔ اس کے بعد اب باقی نہیں ہے کہ معارضہ پر پورے وجوہات بیان کریں پھر ان کا نہ لانا سوائے اس بات کے نہیں کہ اللہ ﷻ نے اس کے مثل لانے سے مخلوق کو روک دیا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر نبی علیہ السلام یہ فرمائیں کہ میری نشانی یہ ہے کہ اللہ ﷻ مخلوق کو قیام سے روک دے باوجود اس پر ان کی قدرت کے اور ایک زمانہ اس پر گزر جائے۔ پس اگر ایسا ہو جائے اور اللہ ﷻ قیام سے ان کو عاجز کر دے تو یقیناً یہ اس نبی علیہ السلام کی روشن نشانی اور معجزہ اور نبوت پر ظاہر دلیل ہوگی۔ وباللہ التوفیق۔

اور بیشک بعض علماء پر آپ ﷺ کے معجزات دیگر تمام نبیوں کے معجزات پر غالب ہونے کی وجہ پوشیدہ رہی۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اس عذر کے محتاج ہوئے کہ عرب کی عقلیں دقیق تھیں ان کی ذکاوت تیز تھی اور ان کی سمجھ پوری تھی اور انہوں نے اپنی فطرت سے جان لیا کہ اس میں معجزہ ہے اور ہر بات ان کو اپنی سمجھ کے موافق حاصل تھی اور ان کے علاوہ قبطی، بنی اسرائیل وغیرہ کی کیفیت یہ نہ تھی بلکہ وہ لوگ غبی اور کم سمجھ تھے۔ اسی وجہ سے تو فرعون نے ان پر جائز رکھا کہ وہ ان کا رب (خدا) ہے۔ (معاذ اللہ) اور سامری نے جائز رکھا کہ اس بچھڑے میں (معاذ اللہ) خدا ہے یہ بات ان کے ایمان لانے کے بعد ہوئی اور مسیح کی انہوں نے پرستش کی باوجودیکہ ان کا یہ اجماع ہے کہ وہ مصلوب ہوئے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. (پ۶، النساء ۱۵۷)

اور یہ کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔
(ترجمہ کنز الایمان)

(پس اے بے سمجھوں کے لئے) ظاہر اور کھلے معجزات آئے جو ان کی موٹی سمجھوں کے موافق تھے تا کہ اس میں انہیں شک وشبہ نہ ہو باوجود اس کے انہوں نے کہا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (پ۱، البقرہ ۵۵)

ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ہمیں اللہ کو واضح طور پر دکھاؤ اور من وسلویٰ پر انہوں نے صبر نہ کی۔

اور اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ. (پ۱، البقرہ ۶۱)

کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو (ترجمہ کنزالایمان)

اور عرب اپنی جاہلیت کے باوجود ان میں سے بہت زیادہ خدا کے معترف تھے اور وہ بتوں میں تَقَرُّبُ اِلَی اللّٰہِ کو تلاش کرتے تھے اور بعض ان میں سے آپ ﷺ کے اعلان رسالت سے پہلے ہی اللہ ﷻ کی وحدانیت پر دلائل عقلیہ سے دل کی صفائی کے ساتھ ایمان رکھتے تھے اور جب اللہ ﷻ کا رسول ﷺ کتاب لے کر تشریف لائے تو اس کی حکمت کو سمجھا اور انہوں نے پہلی مرتبہ میں ہی اپنی سمجھ کی برتری سے جان لیا کہ یہ معجزہ ہے تو وہ ایمان لے آئے اور ہر روز ان کا ایمان بڑھتا رہا اور تمام دنیا سے کنارہ کش ہو کر آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی۔ اپنے گھروں اور مالوں سے ہجرت کی اور اپنے باپوں اور بیٹوں کو آپ ﷺ کی مدد میں قتل کیا۔

اسی معنی میں یہ باتیں ہیں جن سے آراستگی ہوتی ہے اور عجیب لذت معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس کی طرف احتیاج اور تحقیق کی جائے لیکن ہم نے اپنے نبی ﷺ کے معجزات کے بیان اور اس کے ظہور میں پہلے ہی وہ باتیں ذکر کر دی ہیں جو ان خفیہ اور ظاہر راستوں پر چلنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔

وَبِا اللّٰہِ اسْتَعِیْنُ وَھُوَ حَسْبِیْ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ.

تمت بالخیر

الحمد للہ علی احسانہ کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ ﷺ مصنفہ علامہ قاضی ابوالفضل محمد عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے حصہ کا ترجمہ مسمّٰی بنام تاریخی نعیم الطاء فی حدیث المجتبیٰ ﷺ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ بروز جمعہ بعد مغرب سے شروع ہو کر ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ بروز یک شنبہ بعد مغرب مکمل ہوا۔ اب اس کے بعد حصہ دوم یعنی کتاب الشفاء کی قسم ثانی جس میں لوگوں پر حضور ﷺ کے کیا حقوق واجب ہیں' کا بیان ہے۔ شروع ہوگی۔ وَاللّٰہُ مُتَمِّمٌ بِالْخَیْرِ.

غلام معین الدین نعیمی

سوادِ اعظم لاہور